شرح
نزهة النظر
اردو
مصنف : احقر الزمان محمد مجیب الرحمن ۔ یک از اساتذۂ جامعہ مدنیہ
انگورہ محمد پور ١٠/٣/١٤١٠ھ
By : Digital islamic world

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین من الثری الی علیین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و حاملی الویۃ روایاتہ من المحدثین و رافعی اعلام درایاتہ من المجتہدین رضی اللہ عنہم وعنا اجمعین الی یوم الدین۔

اما بعد:۔ علم اصول حدیث یہ ایسا ایک فن ہے جسکا جاننا ہر مسلمان کیلئے عموماً اور علماء اہل حق کیلئے خصوصاً ایک لازمی ولابدی امر ہے کیونکہ دین کا اکثر مدار احادیث نبویہ ہی پر ہے اور جب کہ صحیح، ضعیف، موضوع وغیرہ احادیث کے درمیان تمیز نہ ہو سکی تو دین کی ساری عمارت ہی برباد ہو جائے گی۔ خاص کر کے دور حاضر میں اس فن کی اہمیت اور بڑھ گئی کیونکہ ایک جماعت نام نہاد مسلمان اس بات کے قائل ہو گئے کہ حدیث کی صحت و عدم صحت کا پرکھنا صحیح عقل والا کی عقل کیطرف سپرد ہے کہ وہ جسکو صحیح سمجھے وہی صحیح ہے اگرچہ ائمہ متقدمین کے نزدیک وہ صحیح ہی کیوں نہ ہو (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) بناہ بخدا اگر فی الواقع معاملہ ایسا ہوتا (یا کہ وہ کہتے ہیں تو آج دین کا حشر کیا ہوتا کیونکہ دنیا میں کون ہے جو اپنی عقل کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں جسکا نتیجہ یہ نکلتا کہ ہر ایک شخص اپنی عقل کے مطابق احادیث کو رد و قبول کرتا اور عقل چونکہ مختلف ہے لہذا ہر ایک کا مذہب و دین بھی مختلف ہوتا اور ایک دوسرے کی تغلیط کرتا بالآخر دنیا کارخانہ فساد بنجاتی۔

فن اصول حدیث کے بارے میں مختلف کتابیں لکھی گئیں لیکن درس نظامی میں کتاب ہذا کے علاوہ اور کوئی کتاب پڑھائی نہیں جاتی ہے اور کتاب ہذا شرح و متن سے ممزوج ہو کتاب واحد ہونے کی وجہ سے اسکا حل کرنا مشکل ہو گیا اور اس کے لئے جتنے حواشی و شروحات لکھے گئے وہ بھی بزبان عربی ہونے کی وجہ سے دبزمانہ انحطاط علمی اکثر طالبین علوم نبویہ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور بزبان اردو جو کچھ لکھا گیا وہ بھی نوٹ کی حیثیت رکھتی ہے جو کہ حل عبارت کے لئے ناکافی ہے۔

اس لئے بندہ کے بعض احباب ہمیشہ یہ اصرار کرتے رہے کہ بندہ کتاب ہذا کے لئے بزبان اردو ایک مستقل شرح لکھے تاکہ طلباء کے لئے فہم مطالب و حل عبارت میں سہولت ہو مگر میں ایک عرصہ تک چند وجوہ سے ٹالتا رہا۔ اول یہ کہ خود بضاعت علم و سرمایۂ فہم سے چند مراحل دور، دوم یہ کہ ہر کس و ناکس کی نکتہ چینی اور طعن تشنیع کا خوف، سوم یہ کہ حاسد و بدخواہ لوگوں کی فتنہ پردازی جو کہ ہر وقت تاک میں رہتے ہیں اور پرسے کو ابنا کر اڑانے کی فکر میں رہتے ہیں، بہرحال جب اصرار حد سے بڑھ گیا اور ضرورت بھی بڑھتی گئی اور مطالبہ پورا کرنے کے علاوہ چارۂ کار نظر نہ آیا تو میں اللہ تعالی پر توکل کرتے ہوئے جیاد حزم در کاب عزم کو مضبوط کیا اور ایفاء مہمی میں مصروف ہوا۔

شرح مذکور لکھتے وقت زیادہ تر پیش نظر شرح الشرح لملا علی القاریؒ و حاشیہ علامہ عبداللہ الٹونکی رہی عبارت کے ترجمہ کرتے وقت ترجمہ لفظی کا لحاظ رکھا گیا اور جو چیز عبارت میں نہیں ہے لیکن ربط وغیرہ کے لئے اسکا ذکر کرنا مناسب یا ضروری ہے اس کو بطرز تفسیر بیان القرآن بین القوسین ذکر کی گئی، ترجمہ لفظی میں اگرچہ لطف و مزہ کم ہو مگر طبقۂ ثالثہ کے طلبہ کیلئے مطلب خیز ترجمہ سے زیادہ نافع خیال کر کے اسکو اختیار کیا گیا لما ورد فی الحدیث اذا صلیتم بالناس فصلوا صلوۃ اضعفکم الحدیث

اور بعض حواشی سہل التناول ہونے کی وجہ سے بزبان عربی ہی ذکر کر دیا گیا۔ بندہ چونکہ اہل زبان نہیں اس لئے خطا و غلطی کا احتمال ہے بالخصوص تذکیر و تانیث اور اردو ادب و محاورات کے اعتبار سے غلطیاں کا وقوع ایک لازمی امر ہے، باقی ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا ؛ غواص کو مطلب ہے صدف سے یا گہر سے ؟ ۔

الفاظ بیاں گرچہ بہت شوق نہیں ہے ؛ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات ۔

پس اگر تعمق نظر و بعد تدبر کے بعد حضرات ناظرین کسی غلطی پر اطلاع فرمادیں تو اسکو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہوئے آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کرنے سے ہرگز گریز نہیں کروں گا۔ بلکہ تادم حیات اس علمی و دینی خیر خواہی کا شکر گذار رہوں گا۔

آخر میں ان حضرات کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس تصنیف میں کسی قسم کی تائید کی ہیں خصوصاً حضرت مولانا حافظ محمود حسین صاحب محدث جامعہ مدنیہ انگورہ محمد پور کا کہ موصوف نے شرح ہذا کی نظر ثانی کا کام انجام دیا۔ اور حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن صاحب گھوگارکولی فاضل دار العلوم دیوبند و مدرس جامعہ اسلامیہ دار العلوم دیولگرام کا کہ موصوف نے شرح ہذا کی طباعت کا کام انجام دیا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمادیں

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا يا مولانا انك انت التواب الرحيم، حسبنا الله ونعم الوكيل نعم المولى ونعم النصير، اعوذ بالله من شر كل حاسد اذا حسد اللّٰهم اجعله خالصًا لوجهك الكريم ... لنجاتي يوم الدين آمين يارب العلمين

كاتب الحروف۔

احقر الزمان محمد مجیب الرحمٰن غفرلہ المنان

یکے از اساتذہ جامعہ مدنیہ

انگورہ محمد پور

۱۰/۴/۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الشیخ[1] الامام العالم العامل الحافظ[2] وحید دھرہ واوانہ وفرید عصرہ وزمانہ شہاب الملۃ والدین ابو[3] الفضل احمد[4] بن علی العسقلانی الشہیر بابن حجر[5] اثابہ اللہ الجنۃ بفضلہ وکرمہ

ترجمہ :- شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ فرمایا شیخ الاسلام جو امام (یعنی مقتدیٰ) اور عالم کامل وعامل اور حافظ الکتاب والسنہ اور اپنے وقت وزمانہ کے لئے علم وفہم میں تنہا اور نادر ہے اور ملت اسلام ودین کے لئے ایک ستارہ ہے جن کی کنیت ابوالفضل اور نام احمد بن علی العسقلانی رح ہے جو کہ ابن حجر سے لوگوں میں مشہور ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کو جنت بدلہ دے۔

تشریح [1] قولہ قال الشیخ الخ شیخ کہتے ہیں ماہر فی الفن کو اگرچہ بوڑھا نہ ہو، ظاہر بات یہ ہے کہ یہ تمام القاب اور دعا مصنف کے موت کے بعد آپ کے بعض تلامذہ کا لاحق کیا ہوا ہے اظہاراً لجلالۃ شانہ ورنہ آپ کی اصلی عبارت غالباً یہ ہے قال ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی الشہیر بابن حجر بسم اللہ الخ منہ عفی عنہ ۱۲ قولہ[2] قولہ الحافظ الخ اصطلاح محدثین میں حافظ کہتے ہیں جسکو ایک لاکھ حدیثیں بالسند والمتن یاد ہو اور جس کو تین لاکھ حدیثیں بالسند والمتن یاد ہو اس کو ... ہیں اور جس کو جمیع احادیث کا علم متناً وسنداً وجرحاً وتعدیلاً ہو اس کو حاکم کہتے ہیں ۱۲ کذا فی شرح الشرح۔ [3] قولہ ابوالفضل الخ یعنی فضل وزیادت بمعنی علوم جسیمہ واموال عظیمہ رکھنے والا، کیونکہ لفظ اب وابن بسا اوقات صاحب وملازم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ابوتراب کہ حضرت علی رض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مٹی میں سوتے ہوئے دیکھکر فرمایا تھا قم یا اباتراب، ایسا حضرت ابوہریرہ رض کو بلی کے ساتھ زیادہ تعلق ہونیکی وجہ سے ابوہریرہ کہا جاتا ہے ایسا ہی مسافر کو چونکہ راستہ پر ہی گزر ہوتا ہے اس لئے اس کو ابن السبیل کہا جاتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مصنف کا کوئی لڑکا مسمیٰ بفضل ہو اور اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ابوالفضل کہا جاتا ہے ۱۲ ملخص الشروح مع تغیر یسیر۔ [4] احمد بن علی الخ مصنف کی مختصر حالت یہ ہے کہ آپ کا لقب قاضی القضاۃ خاتم الحفاظ شہاب الدین ہے اور ابوالفضل کنیت نام احمد بن علی بن محمد ہے آپ کی پیدائش مصر کے عتیقہ نامی قریہ میں ۲۳ رشعبان ۷۷۳ھ میں ہوئی آپ ہر فن میں کامل مہارت رکھتے تھے خاص کر کے فن حدیث میں اتنا تبحر حاصل کیا کہ حافظ الحدیث کے لقب سے ممتاز ہوئے اور چونکہ ان کے بعد اس پایہ کا دوسرا کوئی موجود نہ ہوا اسلئے علامہ سیوطی نے کہا کہ علم حدیث کی ریاست انکے اوپر منتہی ہوگئی آپ ۷۹ رسال کی عمر میں ۲۸ رذی الحجۃ ۸۵۲ھ کو بمقام قاہرہ انتقال فرمایا ۱۲ منہ۔ [5] ابن حجر الخ حجر کے معنی پتھر، آپکا لقب ابن حجر یا تو اسلئے ہوئے کہ آپ کے پاس سونا چاندی کی کثرت تھی یا تو پتھر کے مانند آپکی رائے سخت اور مضبوط تھی یا تو

آپ کے اب خاص کا نام حجر ہونے کی وجہ سے آپ کو انکی طرف نسبت کردیگئی عـہ منہ سے احقر محمد حبیب الرحمٰن غفرلہ مراد ہے ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی لم یزل عالما قدیرا حیا قیوما سمیعا بصیرا و اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اکبرہ تکبیرا و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ

ترجمہ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے تمام تعریفیں اس ذات اللہ کے لئے ہے جو ہمیشہ سے عالم و قدرت والا زندہ و قیوم (یعنی بذات خود قائم اور دوسرے کو قائم رکھنے والا) تمام چیزوں کو سننے والا اور تمام چیز کو دیکھنے والا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ تمام کوئی معبود کا وجود نہیں سوائے اللہ واحد لاشریک کے اور نسبت کرتا ہوں میں آپ کو عظمت کی طرف نسبت کرنے کر، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بندہ اور رسول ہیں۔

تشریح ۱؎ قولہ بسم اللہ الخ بسم اللہ کا متعلق فعل ہوگا یا اسم پھر ہر ایک خاص ہوگا یا عام پھر ہر ایک کو مقدم مانا جائیگا یا موخر ان آٹھ صورتوں میں سے فعل خاص موخر مثلاً بسم اللہ اقرأ یا اکتب وغیرہا کو ماننا اولیٰ ہوگا۔ مصنفؒ اپنی کتاب کو بسم اللہ والحمد للہ کے ساتھ شروع فرمایا تاکہ کتاب اللہ کی اقتدار ہوجاوے نیز حدیث کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فہو ابتر و حدیث کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فہو اقطع پر بھی عمل ہو جاوے اور جمہور سلف صالحین کا طریقہ بھی ہاتھ سے نہ جاوے، شرح کے اندر شہادۃ کو بھی لایا تاکہ قولہ علیہ السلام کل خطبۃ لیس فیہا تشہد فہی کالید الجذماء رواہ ابو داود پر بھی عمل ہوجاوے لیکن متن کتاب کے اندر تشہد نہیں لایا اشارۃ الی ضعف الحدیث اور چونکہ خود مصنفؒ ہی نے اپنی کتاب کی شرح لکھی اور اس حیثیت سے لکھا کہ متن کو شرح سے تمیز کرنا دشوار ہے گویا کہ شرح و متن سے ملکر ایک ہی کتاب ہے اس لئے مصنفؒ اپنی شرح کو صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کردیا اور حمد و صلوٰۃ کو علیحدہ ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ متن کے اندر موجود ہے اب یہ بات واضح ہوگئی کہ پہلا بسم اللہ شرح کا ہے اور دوسرا بسم اللہ متن کتاب کا ہذا الجواب عند وجود التسمیۃ مرتین کما فی النسخ الموجودۃ بایدینا، بعض نسخوں میں صرف الحمد للہ الخ کے پہلے بسم اللہ ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ متن و شرح ایک کتاب کے مانند ہونے کی وجہ سے تسمیہ تحمید وغیرہ کو علیحدہ ذکر نہیں کیا اور بعض نسخوں میں قال ابو الفضل الخ کے پہلے صرف تسمیہ کا ذکر ہے اور الحمد الخ کے پہلے نہیں فیکون تقدیم التسمیۃ تعظیماً للہ تعالیٰ کما فعل الشیخ الجزری فی مقدمتہ حیث قال بعد البسملۃ یقول راجی عفو رب سامع محمد ابن جزری الشافعی الحمد للہ و صلی اللہ الخ ۱۲ منہ ۲؎ قولہ لم یزل ای لا یزال ولم یذکرہ لان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ ۱۲ منہ ۳؎ قولہ عالماً تمام شراح اس پر متفق ہیں کہ اللہ کے صفات کاملہ میں سے صفت مرید و متکلم کو بھی یہاں ذکر کر دینا لائق ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے صفات سبعہ تمامہا ذکر ہو جاوے اور بعض کو بلا مرجح ترجیح بالذکر لازم نہ ہو اس کے جواب میں محشی علامہ عبد اللہ الٹونکی فرماتے ہیں نقول اسماء الالہیۃ توقیفیہ کما ہو مذہبنا و المتکلم و المرید لم یرد بہما الشرع لہذا ان دونوں کو باقی صفتوں کو ترجیح دینے کی ایک وجہ نکل گئی ۱۲ معہ زیادۃ

عہ اور صفات سبعہ ازلیہ یہ ہے علیمؔ، قدیرؔ، حیؔ، سمیعؔ، بصیرؔ، مریدؔ، متکلمؔ

وصلی اللہ[1] علی سیدنا محمد الذی ارسل الی الناس کافۃ[2] بشیرًا و نذیرًا وعلی آلہ[3] وصحبہ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔

ترجمہ اور اللہ تعالی رحمت نازل کرے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنکو اللہ نے تمام لوگوں کی طرف بشارت دینے والا اور ڈر دکھانے والا بنا کر بھیجا (یعنی مؤمنین کے لئے مبشر بالجنۃ والنعم الکثیرۃ ہے اور کافروں کے لئے نذیر بعذاب شتی) اور آل واصحاب پر بھی اللہ تعالی رحمت نازل فرمائے اور آپ کو بہت بہت سالم رکھے (ای سلمہ اللہ مما لا یرتضی بہ)۔

تشریح [1] قولہ وصلی اللہ الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ مع التسلیم کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا یایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ابو یعلی موصلی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارے لئے موجب پاکی ہے وکذا قال علیہ السلام صلوا علیّ فان صلاتکم تبلغنی، معجم اوسط طبرانی میں روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام دعائیں رکی رہتی ہیں جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل پر درود نہ پڑھو، چونکہ درود شریف بلاشبہ مقبول ہے اس لئے سلف کا یہ طریقہ جاری رہا کہ دعا کے اول وآخر میں درود بھیجتے ہیں تاکہ اول وآخر کے طفیل سے درمیانی باتیں بھی مقبول ہو جائیں بنا بریں مصنفؒ اپنی کتاب کے اول وآخر میں درود شریف لایا تاکہ اول وآخر کے طفیل سے درمیانی سب مضامین کو شرف قبولیت حاصل ہو جائے، لفظ صلوۃ اصل میں صَلَوَۃٌ تین فتحوں کیساتھ ہے بوجہ واو متحرک ماقبل مفتوح ہونے کے واو کو الف سے بدلا صلوۃ ہوگیا لیکن اس کے الف کی کتابت واؤ کیساتھ مشہور ہے البتہ جب اس کو اضافت کی جاتی ہے تو الف کیساتھ لکھا جاتا ہے جیسے صلاتی۔ صلوۃ تصلیۃ کا اسم مصدر ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور ان کے متبعین کے نزدیک یہ لفظ مشترک ہے جب خدا تعالی کیطرف منسوب ہوتا ہے خواہ کلام الہی میں یا کلام الناس میں فقط رحمت کے معنی ہوتے ہیں اور ملائکہ کیطرف منسوب ہو تو دعا کے معنے میں ہیں اور جب طیور وہوام کیطرف منسوب ہوتا ہے تو اس کے معنی تسبیح کے ہیں، بعض نے کہا کہ جب ملائکہ کیطرف منسوب ہو تو استغفار اور جب مؤمنین کیطرف ہو تو طلب رحمت ودعا وتذلل مراد ہوتا ہے یہاں رحمت کاملہ کا نزول مراد ہے۔ در المختار میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے پہلے لفظ سیدنا کا بڑھانا مستحب ہے اس لئے مصنفؒ نے سیدنا محمدؐ فرمایا ۱۲ امنہ [2] قولہ کافۃ الخ بعض نے کہا کہ یہ مفعول مطلق ہے یعنی مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے گویا کہ عبارت ایسی ہے ارسل الی الناس ارسالا کافۃ بمعنی عامۃ لہم یا ارسل کے ضمیر مفعول سے حال ہے بمعنی ارسلہ جامعًا لہم فی الابلاغ اور تا مبالغہ کیلئے ہے اس مقام میں الناس سے حال ہونا ہی زیادہ ظاہر ہے ۱۲ کذا فی شرح الشرح مع زیادۃ [3] قولہ وعلی آلہ الخ لفظ آل میں دو بحثیں ہیں ایک بحث باعتبار لفظ کے دوسری بحث باعتبار معنی ومصداق کے، سیبویہؒ کے نزدیک اصل اس کی اہل ہے ہا کو خلاف قیاس الف سے بدلا ہے اور کسائیؒ واصمعیؒ کے نزدیک اصل اس کی اَوَل ہے واو کو الف سے بدلا ہے آل اور اہل میں کئی طرح سے فرق کیا جاتا ہے ایک فرق تو یہ ہے کہ آل کی اضافت صرف ذوی العقول کیطرف کیجاتی ہے چنانچہ یہ حق اور زمان اور مکان اور معانی کیطرف مضاف نہیں ہوتا ہے آل الحق وآل الزمان وآل الدار یا آل المصر وآل العلم وغیرہ نہیں کہتے ہیں بخلاف اہل کے کہ یہ عام ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ اس کی اضافت ذوی العقول میں سے صرف ذکور کی طرف کیجاتی ہے بخلاف اہل کے کہ یہ عام ہے تیسرا فرق یہ ہے کہ ذکور میں سے بھی اشراف ارباب عظمت کیطرف مضاف ہوتا ہے چنانچہ آل حائک نہیں بولا جاتا ہے بخلاف اہل کے کہ یہ عام ہے چوتھا فرق یہ ہے کہ اس کی اضافت ضمیر کی طرف نادر ہے بخلاف اہل کے کہ اس کی اضافت ضمیر کیطرف نادر نہیں جاننا چاہئے کہ لغت میں آل کے معنے کنبہ ورشتہ دار کے ہیں لیکن آل النبی کے مصداق میں اختلاف ہے۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

اما بعد[١] فانّ[٢] التصانیف فی اصطلاح اھل الحدیث قد کثرت للائمۃ فی القدیم والحدیث فمن اول من صنف فی ذلک القاضی ابو محمد[٣] الرَّامَھُرمزی کتابہ المحدث الفاصل لکنہ لم یستوعب والحاکم ابو[٤] عبد اللہ النیسابوری لکنہ لم یھذب ولم یرتب وتلاہ ابونعیم الاصفہانی فعمل علی کتابہ مستخرجا وابقی اشیاء للمتعقب۔

ترجمہ اما بعد بیشک اصطلاح اہل حدیث کے بارے میں زمانہ قدیم وحدیث میں آئمہ حدیث کی تصانیف بکثرت موجود ہیں جن حضرات نے اس بارے میں سب سے پہلے تصنیف کی ان میں سے ایک قاضی ابو محمد رامہرمزی ہے آپ نے اپنی کتاب المحدث الفاصل تصنیف کی لیکن وہ کتاب تمام فن کیلئے حاوی نہیں ہوئی دوسرا حضرت حاکم ابو عبد اللہ النیشاپوری ہے لیکن اس نے بھی اپنی کتاب کو مہذب اور ترتیب وار نہیں کیا پھر حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کا اتباع ابونعیم اصفہانی نے کیا پس اس نے حاکم کی کتاب پر مستخرج کرکے لکھا یعنی جو مسائل حاکم کی کتاب میں چھوڑ دیئے گئے ان کو بھی اس نے اپنی کتاب میں جمع کیا اور چند چیزیں پیچھے آنیوالوں کیلئے چھوڑ دیا یعنی (اپنی کتاب) بھی کامل مکمل نہیں ہوئی ا۔

تشریح بقیہ صفحہ گذشتہ :۔ اس میں پانچ مذہب ہے اول بمعنے متبعین کما ورد فی الحدیث آل محمدؐ کل تقی دوم بمعنے بنو ہاشم اور بنو المطلب یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے سوم بمعنی بنو ہاشم فقط یہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے چہارم بمعنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد وازواج وبنات اور دامات کے ہیں اور بعض کے نزدیک خادم بھی داخل ہے پنجم بمعنی اہل بیت یعنی علیؓ وفاطمہؓ وحسنؓ وحسینؓ رضی اللہ عنہم۔ بندہ ناچیز کے خیال میں اول معنی یہاں مراد لینا ہی اولی ہے تاکہ ہم تک اس دعا کا اثر باقی رہے تو اس وقت وصحبہ کا ذکر عطف الخاص علی العام کے قبیل میں ہوگا ١٢ منہ ۞ قولہ وسلم الخ اگر سلمہ من الآفۃ سے اس کو مشتق مانا جائے جس کے معنی کسی کو آفت سے بچانا تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالی آپ کو ان تمام چیزوں سے سالم رکھے جو آپ کو پسند نہیں، یا اگر سلّم بالامر سے مشتق مانا جائے جس کے معنی راضی ہونا ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالی آپ پر کامل طور پر راضی ہو ١٢ عب[ع] مع زیادۃ۔

صفحہ ھذا :۔ سلہ قولہ اما بعد الخ اما یہ حرف شرط ہے اسکی اصل مھما یکن من شئی فی الدنیا بعد البسملۃ والحمدلۃ ہے فعل شرط کو حذف کردیا گیا مہما باقی رہا تو ہا کو ہمزہ سے مبدل کرکے ماء ما ہوا پھر قلب مکانی کرکے ام ما ہوا پھر میم کو میم ادغام کردیا گیا اما ہوا فان یہ اما بعد کی جزا ہے۔ بعد یہ مبنی علی الضم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ قبل وبعد کا مضاف الیہ جب محذوف منوی ہوتا ہے تو وہ مبنی علی الضم ہوتا ہے اور بعد کا مضاف الیہ یہاں البسملۃ والحمدلۃ حذف کردیا گیا ٢ قولہ فان الخ میں فا کا داخل ہوتا یا تو اما متضمن معنی شرط ہونیکی وجہ سے ہے یا بعد اسکے مابعد کیطرف اضافت ہونیکا وہم دفع کرنیکیلئے ہے استعمال کے دو طریق ہیں ایک استیناف کیلئے جبکہ اس سے پہلے اجمال نہ ہو نہ خارجًا نہ ذہنًا اور وہ اما جو اوائل کتب میں ہے اسی قسم میں داخل ہے دوسرے اسی شی کی تفصیل کیلئے آتا ہے جسکو متکلم پہلے اجمالاً ذکر کرے خواہ خارج میں یا ذہن میں، یہاں پر استیناف کیلئے ہے چونکہ اس سے پہلے اجمال نہیں ہے ١٢ منہ ٣ قولہ ابو محمد الخ آپ کا نام حسن بن عبد الرحمن بن خلاد اور کنیت ابو محمد منسوب الی رامہرمز[ع] یہ فارس کے خورستان ضلع کے شہروں میں سے شہر اہواز کا ایک پرگنہ ہے قولہ فمن اول من صنف الخ میں من تبعیضیہ ہے اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ قاضی ابو محمد کے زمانہ میں متعدد تصنیفیں ہوئیں ١٢ کذا فی الشروح ٣ قولہ کتابہ الخ یہ صنف محذوف کا مفعول ہے گویا کہ یہ اس سائل کے جواب ہے جس نے کہا کہ قاضی نے کیا تصنیف کیا تو جواب دیا صنف کتابہ الخ ١٢ کذا فی الشروح ۔ عہ عب سے حاشیۂ علامہ عبد اللہ ٹونکی مراد ہے ؛ ؛ ٤ قولہ الحاکم الخ آپکا نام محمد بن عبد اللہ اور کنیت ابو عبد اللہ ہے اور آپ خراسان کے شہر نیشاپور کیطرف منسوب ہے۔ بقیہ آئندہ صفحہ

عہ بفتح المیم الاولی وضم الھاء وسکون الراء وضم المیم الثانیۃ بعدھا زاء معجمۃ ١٢

ثم جاء بعدهم الخطيب ابوبكر البغدادی فصنف فی قوانین الروایة کتاباً سماه الکفایة وفی ادابها کتاباً سماه الجامع لآداب[۱] الشیخ والسامع وقل فن من فنون الحدیث الأوقد صنف فیہ کتاباً مفرداً وکان کما قال الحافظ ابوبکر بن نقطة کل من انصف علم ان المحدثین بعد الخطیب[۲] عیال علی کتبہ ثم جاء بعدهم بعض من تأخر عن الخطیب فأخذ من هذا العلم بنصیب فجمع القاضی عیاض کتاباً لطیفاً سماه الالماع وابوحفص المیانجی جزءاً سماه مالایسع المحدث جهلہ، وامثال ذالك من التصانیف التی اشتهرت وبسطت لیتوفر علمها واختصرت لیتیسر فهمها الی ان جاء الحافظ الفقیہ تقی الدین ابوعمر عثمان بن الصلاح عبد الرحمٰن الشهرزوری نزیل[۳] دمشق

ترجمہ پھر ان سب حضرات کے بعد خطیب ابوبکر بغدادی کا زمانہ آیا اس نے قوانین (یعنی قواعد کلیہ واصول) روایت کے بارے میں ایک کتاب جسکا نام کفایہ رکھا اور آداب روایت میں ایک کتاب مسمّٰی بہ الجامع لآداب الشیخ والسامع لکھی اور فنون حدیث (جوکہ بیشتر فن ہیں) میں بہت کم فن ہے مگر خطیب نے اسکے بارے میں مستقل ایک ایک کتاب تصنیف کی ہے (یعنی خطیب نے فنون حدیث کے ہر فن کے بارے میں مستقل مستقل کتاب لکھی سوائے قلیل تعداد فن کے) واقعی خطیب ایسے پایہ کا آدمی ہے جیسا کہ کہا حافظ ابوبکر بن نقطہ نے کہ ہر وہ شخص جو انصاف پسند ہو وہ (اپنے دل دل) جانیگا کہ محدثین (یعنی اہل اصول حدیث) خطیب کے بعد انکی کتابوں کیطرف محتاج ہیں (یعنی ان کی کتابوں پر سب ہی اعتماد کرنیوالے اور حصہ لینے والے ہیں) مقدم الذکر حضرات کے بعد بعض وہی حضرات آئے جو خطیب کے بعد ہیں اور اس علم (ای اصول الحدیث المذکور فی کتب الخطیب) سے انہوں نے حصہ لیا پس قاضی عیاض نے ایک اچھی کتاب مسمّٰی بہ الالماع لکھی اور ابوحفص میانجی نے ایک رسالہ مسمی بہ مالایسع المحدث جہلہ تحریر فرمایا اس مثل اور بہت تصنیفات ایسے ہیں جو مشہور ہوئے اور (بعض ان کا) بسط وتفصیل (بالشروح والحواشی) کیا گیا تاکہ اسکا علم ومعلومات پورا پورا ہو جائے (یعنی تفصیل کرنے سے مسئلہ کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اسکا علم ہر شخص کو پورا حاصل ہو جاتا ہے) اور (بعض ان کا) مختصر (بحذف الزوائد علی المطالب) کیا گیا تاکہ اسکا سمجھنا آسان ہو (کیونکہ زیادہ طویل ہو جانے سے بھی لوگوں کا دل اکتا جاتا ہے اور مسئلہ کو سمجھنا آسان نہیں ہوتا ہے) یہاں تک کہ حافظ فقیہ تقی الدین ابوعمرو عثمان بن الصلاح عبد الرحمٰن شہرزوری نزیل دمشق کا زمانہ آیا۔

تشریح بقیہ صفحہ گذشتہ۔ اور آپ مشہور حافظ الحدیث ہے اور اپنے زمانہ کے تمام محدثین کے امام تھے آپکی کتاب مستدرک حاکم سے مشہور ہے ۱۲ منہ [۵] قولہ مستخرجاً الخ مستخرج ہیں اسم فاعل واسم مفعول دونوں جائز ہیں اور استخراج علی الکتاب کہا جاتا ہے کسی کتاب پر ایسی چیزوں کو زائد کرنا جو کہ اس کتاب میں مذکور نہ ہو ۱۲ ملخص۔ صفحہ ھذا [۱] قولہ لآداب الشیخ الخ ای فی الاداء قولہ والسامع ای فی التحمل وانما قدم الشیخ مع مرتبتہ بعد مرتبۃ السامع فان الاداء بعد التحمل رعایۃً لعظمتہ ۱۲ کذا فی شرح الشرح [۲] قولہ الخطیب الخ ہو احمد بن علی البغدادی صاحب التاریخ المشہور فہو اول المتاخرین وآخر المتقدمین ۱۲ ملخص۔ [۳] قولہ نزیل الخ آپ کا اصل مکان شہرزور میں تھا بعد میں چونکہ کسی وجہ سے دمشق میں اقامت پذیر ہو گئے تھے اسلئے آپکو نزیل دمشق کہا جاتا ہے۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

فجمع لما ولی تدریس الحدیث بالمدرسۃ الاشرفیۃ کتابہ المشہور فہذب فنونہ و املاہ شیئًا بعد شیء فلہذا لم یحصل ترتیبہ علی الوضع المناسب واعتنی بتصانیف الخطیب المتفرقۃ فجمع شتات مقاصدھا وضم الیہا من غیرھا نخب فوائدھا فاجتمع فی کتابہ ما تفرق فی غیرہ فلہذا اعکف الناس علیہ وساروا الیسرۃ فلا یحصی کم ناظم لہ ومختصر ومستدرک علیہ ومقتصر ومعارض لہ ومنتصر لہ فسألنی بعض الاخوان ان الخص لہم المہم من ذالک فلخصتہ فی اوراق لطیفۃ سمیتہا نخبۃ الفکر[2] فی مصطلح اھل الاثر علی ترتیب ابتکرتہ وسبیل انتہجتہ مع ماضممت الیہ من

ترجمہ پس آپ نے جمع کیا اپنی کتاب مشہور (یعنی مقدمہ ابن صلاح) کو جب مدرسہ اشرفیہ میں تدریس حدیث کا منصب آپکو سپرد کیا گیا پس آپ نے اس کے فنون کو خوب سنوارا اور (چونکہ) آپنے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے (وقتاً فوقتاً حسب ضرورت داعیہ) لکھایا اسلئے اس کی ترتیب مناسب انداز پر واقع نہ ہوسکی (باوجودیکہ) ابن صلاح نے چونکہ خطیب کی تصانیف متفرقہ کا خوب اہتمام کیا پس اس نے ان تصانیف کے مقاصد متفرقہ کو ایک جائے جمع کیا اور اس کیطرف دوسری کتابوں سے ان کے چیدہ چیدہ فوائد کو بھی ملایا ہے پس ابن صلاح کی کتاب میں ایسی چیزیں اکٹھی ہوئیں جو کہ اس کے غیر میں متفرق تھے (گویا یہ کتاب جامع المتفرقات سمجھی جاتی تھی) فلہذا کامل لوگوں (یعنی محدثین) اس پر ٹھیر گئے (یعنی اس کی خدمت انجام دینے میں لگ گئے) اور انکے رویہ پر چلے پس شمار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ کتنے لوگ ہیں (ضبط کیلئے) اس کتاب کی نظم کرنے والے اور (کتنے ہیں) اسے اختصار کرنے والے اور (کتنے ہیں) اسکا تکملہ لکھنے والے (یعنی اس سے چھوڑی ہوئی چیزوں کو اسکے ساتھ زیادت فائدہ کیلئے اضافہ کرنے والے) اور (کتنے ہیں اس کے اقتصار کرنیوالے (اور (کتنے ہیں) اس اعتراض کرنے والے اور (کتنے ہیں) اس کی مدد کرنیوالے (یعنی اس پر کئے ہوئے اعتراضات کا جواب دینے والے)

پس مجھ سے (بھی) میرے بعض بھائیوں (خواہ حقیقی ہو یا دینی) نے یہ سوال کیا کہ میں ان کیلئے اس کتاب کی اہم مباحث کا خلاصہ کر دوں پس میں نے چند اوراق میں اسکو ملخص کر دیا اور اسکا نام "نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر" رکھا (ملخص کرنیکا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ) ایسی ترتیب پر جسکو میں نے اختراع وایجاد کیا اور ایسے راستہ (یعنی صورت) پر جسکو میں نے ظاہر کیا ساتھ ساتھ اضافہ کرتے ہوئے اس ملخص کیطرف

تشریح صفحہ گذشتہ۔ جیسا کہ حضرت امداد اللہ کو مکہ میں ہجرت کر لینے کیوجہ سے مہاجر مکی کہا جاتا ہے ۱۲ منہ صفحہ ہذا۔ لہ قولہ مختصر الخ اختصار کہا جاتا ہے کہ کم لفظ میں تمام مقصود کو ادا کر دینا اور زوائد کو حذف کر کے اصل مقصود پر اکتفا کرنیکو اقتصار کہا جاتا ہے اور کسی کتاب کے مثل کتاب لانیکو یا کسی کتاب کے الفاظ ومعانی اور ترتیب ابواب وغیرہ پر اعتراض کرنیکو معارض کہا جاتا ہے اور ثانی معانی ہی یہاں زیادہ ظاہر ہے اور کسی کتاب پر جو اعتراض وارد ہوا اسکا جواب دینے اور کشف نقاب کرنیکو منتصر کہا جاتا ہے ۱۲ کذا فی شرح الشرح۔ کہ قولہ نخبۃ الفکر الخ نخبۃ کے معنی چیدہ وچنا ہوا اسکی جمع نخب ہے اور الفکر یہ فکرۃ کی جمع ہے اس کے معنی غور وفکر یہاں میں اضافت صفت الی الموصوف ہے اصل عبارت الفکر النخبۃ ہے جسکے معنی فکروں کا چیدہ حصہ۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

شوارد[1] الفوائد وزوائد[2] الفوائد فرغب الیّ ثانیاً ان اضع علیها شرحاً یحل رموزھا
ویفتح کنوزھا ویوضح ماخفی علی المبتدی من ذالک فاجبته الی سوالہ رجاء[3] الاندراج
فی تلک المسالک فبالغت فی شرحھا فی الایضاح والتوجیہ ونبھت علی خبایا زوایاھا
لان صاحب البیت ادری بما فیہ فظھرلی ان ایرادہ علی صورة البسط الیق ودمجھا
ضمن توضیحھا اوفق فسلکت ھذہ الطریقة القلیلة السالک فاقول طالباً من اللہ
التوفیق فیما ھنالک[4]

ترجمہ بھاگنے والے نفیس موتیوں اور زائد فائدوں کو (یہ تو اولاً متن کتاب لکھنے کا بیان ہے) پھر ثانیاً انہوں نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اس پر ایسی ایک شرح لکھوں جو حل کردے اس کے رموز واشارات کو اور کھولدے اس کے کنزوں کو (یعنی مخفی معلومات کو جو کہ قیمتی ہونے میں جواہرات کیساتھ مشابہ رکھتے ہیں) اور ان رموز وکنوز کو جو مبتدی (فی اصول الحدیث) طالبوں پر مخفی ہیں ان کو واضح اور روشن کردے چنانچہ میں نے ان راستوں (یعنی مسالک المصنفین فی اصول الحدیث) میں داخل ہونے کے خیال سے اس کے سوال کا جواب دیا (یعنی اردت الجواب) پس میں نے اس کی شرح میں (الفاظ کی) وضاحت و (معانی کی) توجیہات کرنے میں مبالغہ وزیادت (کرنیکا خیال) کیا اور متنبہ (کرنیکا خیال) کیا اس کے گوشوں میں پوشیدہ رکھی ہوئی چیزوں پر (یعنی مخفی معلومات پر) کیونکہ صاحب خانہ اپنے خانگی امور کے بارے میں زیادہ تر واقف ہوتا ہے پس مجھے یہ ظاہر ہوا کہ اسی شرح کو بسط وتفصیل (بان یکون الشرح مع المتن کتاباً مبسوطاً واحداً) کے ساتھ لانا ہی زیادہ لائق ومناسب ہوگا اور متن کتاب (نخبہ) کو اسکی توضیح وشرح کے ضمن میں داخل کردینا (کہ دونوں ملکر ایک ہی بسیط کتاب معلوم ہو) زیادہ تر موافق حال ہوگا، لہذا میں نے اسی راستہ ہی پر چلنے کو اختیار کیا کہ جس پر چلنے والا بہت کم ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں اللہ سے توفیق طلب کرتے ہوئے اس کے بارے میں جو وہاں ہے (یعنے فی بیان مافی المتن) ۱۲

تشریح صفحہ گذشتہ:- اور مصطلح بمعنی اصطلاح اور اثر وحدیث مرادف ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ محدثین کی اصطلاح کے بارے میں چنیدہ افکار، آپنے متن کتاب کا نام یہ رکھا تھا لیکن اس متن پر جب شرح چڑھایا تو اسکا نام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر رکھا نزہۃ کے معنے سیر وتفریح اور نظر کے معنے نگاہ، دانائی ہے جسکا مطلب غالباً یہ کہ نخبۃ الفکر کی توضیح وتشریح کے بارے میں دوبارہ نگاہ پھیرنا ہے ۱۲ منہ

صفحہ ھذا[1]:- قولہ شوارد الخ یہ شاردۃ کی جمع ہے بمعنی بھاگنے والا من شرد البعیر اذا نفر، فرائد فریدۃ کی جمع ہے یکتا موتی نفیس جوہر، یہاں پر نکات حسنہ اور نفائس عجیبہ کو فرائد کے ساتھ تشبیہ دیگئی اور اسکی طرف پہونچنا اور حاصل کرنا مشکل ہونیکو شوارد سے تعبیر کیگئی والحاصل انی ضممت الیہ من النکات الحسنۃ والنفائس العجیبۃ التی ہی کالفرائد الشوارد فی تعسر الوصول الیہا ۱۲ منہ [2] قولہ زوائد الفوائد الخ شاید اس سے کنایہ ہے ان نکات کیطرف جنکو مصنف نے خود اپنی طرف سے اختراع وایجاد کیا ہے اور زوائد سے تعبیر کرنا بھضماً للنفسہ ہے۔ [3] قولہ رجاء الاندراج الخ اندراج کے فاعل اور مسالک سے مراد مختلف ہونیکی وجہ سے مطالب بھی مختلف ہونگے چنانچہ اگر اندراج کا فاعل خود مصنفؒ اور مسالک سے مراد مسالک المصنفین لاصول الحدیث ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ میں اصول حدیث کے مصنفین کے راستہ میں داخل ہونیکی امید سے اسکا سوال کا جواب دیا اور اگر اندراج کا فاعل طالبین لذالک الملتمس اور مسالک سے مسالک معرفت اصطلاح محدثین مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اصطلاحات محدثین کی پہنچانے کے راستہ میں طالبوں کے داخل ہونیکی امید سے میں نے اسکے سوال کا جواب دیا اور اگر اندراج کا فاعل یہ کتاب اور مسالک سے مراد۔ بقیہ آئندہ صفحہ

الخبر عند علماء هذا الفن مرادف للحديث وقيل الحديث ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ وصحبہ وسلم والخبر ما جاء عن غیرہ ومن ثم قیل لمن یشتغل بالتواریخ وما
شاکلها الاخباری ولمن یشتغل بالسنۃ النبویۃ المحدث[۱] وقیل[۲] بینهما عموم وخصوص مطلقاً
فکل حدیث خبر من غیر عکس وعُبّر هنا بالخبر لیکون اشمل[۳] فهو باعتبار وصوله الینا۔

ترجمہ اس فن (اصول حدیث) کے جمہور علماء کے نزدیک خبر حدیث کا مترادف ہے اور بعض کے نزدیک حدیث وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ کے صحابہ وتابعین) سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو غیر سے مروی ہو، اس بنا پر جو شخص تواریخ واس مثل (قصہ گوئی) کا مشغلہ رکھتا ہے اس کو اخباری اور جو شخص سنت نبویہ کا مشغلہ رکھتا ہے اس کو محدث کہا جاتا ہے (یعنی دونوں کے درمیان نسبت تبائن ہے اور بعض کے نزدیک دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے (یعنی خبر عام اور حدیث خاص ہے۔
پس ہر حدیث خبر ہے اور اس کا عکس نہیں ہے (یعنی ہر خبر حدیث نہیں ہے بلکہ بعض خبر حدیث ہے) اور یہاں (یعنی متن کتاب میں) خبر سے تعبیر کی گئی تاکہ خبر (آئندہ آنے والے احکام میں) حدیث رسول کو تمام اقوال کے اعتبار سے) زیادہ تر شامل رکھے (اور بعض کے نزدیک دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے) (یہاں سے ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے خبر کی تقسیم شروع ہو رہی ہے) پس خبر ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے (چند حالات پر)

تشریح صفحہ گذشتہ: مسالک کتب الائمۃ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب ائمہ حدیث کی کتابوں کے مسلک وراستہ میں داخل ہونے کی امید ہے (بان ینفع بہ کما نفع بتلک الکتب) میں نے اس کے سوال کا جواب دیا۔ ملخص الشرح ۔ سلکہ قولہ هٰذا لک یہاں پر محل کا تقاضہ ہے کہ ہٰذا اسم اشارہ قریب لایا جائے کیونکہ متن کتاب تو قریب ہی ہے تاہم اسم اشارہ بعید لانا یا تو رعایت سجع کے لئے یا تو اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ شرح لکھنے کا زمانہ کتابت متن سے بہت بعد میں ہے ۱۲ کذا فی شرح الشرح ۔

فائدہ:۔ تعریف اصول حدیث کی یہ ہے کہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ مقبول ومردود ہونے کی حیثیت سے خبر وراوی کی حالات دریافت کئے جا سکیں۔ موضوعہ:۔ الراوی والمروی من حیث ذالک وغایتہ:۔ معرفۃ ما یقبل وما یرد من ذالک ۱۲ ع ب

صفحہ ھذا:۔ سلہ قولہ المحدث الخ فیہ ان مقتضی المقابلۃ ان المحدث مختص بروایات الاحادیث المرفوعۃ والحال انہ اعم لشمولہ روایۃ الصحابی والتابعی ولعلہ علی التغلیب ۱۲ کذا فی شرح الشرح ۔ سلہ قولہ قیل بینهما عموم وخصوص مطلقاً الخ یعنی حدیث صرف ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قولٍ او فعلٍ او تقریر کو کہا جاتا ہے اور خبر عام ہے فانہ یطلق علی ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ والتابعین رضی اللہ عنہم ۱۲ مقدمہ فتح الملہم ۔ سلہ قولہ اشمل قول اول یعنی ترادف کے اعتبار سے خبر پر جتنے امور جاری ہوں گے وہ سب حدیث کیلئے ہونا تو ظاہر ہی ہے اور قول دوم یعنی تبائن کے اعتبار سے حدیث کو شامل رکھنا ایسا ہے جب یہ سب امور و شرائط کا اعتبار خبر یعنی حدیث رسول کے غیر میں کیا جائے تو حدیث رسول میں اسکا اعتبار ہونا تو بطریق اعلیٰ ثابت ہونگے اور قول ثالث یعنی خبر عام ہونیکے اعتبار سے حدیث کو شامل رکھنا ایسا ہے کہ کہا جائے جب خبر کیلئے ان امور کا اعتبار کیا جائے جو کہ عام ہے تو جو خاص ہے یعنی حدیث اسکے لے اسکا اعتبار ہونا ظاہر ولازم ہے لان ما ثبت للاعم ثبت للاخص مثلاً اذا ثبت المشی للحیوان ثبت للانسان بلا کلام فافہم ۔ ۱۲ منہ ۔

فائدہ:۔ الحدیث فی اللغۃ ضد القدیم وفی اصطلاحہم قول الرسول وفعلہ وتقریرہ وصفتہ حتی فی الحرکات والسکنات فی الیقظۃ والمنام کذا ذکرہ السخاوی وفی الخلاصۃ والصحابی والتابعی الخ ۱۲ ۔

اما ان یکون لہ طرق ای اسانید کثیرۃ لان طرقا جمع طریق وفعیل فی الکثرۃ یجمع علی فُعُل بضمتین وفی القلۃ علی افعلۃ والمراد بالطرق الاسانید والاسناد حکایۃ طریق المتن و المتن ھو غایۃ ماینتھی الیہ الاسناد من الکلام وتلک الکثرۃ احد شروط التواتر اذا وردت بلاحصر عدد معین بل تکون العادۃ قد احالت تواطؤھم[1] علی الکذب وکذا وقوعہ منھم اتفاقا من غیر قصد فلا معنی لتعیین العدد علی الصحیح ومنھم من عینہ فی الاربعۃ وقیل فی الخمسۃ وقیل فی السبعۃ وقیل فی العشرۃ وقیل فی الاثنی عشر وقیل فی الاربعین وقیل فی السبعین وقیل غیر ذالک وتمسک[2] کل قائل بدلیل جاء فیہ ذکر ذالک العدد فافاد العلم ولیس بلازم۔

ترجمہ یا تو اس کیلئے بہت طرق یعنی بہت اسنادیں ورداتیں ہوں گے (طرق کے معنے اسانید کثیرہ کیسے ہوئے اسکا بیان فرماتے ہیں) کیونکہ طرق یہ طریق کی جمع ہے اور فعیل کی جمع کثرت فُعُل کے وزن پر لائی جاتی ہے (جیسے سُرُر جمع سریر کی ہے) اور جمع قلت میں اس کی جمع افعلۃ کے وزن پر لائی جاتی ہے (جیسے ارغفۃ جمع رغیف کی ہے) اور طرق سے مراد اسانید ہیں اور اسناد نام ہے متن حدیث کے طریق (یعنی اسماء رواۃ) کا جس کلام کی طرف اسناد منتہی ہوتا ہے وہی کا نام متن ہے اور یہ کثرت مذکورہ حدیث متواتر ہونیکی شرائط میں سے ایک شرط ہے جبکہ یہ اسانید کثیرہ بغیر حصر عدد معین کے وارد ہو بلکہ ان کا جھوٹ پر (عمداً) اتفاق ہو جانا اور ایسا ہی بلا قصد اتفاقیہ طور پر ان سے کذب واقع ہو جانا عادۃً محال ہو اور صحیح قول پر (الذی علیہ الجمہور) تعیین عدد کے کوئی معنی اور ضرورت نہیں ہے اور انہوں میں سے بعض (ای بعض الاصولیین) نے چار کے اندر متعین کر لیا اور بعض نے پانچ میں اور بعض نے سات میں، اور بعض نے دس میں اور بعض نے بارہ میں اور بعض نے چالیس میں اور بعض نے ستر میں اور بعض نے دوسرے اقوال بھی کہتے ہیں ہر ایک قائل ہی نے اپنے اپنے قول پر ایسی کوئی دلیل (بحدیث اور آیۃ) سے استدلال کیا جس میں اس خاص عدد کا ذکر ہے پس مفید علم یقین ہوتے (مصنف ان کے استدلال کا جواب دیتے ہیں کہ) لیکن یہ بات کوئی لازمی نہیں (کہ ایک بابت میں کوئی خاص عدد مفید علم یقین ہونے سے)۔

تشریح [1] قولہ تواطؤھم الخ تواطؤ کہا جاتا ہے کہ کسی قوم کا کذب پر مشورہ کر کے اتفاق ہونا کہ کوئی ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا خلاف نہ کہے اور توافق علی الکذب کہا جاتا ہے کہ بغیر مشورہ، وبغیر قصد وارادہ کے ان سے خلاف واقع بات صادر ہو جانا ۱۲ کذا فی الحاشیہ [2] قولہ وتمسک الخ بعض نے شہود زنا پر قیاس کر کے کم از کم چار بتائے ہیں اور بعض نے لعان پر قیاس کر کے پانچ اور بعض نے دس (بنظر اقل جمع کثیر عشرہ) اور بعض نے بارہ باعتبار نقباء بنی اسرائیل لانھم کانوا اثنا عشر نقیباً فی قولہ تعالی وبعثنا منھم اثنی عشر نقیباً اور بعض نے چالیس بہ فحوائے قولہ تعالی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین کیونکہ یہ آیت جب نازل ہوئی تھی تو اس وقت مؤمنین صرف چالیس تھے اور بعض نے ستر بہ لحاظ قولہ تعالی واختار موسی قومہ سبعین رجلاً ۱۲ عب

ان يطرد فی غيره لاحتمال الاختصاص فاذا ورد الخبر كذالك وانضاف اليه ان يستوی الامر فيه فی الكثرة المذكورة من ابتدائه الی انتهائه والمراد بالاستواء ان لا تنقص الكثرة المذكورة فی بعض المواضع لا ان لا يزاد اذ الزيادة ههنا مطلوب من باب الاولی وان يكون[1] مستند انتهائه الامر المشاهد او المسموع لا ما ثبت بقضية العقل الصرف فاذا اجتمع هذه الشروط الاربعة وهی عدد كثير احالت العادة تواطئهم وتوافقهم علی الكذب رووا ذالك عن[2] مثلهم من الابتداء الی الانتهاء وكان مستند انتهائهم الحس وانضاف الی ذالك ان يصحب خبرهم افادة العلم لسامعه فهذا هو المتواتر وما تخلفت افادة العلم عنه كان مشهورًا فقط فكل[3] متواتر مشهور من غير عكس وقد يقال ان الشروط الاربعة اذا حصلت استلزمت حصول العلم

ترجمہ کہ یہ دوسری بابت میں بھی مفید علم یقین ثابت ہو کیونکہ اس میں خصوصیت کا احتمال ہے (بان يكون مخصوصًا بهذه الواقعة) پس جب خبر ایسا ہی وارد ہو (ای بالكثرة غير محصورة) اور اس کے ساتھ یہ بھی ملے کہ ابتداء روایت سے انتہاء روایت تک خبر کے اندر کثرت مذکورہ کا معاملہ برابر رہے اور استواء و برابری سے مراد یہ ہے کہ بعض مواضع میں کثرت مذکورہ (ای العدد الذی احالت العادة الخ) کا کم نہ ہو جانا نہ کہ یہ معنی کہ (کسی جگہ میں) اس سے زیادہ نہ ہو کیونکہ زیادہ ہونا تو یہاں (ای فی باب الخبر ولو متواترًا) بطریق اولی مطلوب ہے اور جب اس کے ساتھ یہ بھی ملے کہ خبر کی سند کے منتہی امر مشاہدہ (بان يقول الراوی رائيت رسول الله الخ) یا امر مسموع ہو (بان يقول سمعت الخ) نہ کہ ایسا ہو جو کہ صرف باقتضاء العقل ثابت ہوا ہے پس جب خبران تمام شروط اربعہ کے جامع ہو اور شروط اربعہ یہ ہے عدد کثیر ہو کہ عادۃً انہوں کا کذب پر (عمدًا) متفق ہو جانا اور بلا قصد بھی انہوں کا کذب پر توافق ہونا محال ہو اور وہ اپنے جیسے کثیر افراد سے ابتداء روایت سے انتہاء روایت تک روایت کریں اور ان کی انتہا مستند امر حسی ہو اور جب ان مذکورہ چار شرطوں کیساتھ یہ (پانچویں شرط بھی منضم ہو) کہ اسکے سننے والا کو علم یقین کا فائدہ دینا انکی خبر کیساتھ مصاحب ہو پس یہ (یعنی پانچوں شرائط کا جامع) خبر متواتر ہے اور جس خبر سے (مع وجود الشرائط المتقدمة) افادہ علم یقین متخلف ہو (یعنے علم یقین کا فائدہ کسی عارض سے مندفع ہو جائے) وہ فقط خبر مشہور (بالمعنی اللغوی) ہو گا پس ہر متواتر مشہور (بالمعنی اللغوی ای مشهور علی السنة الناس) ہے نہ کہ اسکا عکس (ہر مشہور علی السنة الناس متواتر نہیں ہے بلکہ بعض انکا متواتر ہے جو شرائط خمسہ کا جامع ہو) اور کبھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ (پہلی) چاروں شرطیں جب ہی حاصل ہونگی تو علم یقین کا حاصل ہونا لازم کر دیتا ہے (لہذا اسمیں پانچویں شرط کا اضافہ کرنیکی کیا فرورت ہے)

تشریح [1] قوله مستند انتهائه الخ قيل المراد بالمشاهدة ما يقابل الغيب فتناول مطلق الاحساس فقوله او المسموع تخصيص بعد تعميم لتعلق اكثر الاخبار به وقوله لا ما ثبت الخ كوجود الصانع وتعدده وقدمه وقدم صفاته وحدوث العالم بمفرداته ومركباته وكزيادة عدد الاثنين علی الواحد ١٢ شرح الشرح [2] قوله عن مثلهم الخ المراد مثلهم فی كون العادة تحيل تواطئهم علی الكذب وان لم يبلغ عددهم فالسبعة العدول ظاهرًا وباطنًا مثل العشرة العدول فی الظاهر فقط مثلا فان الصفات تقوم مقام الذات بل تفيد قول سبعة صلحاء العلم ولا تفيده قول عشرة دونهم فی الصلاح فالمراد حينئذ المماثلة فی افادة العلم لا فی العدد ١٢ عب [3] قوله كل متواتر الخ ترجمہ کرتے وقت بالمعنی اللغوی کی قید زیادہ کیگئی کیونکہ اصطلاحی خبر مشہور تو وہی ہے جسمیں علم یقین نہ ہو لہذا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کل متواتر مشہور (ای بالمعنی الاصطلاحی) جب صحیح نہیں ہے تو ضرور بالضرور اسمیں بالمعنی اللغوی کی قید ملحوظ ہوگی ١٢ منه

وهوكذالك فى الغالب لكن قد يتخلف عن البعض لمانع وقد وضح بهذا التقرير تعريف المتواتر وخلافه قد يرد بلاحصر ايضا لكن مع فقد بعض الشروط او مع حصر بما فوق الاثنين اى بثلاثة فصاعدا مالم يجتمع شروط المتواتر او بهما اى باثنين فقط او بواحد فقط والمراد بقولنا ان يراد باثنين ان لا يرد باقل منهما فان ورد باكثر فى بعض المواضع من السند الواحد لا يضر اذ الاقل فى هذا العلم يقضى على الاكثر فالاول المتواتر وهو المفيد للعلم اليقينى فاخرج النظرى على ما ياتى تقريره بشروطه التى تقدمت واليقين هو الاعتقاد الجازم المطابق وهذا هو المعتمد ان الخبر المتواتر يفيد العلم الضرورى وهو الذى يضطر الانسان اليه بحيث لا يمكن دفعه

ترجمہ (مصنفؒ اسکا جواب دیتے ہیں کہ) اکثر اخبار تو ایسا ہی ہوتی ہیں (یعنی ان سے علم یقین حاصل ہو جاتا ہے) لیکن بعض اخبار میں کسی مانع کیوجہ سے علم یقین اس سے متخلف ہو جاتا ہے (لہذا اس میں شرط رابع کے اشتراط ضرورت ہوئی) اب اس تقریر مذکور سے خبر متواتر کی تعریف واضح ہوگئی اور متواتر کے غیر (یعنی خبر مشہور) بھی کبھی عدد غیر محصور کیساتھ وارد ہوتا ہے مگر ساتھ متواتر کے بعض شرائط نہ ملنے کے یا تو خبر دو کے اوپر عدد محصور یعنی تین یا اس سے زائد طرق سے جبتک اسمیں شروط متواتر مجتمع نہ ہوں یا تو (کسی جگہ میں) صرف دو طریق یا صرف ایک طریق سے مروی ہوگی (قول سابق کی شرح کرتے ہوئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) ہمارے قول کہ دو طریق سے (یا ایک طریق سے) خبر کے مروی ہے مراد یہ ہے کہ اس سے کم طریق سے کہیں مروی نہ ہو پس اگر سند واحد (او السندین) کے بعض مواضع میں خبر اس سے زیادہ طریق سے مروی ہو جائیں تو اسکو کوئی ضرر نہیں پہونچاتا ہے (فی کونہ عزیزا وغریبا) کیونکہ اس علم (اصول حدیث) میں قلیل کثیر پر غالب ہوتی ہے (مثلا اگر کوئی حدیث دو سے زائد طرق سے مروی ہو کر چلے آرہی ہے اتفاقاً کسی موضع میں آکر دو راوی ہو گئے تو اس حدیث کو عزیز ہی کہیں گے نہ کہ مشہور۔ قس علی ہذا البواقی) پس اول قسم (یعنی سب سے پہلے متن میں جسکا ذکر گذرا) وہ خبر متواتر ہے اور وہ ہی علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے پس اس سے مفید للعلم النظری ہونے کو نکالدیا جسکا بیان آرہا ہے (بشروطہ التی تقدمت کا تعلق سابق متن کیساتھ ہے یعنی خبر متواتر مفید للعلم الیقینی ہوگی) اپنی شرائط متقدمہ کے ہوتے ہوئے اور یقین اعتماد قطعی واقعی کا نام ہے اور یہی بات معتمد ہے یعنی تحقیق کہ متواتر علم یقین ضروری کا فائدہ دیتی ہے اور ضروری اسکو کہتے ہیں جسکے حصول کیطرف انسان مجبور ہوتا ہے بایں طور کہ اسکو دفع ممکن ہی نہ ہو بلکہ بداہۃً حاصل ہو جاتا ہے)

تشریح ۱؎ قولہ لمانع الخ ککون المخبر مستحیلاً عقلیاً عند الملقی الیہم کانشقاق القمر عند الفلسفی ۱۲، ۲؎ قولہ وہو المفید الخ علم دو قسم پر ہے یقینی یعنی ضروری و نظری، ضروری وہ علم ہے جسکے حصول کیطرف انسان مجبور ہوتا ہے اور اس کو دفع کرنیکی طاقت نہیں رکھتا ہے یعنی یعنی بلا نظر و فکر حاصل ہو اسلئے یہ علم ہر اس شخص کو بھی حاصل ہوتا ہے جسکے اندر نظر و فکر کی صلاحیت بھی نہ ہو اور نظری وہ ہے جو بذریعہ نظر حاصل ہو مصنفؒ کی عبارت وہو المفید الخ پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے خبر و مبتدا کو معرفہ لایا جو کہ مفید للحصر ہے جس کے معنی یہ ہوتا ہے کہ خبر متواتر ہی علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ غیر، حالانکہ مشاہدہ کبھی علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے اسکا جواب یہ کہ یہاں پر حصر اضافی ہے یعنی بہ نسبت خبر کی دوسری اقسام کے خبر متواتر ہی صرف مفید علم یقینی ہے یا تو یہاں حصر مسند الیہ فی المسند یعنی خبر متواتر فائدہ نہیں دیتا ہے مگر علم یقینی کا فلا اشکال ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ۔

وقیل لا یفید العلم الا نظریاً[1] ولیس بشیٔ لان العلم بالمتواتر حاصل لمن لیس له اهلیۃ النظر کالعامی اذ النظر ترتیب امور معلومۃ او مظنونۃ یتوصل بھا الی علوم او ظنون ولیس فی العامی اهلیۃ ذالک فلو کان نظریاً لما حصل لھم ولاح بھذا التقریر الفرق بین العلم الضروری والعلم النظری اذ الضروری یفید العلم بلا استدلال والنظری یفیدہ ولکن مع الاستدلال علی الافادۃ[2] وان الضروری یحصل لکل سامع والنظری لا یحصل الا لمن له اهلیۃ النظر وانما ابھمت[3] شروط التواتر فی الاصل لانہ علی ھذہ الکیفیۃ لیس من مباحث علم الاسناد اذ علم الاسناد یبحث فیہ عن صحۃ الحدیث وضعفہ لیعمل بہ او یترک بہ من حیث صفات[4] الرجال وصیغ الادا ، والمتواتر لا یبحث عن رجالہ بل یجب العمل بہ من غیر بحث

ترجمہ اور بعض (یعنے امام الحرمین من الاشاعرۃ وابو الحسین البصری والکعبی من المعتزلۃ) کے نزدیک خبر متواتر نہیں فائدہ دیتی ہے مگر علم نظری کا (مصنف رح اسکو رد کر دیتے ہیں) یہ قول (بالکل واہی ہے حقیقت میں) کوئی شی ہی نہیں کیونکہ متواتر سے ہر ایسے شخص کو (بھی) علم حاصل ہوتا ہے جسکو بالکل نظر کی صلاحیت ہی نہیں جیسے عوام الناس، چونکہ نظر کہتے ہیں امور معلومہ کو ترتیب دینا (کقولنا العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث) یا امور مظنونہ کو ترتیب دینا (کقولنا زید یطوف باللیل وکل من یطوف باللیل فھو سارق فزید سارق) تاکہ ان امور کے ذریعہ دوسرے علوم وظنون (لف نشر مرتب ہے) کیطرف پہونچ سکے اور عوام کیلئے تو ترتیب مقدمات کی اہلیت نہیں پس اگر متواتر سے حاصل شدہ علم نظری ہوتا تو انکو اسکا علم حاصل نہ ہوتا اور اس تقریر (سابق) سے علم ضروری اور علم نظری کے درمیان کا فرق ظاہر ہو گیا کیونکہ ضروری وہ ہے جو بلا استدلال وترتیب مقدمات کے مفید للعلم ہو اور نظری وہ ہے جو مفید للعلم ہو لیکن ساتھ استدلال علی الافادۃ (ای علی الادلۃ) کے اور (دوسرا فرق یہ ہے) تحقیق کہ علم ضروری ہر سامع کو (صرف سماع ہی سے) حاصل ہو جاتا ہے اور نظری حاصل نہیں ہوتا ہے مگر جسکو نظر وترتیب مقدمات کی اہلیت ہو (ای یحصل له بعد النظر) اور جزیں نیست کہ متن کتاب میں متواتر کی شرائط کو میں نے مبہم رکھا کیونکہ متواتر اپنی اسی کیفیت وصورت (المذکورۃ فی الشرح) پر علم الاسناد کی مباحث سے نہیں ہے کیونکہ علم الاسناد میں صفات رجال اور صیغ ادا کے اعتبار سے حدیث یا ضعیف ہونیکی بحث کیجاتی ہے تاکہ (اگر حدیث صحیح ہو) اسپر عمل کیا جائے (اگر ضعیف ہو) اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے اور خبر متواتر تو اسکی شان یہ ہے کہ اسکی اوصاف رجال سے بحث نہیں کیجاتی ہے بلکہ بغیر بحث وتفتیش اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے ۱۲ ۔

تشریح [1] قولہ نظریاً الخ ای علماً حاصلاً بالنظر بان یقال ہذا خبر اخبرہ جماعۃ یستحیل توافقہم علی الکذب الخ وکل خبر ہذا شانہ فہو صادق فہذا الخبر صادق، والجواب ان العلم الحاصل بالمتواتر لا یتوقف علی ہذا الترتیب والنظر والنظری ما یتوقف حصولہ علی النظر ۱۲، حب [2] قولہ علی الافادۃ ای علی طریق الافادۃ او علی ما یستفاد بہ المطلوب من الادلۃ اقام الافادۃ مقام الاستفادۃ تسامحا لان الافادۃ سبب الاستفادۃ ومفض الیہا ۱۲ شرح الشرح

[3] قولہ وانما ابھمت الخ خبر متواتر کی دو حیثیت ہے ایک یہ کہ وہ بھی ایک خبر ہے اپنے مقابلوں کے مانند، دوم یہ کہ وہ اپنی تمام شرائط کیساتھ مشتمل ہے پس وہ خبر ہونیکی حیثیت سے علم الاسناد میں اس سے بحث کیجاتی سکتی ہے اسلئے اسکو متن کتاب میں ذکر کر دیا اور وہ اپنی شرائط کیساتھ جامع ہونیکی حیثیت سے علم الاسناد میں اس سے بحث نہیں کیجا سکتی ہے اس لئے اسکی شرائط کو متن کتاب میں ذکر نہیں کیا بلکہ شرح میں بیان کیا۔ بقیہ آئندہ

فائدہ ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ الا ان یدعی ذالک فی حدیث[۱] من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار وما ادعاہ من العزۃ ممنوع وکذا ما ادعاہ غیرہ من العدم لان ذالک نشأ عن قلۃ الاطلاع علی کثرۃ الطرق واحوال[۲] الرجال وصفاتہم المقتضیۃ لابعاد العادۃ ان یتواطؤا علی الکذب او یحصل منہم اتفاقا ومن احسن مایقرر بہ کون المتواتر موجودًا وجود کثرۃ فی الاحادیث ان الکتب المتداولۃ بایدی اھل العلم شرقًا وغربًا المقطوع عندھم بصحۃ نسبتہا الی مصنفہا اذا اجتمعت علی اخراج حدیث وتعددت طرقہ تعددا تحیل العادۃ تواطؤھم علی الکذب الی اخر الشروط افاد العلم الیقینی بصحۃ نسبتہ الی قائلہ

ترجمہ فائدہ :- ابن صلاحؒ نے ذکر کیا ہے کہ تفسیر سابق کی بناء پر حدیث متواتر کا وجود نہایت قلیل ہوگی (قریب کہ نہ ملے) مگر (صرف) حدیث من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار کے بارے میں تواتر کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے (مصنفؒ اسکا جواب دیتے ہیں کہ) ابن صلاحؒ نے قلت کا جو دعویٰ کیا ہے یہ ممنوع و مردود ہے اور ایسا ہی دیہ قول بھی مردود ہے) جو دعوی کیا ان کے غیر (کا بن حبان و الحازمی) نے کہ حدیث متواتر بالکل عدیم الوجود ہے، کیونکہ یہ (دونوں دعوی) پیدا ہوا بسبب اسکی کم اطلاع ہونے کثرت اسانید وحالات واوصاف رواۃ پر جو کہ مقتضی ہے اس بات کا کہ عادت بعید و محال سمجھیں (قصدًا) انہوں کا جھوٹ پر متفق ہو جانے یا انہوں سے اتفاقیہ طور سے کذب. حاصل ہو جانیکو اور سب سے اچھی اور احسن دلیل یہ ہے جو احادیث میں خبر متواتر بکثرت موجود ہونیکو ثابت کرتی ہے کہ بیشک شرقًا وغربًا (جنوبا وشمالا) اہل علم کے ہاتھوں میں (احادیث کی) جو کتب مشہورہ متداول ہیں (کا بخاری و مسلم وغیرہما) جنکا اپنے مصنفین کیطرف انتساب صحیح ہونا اہل علم کے پاس (ایک امر یقینی ہے جبکہ یہ سب کتابیں کسی حدیث کے اخراج پر اجماع ہو جائیں، اور اسکے اسانید و رواۃ ایسے متعدد و کثرت سے ہو کہ عادۃً انکا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو یہاں تک کہ تواتر کی تمام شرائط مل جائیں تو (اس قسم اجتماع سے) اس حدیث کا انتساب اپنے قائل کیطرف صحیح ہونیکو بطور علم یقین مفید ہوتا ہے (کحدیث غسل الرجلین ومسح الخفین) ..

تشریح صفحہ گذشتہ :- اور متن وشرح اگرچہ ایک کتاب کے مانند ہے لیکن تب بھی مذکور فی المتن و مذکور فی الشرح میں فرق کیا گیا ۱۲ عبہ ـ
[۱] قولہ صفات الخ یعنی راوی کی عدالت اور ضبط وغیرہا کے بارے میں بحث کرنا وقولہ صیغ الادا یعنی راوی کیسے الفاظ اور صیغوں سے حدیث بیان کرتا ہے من قولہم سمعت وحدثنا واخبرنا وانبانا ونحوہا ۱۲ منہ

صفحہ ھٰذا :- قولہ حدیث من الخ اس حدیث کے رواۃ صحابہ میں بھی سو سے زائد ہے ان میں عشرۂ مبشرہ بھی ہیں پھر اس کے بعد اس کے رواۃ کی کثرت مع اجتماع الشروط رہی ۱۲ کذا فی شرح الشرح فلفظ الادعاء لیس علی ماینبغی ۱۲ عب [۲] قولہ واحوال الرجال الخ اگر کوئی اعتراض کرے کہ پہلے گذر چکا کہ خبر متواتر میں احوال رجال کے بارے میں بحث نہیں کیجاتی ہے اور یہاں پر سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بحث ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ کہ پہلے جو گزرا اسکا مطلب یہ ہے کہ خبر متواتر متواتر ہونے کی حیثیت سے اور وہ تمام شروط پر مشتمل ہونیکے اعتبار سے اس علم میں اس سے بحث نہیں کیجاتی ہے اور یہاں کے کلام کا مطلب یہ ہے کثرت طرق واحوال رجال خبر متواتر ہونیکا مقتضی ہو نہ یہ کہ ثبوت تواتر کے بعد اسکے احوال رجال سے بحث کیجاتی ہے فلامنافات بینہما فان البحث عن احوال الرجال وکثرۃ الطرق لاثبات التواتر وعدم البحث بعد الثبوت ۱۲ عب مع زیادۃ ـ

ومثل ذالك فی الكتب المشهورة كثير[1] والثانی[2] وهو اول اقسام الاحاد ماله طرق محصورة باكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمی بذالك لوضوحه وهو المستفيض علی رای جماعة من ائمة[3] الفقهاء سمی بذالك لانتشاره من فاض الماء يفيض فيضاً ومنهم من غاير بين المستفيض والمشهور بان المستفيض يكون فی ابتدائه وانتهائه سواء والمشهور اعم من ذالك ومنهم من غاير علی كيفية اخری وليس من مباحث هذا الفن ثم المشهور يطلق علی ما حررنا وعلی ما اشتهر علی الالسنة فيشتمل ماله اسناد واحد بل ما لا يوجد له اسناد[4] اصلاً

اور اسم اس قسم احادیث تو کتب مشہورہ میں بہت ہیں اور ثانی قسم وہ اصطلاح محدثین میں خبر مشہور ہے اور قسم ثانی وہ اقسام آحاد

ترجمہ کی پہلی قسم ہے (یعنی جسکے طرق و رواۃ دو سے زائد محصور عدد کا ہو (اور طرق محصور یہ اسکے غالب افراد کا حال ہے ورنہ بعض اوقات اسکے طرق غیر محصور ہوتا ہے) اس حدیث کی وضاحت اور شہرت کے سبب اسکو مشہور کرکے نام رکھا گیا اور (اسی حدیث) (کا نام) مستفیض (بھی) ہے ایک جماعت ائمہ اصول فقہ کی رائے پر (یعنی مشہور و مستفیض دونوں مترادف ہیں) وہ (چاروں طرف پھیلنے اور اشتہار ہونیکی وجہ سے اسکا نام مستفیض کرکے رکھا گیا وہ مشتق ہے (اہل عرب کے اس مقولہ) فاض الماء سے یعنی پانی کثرت سے بہا (یقال ذالک اذا کثر الماء حتی سال علی طرف الوادی) (یفیض فیضًا سے دکھاتا ہے کہ یہ باب ضرب کے معنی سے ماخوذ ہے) انہوں (یعنی ائمہ اصول فقہ) میں کا بعض نے مستفیض اور مشہور میں فرق کیا کہ مستفیض کے اندر ابتداء انتہاء (اور درمیان) میں رواۃ کا سلسلہ (یعنی ابتداء سے انتہاء تک مع کثرت منحصرہ) یکساں ہوتا ہے اور مشہور اس سے عام ہے (یعنی مستفیض کیطرح تو ہوتا ہی ہے ساتھ ساتھ اس حدیث کو بھی شامل ہے جسکی ابتداء خبر واحد کے طور پر منقول ہو) اور ان میں کا بعض نے دوسرے طور پر فرق بیان کیا ہے (یعنی مستفیض وہ جسکو امت نے تلقی بالقبول کر لیا بغیر اعتبار عدد کے والمشہور ماله طرق محصورة باكثر من اثنين اس تفسیر کی بناء پر) مستفیض اس فن (اصول حدیث) کی مباحث سے نہیں ہے (کیونکہ اس فن میں رواۃ کا اعتبار ہے اور چونکہ اسمیں رواۃ کا کوئی اعتبار نہیں فلذا لیس ہذا من مباحث ہذا الفن) پھر (بات یہ ہے کہ مشہور کا اطلاق ما حررنا پر ہوتا ہے اور اس پر بھی جو حدیث مشہور علی السنۃ الناس ہوگئی پس (اس اطلاق سے) مشہور ان تمام احادیث کو شامل رکھتی ہے جنکا صرف ایک اسناد یا اس سے زائد اسنادیں ہو (یعنی جبکہ وہ اسنادیں حد متواتر یا مشہور تک نہ پہونچیں) بلکہ جنکا اسناد اصلا ہی نہیں پایا جاتا ہے (لیکن مشہور علی السنۃ الناس ہوگیا تو اس کو بھی شامل رکھے گی باین معنی متواتر کو بھی مشہور کہا جا سکتا ہے) ۱۲

تشریح [1] قوله كثير الخ كحديث الشفاعة والحوض وشق القمر وحنين الجذع وحديث الائمة من قريش وحديث اهتز العرش لموت سعد وامثالها مصنف کے دعویٰ کثرت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کتب متداولہ کے اجماع سے مراد اگر کسی حدیث کے ایک لفظ پر اتفاق ہونا مراد ہو تو اسکا وجود دشوار ہے اور اگر اجتماع سے مطلق اجتماع مراد ہو چاہئے لفظ میں ہو یا معنے میں تو اسمیں نزاع نہیں کیونکہ نزاع تواتر نقلی کے وجود کے بارے میں ہے نہ کہ تواتر معنوی میں فانہ مسلم وجودہ ۱۲ عب [2] قوله والثانی الخ الثانی مبتدا و قولہ المشہور اسکی خبر ہے وقولہ وهو اول اقسام الاحاد جملہ معترضہ ہے وقوله ماله طرق محصورة باكثر من اثنين یہ بدل وهو اول اقسام الاحاد ہے اور مشہور سے پہلے لفظ ہو کا اعادہ کیا ہو کنایۃ عن المبتدا لطول الفصل بينه وبين الخبر ۱۲ كذا فی شرح الشرح ترجمے سے اسکی ترکیب ظاہر ہے [3] قوله ائمة الفقهاء اسمیں اضافت لامیہ ہے ای الائمة للفقهاء اور فقہاء سے مراد علماء الفروع ہے پس ائمہ سے مراد علماء اصولیین ہونگے کذا فی شرح الشرح اسلئے ترجمہ میں لفظ ائمہ اصول فقہ اختیار کیا گیا ۱۲

[4] قوله ما لا يوجد له الاسناد اصلاً الخ وامثلته كثيرة منها حديث لولاك لما خلقت الافلاك قال الصغانی انه موضوع ومنها حديث انا افصح من نطق بالضاد ومنها

والثالث العزیز وھو ان لا یرویہ[1] اقل من اثنین عن اثنین وسمی بذالک اما لقلۃ وجودہ واما لکونہ عز ای قوی بمجیئہ من طریق آخر ولیس شرطا للصحیح خلافاً لمن زعمہ وھو ابو علی الجبائی[3] من المعتزلۃ والیہ یومی[2] کلام الحاکم ابی عبد اللہ فی علوم الحدیث۔

ترجمہ اور قسم ثالت خبر عزیز ہے اور وہ یہ ہے کہ نہ روایت کرے اسکو دو سے کم راوی دو سے کم راوی سے (یعنی ہر ایک طبقہ میں اس کے راوی کم از کم دو ہوں البتہ اگر کسی طبقہ میں دو سے زائد راوی ہو تو وہ عزیز ہوتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں اذ الاقل فی ہذا العلم تقضی علی الاکثر) اسکا نام عزیز رکھے یا تو اس لئے رکھا گیا کہ اسکا وجود کم ہے (یعنی جب عز یعز بکسر العین فی المضارع اذا قل سے مشتق ہو) یا تو اس لئے کہ وہ قوی ہوگئی دوسرے طریق سے آنے کے سبب (جبکہ وہ عز یعز بفتح العین فی المضارع اذا قوی واشتد سے مشتق ہو) اور خبر صحیح کیلئے عزیز ہونا (جمہور کے نزدیک) شرط نہیں ہے بخلاف ان کے جس نے اسکا گمان کیا ہے (یعنی شرط ہونیکے قائل ہوئے) وہ شخص (ائمہ) معتزلہ میں سے ابو علی الجبائی ہے اور حاکم ابو عبد اللہ کے کلام (بھی اپنی کتاب اعلوم الحدیث کے اندر اسی طرف اشارہ کرتا ہے (یعنی ان کے کلام سے اشتراط ہونیکو بھی لیا جا سکتا ہے)

تشریح [1] نوقش فی عبارۃ الشرح فقیل الاولی ان یقول وھو ما یرد باثنین فی بعض المواضع ولا یرد باقل فی موضع حتی لا یرد علی المتواتر والمشہور یعنی اولی یہ کہ کہا جائے خبر عزیز وہ ہے جسکو روایت کرنے میں کسی طبقہ میں راوی دو ہوں لیکن کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہو مصنف رح کی تعریف میں خبر متواتر و مشہور بھی داخل ہو جاتی ہے، فتفکر ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ یومی الخ مصنف وہ صرح کے بجائے والیہ یومی کا لفظ اختیار کیا کیونکہ کلام حاکم دو احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ بان یکون لہ راویان میں لہ کی ضمیر صحیح کیطرف لوٹتی ہے اور بان یکون کی با بمعنی مع ہے پس معنی یہ ہے کہ صحیح وہ حدیث ہے جسکو مشہور بالروایت صحابی روایت کرے ساتھ ساتھ صحابی سے اس حدیث صحیح کی روایت کرنیوالا دو ہوں پھر اس حدیث کے ہر ایک راوی سے اس حدیث کو دو دو شخص روایت کرے ہلم جرا اس احتمال سے صحیح کیلئے عزیز کا اشتراط صراحۃً مفہوم ہوتا ہے ظاہر بہذا التوجیہ انہ لا یشترط للعزیزیۃ التعدد فی الصحابی عند الحاکم۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ لہ کی ضمیر صحابی کیطرف لوٹتی ہے (چنانچہ میں نے ترجمہ میں اسی ہی اختیار کیا) پس اسوقت معنے یہ ہے کہ حدیث صحیح وہ ہے جسکو مشہور بالروایت صحابی روایت کرے صحابی کا مشہور ہونیکی صورت یہ ہے اس سے حدیث روایت کرنیوالا کم سے کم دو راوی ہوں اگرچہ انیں کا ایک اس حدیث کو روایت کرتا ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس حدیث کو دونوں روایت کریں پھر ایسا ہی اس محدث کے جو راوی ہونگے ان سے بھی محدث روایت کرنیوالا کم از کم دو ہوں ہلم جراً گو اس حدیث کو ایک ہی روایت کرے دونوں کی روایت ضرور نہیں ویکون الغرض من ہذا الشرط تزکیۃ الرواۃ واشتہار ذالک الحدیث لصدورہ عن قوم مشہورین بالحدیث والروایۃ چونکہ انکی اس عبارت سے احتمال اخیر ہی ظاہر و راجح ہے اسلئے مصنف نے والیہ یومی کہکر لفظ ایما سے احتمال اول کے ضعف کیطرف اشارہ کیا ہے لان ایما ہی الاشارۃ الخفیۃ ۱۲ عبد اللہ تیسیر۔ [3] بضم الجیم وتشدید الموحدۃ وھمزۃ قبل یاء النسبۃ منسوب الی جبی ۱۲ منہ بقیہ گذشتہ:۔ حدیث انا افصح من نطق بالضاد ومنہا حدیث ولدت فی زمن الملک العادل ومنہا حدیث سین بلال عند اللہ شین ومنہا حدیث من شم الورد ولم یصل فقد جفانی وغیر ذالک ۱۲ ملخص من کتب الموضوعات ایک عالم صنعانی نے اسے موضوع کہا اور بعض دیگر علما نے بھی مگر سب محدثین نے نہیں بالفرض محدث صنعانی کا قول قبول کر لیا جائے تو بھی وہ ظاہری الفاظ کے متعلق ہے نہ کہ حقیقت واصل ومعنے کے متعلق کیونکہ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک قال الصنعانی انہ موضوع کذا فی الخلاصۃ لکن معناً صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس مرفوعاً قال اتانی جبریل فقال یا محمد لولاک لما خلقت الجنۃ ولولاک لما خلقت النار وفی روایۃ ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا اور امام شہاب الدین احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا ہے قال اللہ تعالیٰ لآدم یا ابا محمد ارفع رأسک فرفع رأسہ فرأی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی سرادق العرش فقال ما ہذا النور قال ہذا نور نبی من ذریتک اسمہ فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماءً ولا ارضاً ۱۲ منہ

حیث قال الصحیح هو الذی یرویه الصحابی الزائل عنه اسم الجهالة بان یکون له راویان ثم یتداوله اهل الحدیث الی وقتنا کالشهادة علی الشهادة وصرح القاضی ابوبکر بن العربی فی شرح البخاری بان ذالک شرط البخاری واجاب عما اورد علیه من ذالک بجواب فیه نظر لانه قال فان قیل حدیث الاعمال بالنیات فرد لم یروه عن عمر الا علقمة قلنا قد خطب به عمر علی المنبر بحضرة الصحابة ولولا انهم یعرفونه لانکروه کذا قال وتعقب بانه لا یلزم من کونهم سکتوا عنه ان یکونوا سمعوه من غیره وبان هذا لو سلم فی عمر رضی الله تعالی عنه منع فی تفرد علقمة عنه

ترجمہ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ خبر صحیح وہی ہے جسکو ایسے صحابی روایت کرے جن سے جہالت کا اسم زائل ہے (یعنی جو مشہور صحابی ہو) بایں طور کہ اس صحابی کے دو راوی ہوں پھر ہمارے وقت تک علماء حدیث اس حدیث کو شہادۃ علی الشہادۃ کے طور پر پے در پے روایت کرتے جائیں (یعنی ہر ایک راوی سے دو دو راوی روایت کرتے جائیں) اور قاضی ابوبکر بن العربی نے شرح بخاری کے اندر اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ (عزیز کا ہونا) امام بخاریؒ (اپنی جامع صحیح میں احادیث لانے) کی شرط ہے اور آپ نے اس قول کے سبب آپ پر وارد شدہ اشکال کا ایسا جواب دیا کہ خود اس جواب میں نظر ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اعتراض کیا جائے (میرے قول پر) کہ حدیث الاعمال بالنیات تو فرد و خبر واحد ہے (کیونکہ اس حدیث کو صرف علقمہ ہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور بخاری شریف میں بھی مذکور ہے ابن العربیؒ اس پر ذرا ترقی کرکے یہ ثابت چاہتے ہیں کہ علقمہ کے تفرد کی بات کیا ہے خود حضرت عمرؓ کے ساتھ اس حدیث کو سننے میں بہت صحابہ کرام شریک ہیں تو آپ جواباً فرماتے ہیں کہ) ہم اسکا یہ جواب دیں گے کہ حضرت عمرؓ نے دوران خطبہ میں صحابۂ کرام کے روبرو یہ حدیث بیان کی ہے (وسمع علقمة فی جماعة من الصحابة والتابعین اگر یہ حدیث صحابہ کرام کو معلوم نہ ہوتی تو ضرور اسکا انکار فرماتے (بنا بر اسکے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ حضرت عمرؓ کا اور جس نے عمرؓ سے سنی تھی وہ علقمہ کا اس حدیث کی روایت میں شریک ہوگا) یہ ابن آپنے (شرح بخاری میں) فرمایا۔ اور (چونکہ ابن العربی کا جواب ناکافی تھا اس لئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) ابن العربی کا تعاقب و مواخذہ کیا گیا کہ (اولاً) صحابہ اس (کے رد کرنے) سے سکوت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ یہ حدیث ان (یعنی حضرت عمرؓ) کے غیر سے بھی سنے تھے (ثانیاً) اور اگر یہ (فرضاً) تسلیم بھی کیا جائے حضرت عمرؓ کے بارے میں کہ اس حدیث کی روایت کرنے میں آپکے شریک موجود ہیں حالانکہ ہماری بحث میں اسکا کوئی دخل نہیں ہے لان کلامنا فی تفرد علقمة لا فی تفرد عمرؓ تو رد کیا جائیگا (عدم تفرد کے قول کو) حضرت عمرؓ سے روایت کرنے میں علقمہ کے متفرد ہونے کے بارے میں

تشریح ۱؎ کالشہادۃ الخ ای کتداول الشہادۃ یعنی نقل شہادت ایس اصل شاہد عدالت میں حاضر ہونا ممکن نہ ہونیکی صورت میں جسطرح ہر ایک اصل شاہد کی شہادت پر دو شاہدوں کی شہادت ضروری ہے یہ جو مسئلہ ہے شاید مذہب شوافع کے مطابق ہے ورنہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب پر ہر ایک شاہد کیلئے دو دو شاہد کی ضرورت نہیں بلکہ ایک ایک ہی کافی ہے کما لا یخفی علی الفقیہ ۱۲ عب ۲؎ قولہ قلنا الخ یہ دو سوال کا جواب ہو سکتا ہے ایک تفرد عمرؓ دوم تفرد علقمہ لیکن اول مقصود اور دوسرا مذکور ہے اور اگر لم یروہ عن عمر الا علقمہ کو فرد کی علت مانے تو دونوں سوال مذکور ہوگا کہ فرد سے تفرد عمرؓ اور لم یروہ الخ سے علقمہ کا بیان ہوگا تو مطلب یہ ہوگا کہ تفرد عمرؓ و علقمہ کے بارہ میں جو اعتراض وارد ہوتا ہے ہم ان دونوں اعتراض کے جواب میں کہیں گے کہ قد خطب به الخ کذا فی شرح الشرح مع تغیر یسیر عب جہالت عن کی ضد ہے مراد یہ کہ صحابی مجہول نہ ہو بلکہ معروف ہو ۱۲ منہ ۳؎ قولہ یتداولہ وفی نسخة ثم یتداوله تو اسوقت یہ راویان کی صفت ہوگی یعنی مشہور صحابی سے ایسے دو راوی روایت کریں کہ نہیں کا ہر ایک سے مذاق محدثین روایت لیتے ہیں ولا یکون متروکا عندہم ۱۲ منہ ۴؎ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے میں حضرت عمرؓ کیساتھ دوسرے صحابہ بھی شریک ہوں لیسے عزیز نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ہر طبقہ میں کم از کم دو راوی کا ہونا شرط ہے نہ کہ دو سامع ۱۲ منہ۔

ثم تفرد محمد بن ابراهيم به عن علقمة ثم تفرد يحيى بن سعيد به عن محمد[علیٰ] ما هو الصحيح المعروف عند المحدثين وقد وردت لهم متابعات لا يعتبر بها وكذا لا نسلم جوابه فى غير حديث عمر[لہ] قال ابن رُشَيد ولقد كان يكفى القاضى فى بطلان ما ادعى انه شرط البخارى اول حديث مذكور فيه وادعى ابن حِبّان[ع] نقيض دعواه فقال ان رواية اثنين عن اثنين الى ان ينتهى لا يوجد اصلاً قلت ان اراد ان رواية اثنين فقط عن اثنين الى ان ينتهى لا يوجد اصلاً فيمكن ان يسلم واما صورة العزيز التى حررناه فموجودة بان لا يرويه اقل من اثنين عن اقل من اثنين ومثاله ما رواه الشيخان من حديث انس[ؓ] والبخارى من حديث ابى هريرة[ؓ][لہ] ان رسول الله صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم قال لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده الحديث ۔

ترجمہ پھر علقمہ سے محمد بن ابراہیم کے متفرد ہونے پھر محمد سے یحییٰ بن سعید کے متفرد ہونے میں بمطابق جو محدثین کے پاس صحیح و مشہور ہے (ای تفردہم صحیح ومعروف عند المحدثین) یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ ان رواۃ کے متابعات کتب احادیث میں موجود ہیں تو انکا تفرد کیسے ثابت ہوا اسکا جواب دیتے ہیں) تحقیق وارد ہوئے ان کے ایسے متابعات جو کہ غیر معتبر ہیں (حدیث عمرؓ کے بارے میں جیسا کہ ہم نے انکا جواب تسلیم نہیں کیا ایسا ہی ہم غیر حدیث عمر میں بھی انکا جواب تسلیم نہیں کرتے ہیں، ابن رشید نے فرمایا کہ تحقیق قاضی ابو بکر ابن العربی کو آپنے جو دعوی کیا ہے کہ (عزیز کا ہونا) بخاری کا شرط ہے اس کے بطلان میں پہلی حدیث جو بخاری میں مذکور ہے وہی کافی ہے۔ اور ابن العربی کے برخلاف ابن حبان نے دعوی کیا ہے پس فرمایا بیشک کہ (کوئی صحیح حدیث یا مطلق حدیث ایسی ہو کہ) دو کی روایت دو سے (ایسا ہی) انتہا تک اصلاً ہی پائی نہیں جاتی (مصنفؒ جواباً فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں اگر ان کا منشا یہ ہے کہ صرف دو ہی شخص سے دو ہی شخص کی روایت اخیر تک (ایسی حدیث) پائی نہیں جاتی تو تسلیم کیا سکتی ہے اور بہر حال عزیز کی جو روایت صورت ہم لکھ (کر بیان کر) چکے ہیں بایں طور کہ اسکو کسی طبقہ میں) دو سے کم راوی دو سے کم راویوں سے روایت نہ کریں (یعنی کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہو زائد ہونا ممنوع نہیں) پس ایسی حدیث تو موجود ہے اسکی مثال حدیث انسؓ جسے شیخین نے اور حدیث ابی ہریرۃؓ جسے (صرف البخاری نے روایت کیا ہے ان رسول اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم قال الخ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی کامل ایماندار نہیں ہو سکتا ہے جب تک میں انکے پاس انکے باپ (ماں) و فرزند اور تمام لوگوں سے (عقلاً) محبوب تر نہ ہوں ۔

تشریح [لہ] قولہ فی غیر حدیث الخ ای فی الاحادیث التی تفرد غیر عمرؓ من الصحابۃ وغیر علقمۃ من التابعین وآباعہم مما اوردہ البخاری وغیرہ من ارباب الصحاح
شرح الشرح [لہ] قولہ من حدیث ابی ہریرۃؓ قال الشارح ان کان المعتبر فی العزۃ اثنینیۃ الصحابی وان یکون لکل منہما راویان وہکذا فینبغی ان یبین راوی ابی ہریرۃ ایضاً وان لم تعتبر فما الحاجۃ الی ذکر ابی ہریرۃ والظاہر ان تعدد الصحابی غیر معتبرۃ فی العزۃ لان ہذا الحدیث عزیز عند مسلم مع ان صحابیہ واحد ای عند مسلم لیکن بندہ کے خیال میں ظاہر یہ کہ خبر عزیز ہونے کیلئے ہر طبقہ میں دو راوی ہونا چاہئے لہذا صحابی بھی متعدد ہونا ضروری ہے اور حضرت انسؓ سے روایت کرتے میں کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہونیکی وجہ سے حدیث ابی ہریرۃ کے راو کا ذکر نہیں کیا اور انسؓ کیساتھ ابو ہریرۃؓ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ظاہر ہو جائے کہ اس حدیث کی روایت کرنیمیں صحابہ بھی متعدد ہیں جیسا کہ ان سے روایت کرنیوالے متعدد ہیں فلا شک فی کون ہذا الحدیث عزیزاً ۱۲ منہ

[ع] حِبّان بکسر الحاء وتشدید الموحدۃ ۔ ۱۲ ش

ورواه عن انسؓ قتادة وعبد العزيز بن صهيب ورواه عن قتادة شعبة وسعيد ورواه عن
عبد العزيز اسماعيل بن علية وعبد الوارث ورواه عن كل جماعة والرابع الغريب وهو ما
يتفرد بروايته شخص واحد فى اى موضع وقع التفرد به من السند على ما[1] سيقسم اليه
الغريب المطلق والغريب النسبى وكلها اى الاقسام الاربعة المذكورة سوى الاول و
هو المتواتر آحاد ويقال لكل واحد منها خبر[2] واحد (بكسر النون وسكون السين) وخبر الواحد فى اللغة ما يرويه
شخص واحد وفى الاصطلاح ما لم يجمع شروط التواتر

ترجمہ اس حدیث کو انسؓ سے قتادہ اور عبد العزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے شعبہ وسعید نے اور عبد العزیز سے اسمٰعیل بن علیۃ وعبد الوارث نے روایت کیا ہے اور (ان میں کا) ہر ایک سے ایک ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور چوتھی قسم خبر غریب ہے اور حدیث غریب وہ ہے جس کو روایت کرنے میں کوئی ایک متفرد ہو (چاہے) سند کی جس کسی جگہ یہ تفرد واقع ہو (ای فی طرف السند الذی فیہ الصحابی والتابعی او فی اثنائہ) اور غریب کی جو تعریف کی گئی یہ) بنا بر غریب جس کی طرف منقسم ہوتی ہے (اور وہ) غریب مطلق اور غریب نسبی ہے (فعرف بتعریف جامع لہما) اور یہ تمام یعنے مذکورہ اقسام اربعہ سوائے قسم اول کے خبر آحاد ہیں اور قسم اول وہ متواتر ہے اور ان (اقسام ثلثہ) میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہی جاتی ہے اور خبر واحد لغت میں وہ ہے جسکو (صرف) ایک شخص روایت کرتا ہے اور اصلاح (اہل اصول حدیث) میں وہ ہے جو کہ شروط تواتر کے جامع نہ ہو۔

تشریح [1] قولہ علی ما سیقسم الیہ الخ الغریب المطلق یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور والغریب النسبی یہ خبر پر معطوف ہے اور یہ جملہ ما سیقسم الیہ کا بیان ہے اور سیقسم کی ضمیر الغریب کی طرف لوٹتی ہے پس تقدیر عبارت ایسی ہے علی ما سیقسم الغریب الیہ وہو الغریب المطلق والغریب النسبی ولو قال من الغریب الخ لکان اوضح وفی بعض النسخ علی ما سیقسم الی الغریب المطلق والغریب النسبی فما مصدریۃ ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ خبر واحد الخ خبر الواحد کو خبر واحد کر کے نام رکھنا تسمیۃ المنقول باسم الناقل کے اعتبار سے ہے چونکہ اسکا ناقل ایک ہے اس لئے اسکا نام خبر واحد رکھا گیا۔ آحاد یہ احد کی جمع ہے اور یہ واحد کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے شاہد کی جمع اشہاد ہے اور خبر واحد کے اصطلاحی معنی میں یہ جو کہ مالم یجمع شروط التواتر اس سے غریب عزیز، مشہور حتی کہ مشہور کی وہ قسم بھی شامل ہے جس کے رواۃ بلا حصر عدد مع فقد بعض شروط التواتر ہوں، پس خبر اولاً دو قسم ہے ایک متواتر دوم آحاد، پھر اخبار آحاد تین قسم پر ہیں مشہور، عزیز، غریب، پس غریب ہی اصل میں اخبار آحاد ہے لیکن مشہور و عزیز کو آحاد کہنا یہ غریب کے مانند مفید ظن ہونیکی وجہ سے ہے یا تو تسمیۃ الکل باسم البعض کے قبیل میں سے ہے یا تو شروط تواتر نہ ہونے میں دونوں غریب کیساتھ مشابہت ہونیکی وجہ سے ہے ۱۲ شرح النخبۃ

وفیہا ای فی الاحاد المقبول وھو ما یجب[1] العمل بہ عند الجمہور وفیہا المردود وھو الذی لم یرجح[2] صدق المخبر بہ لتوقف الاستدلال علی البحث عن احوال رواتہا دون الاول وھو المتواتر فکلہ مقبول لافادتہ القطع بصدق مخبرہ بخلاف غیرہ من اخبار الاٰحاد لکن انما وجب العمل بالمقبول منہا لانہا اما ان یوجد فیہا اصل صفۃ القبول وھو ثبوت[3] صدق الناقل او اصل صفۃ الرد وھو ثبوت کذب الناقل او لا

ترجمہ اور اس میں یعنی آحاد میں (دو قسم ہیں پہلی قسم) خبر مقبول ہے اور مقبول وہی ہے جسکے ذریعہ نزد جمہور (بالذات عمل یعنی حکم شرعی) ثابت ہوتا ہے اور اسی میں (دوسری قسم) خبر مردود ہے (یعنی اس کے ذریعہ حکم شرعی کا ثبوت نہیں ہوتا ہے) اور مردود وہی ہے کہ (جس میں) خبر کے مخبر کی صداقت راجح نہ ہو (آپ یہاں سے اخبار آحاد مقبول و مردود کیطرف منقسم ہونیکی دلیل بیان کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) بسبب موقوف ہونے اخبار آحاد سے استدلال کرنا اسکے رواۃ کے حالات (ای من العدالۃ والضبط ونحوہما) سے کرنے پر نہ کہ اول قسم (یعنی اول قسم سے استدلال کرنا بحث پر موقوف نہیں لہٰذا وہ مقبول و مردود کیطرف منقسم نہ ہوگی) اور اول قسم وہ خبر متواتر ہے پس کل اسکا (یقیناً) مقبول ہیں بسبب فائدہ دینے وہ اپنے مخبر کی صداقت کے یقین کا بخلاف اسکا (یعنی خبر متواتر کا) غیر جو اخبار آحاد ہیں (لانہا لا تفید القطع بصدق مخبرہ) لیکن صرف ان میں کا مقبول کے ذریعہ عمل (یعنی حکم شرعی) ثابت ہوتا ہے کیونکہ اخبار آحاد میں یا تو اصل صفت قبول پائی جائے گی اور یہ راوی کی صداقت (مطلقا) کا ثابت ہوتا ہے (دوسرا حال یہ ہے کہ) یا تو اسمیں اصل صفت الرد پائی جائیگی اور یہ راوی کا (مطلقا) کذب ثابت ہونا ہے ۔ اور تیسرا حال یہ ہے کہ) یا تو دونوں میں سے کسی کا ثبوت نہ ہو ۔

تشریح [1] قولہ ما یجب الخ یہاں پر یجب سے وجوب فقہی مراد نہیں ہے بلکہ کل ما وجب فقد ثبت کے طور پر یجب بمعنی یثبت ہے اور عمل سے مراد یہاں حکم شرعی ہے کیونکہ اخبار آحاد سے عمل ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا ایک حکم شرعی ثابت ہوتا ہے جو کہ موجب للعمل ہو،[ع] اسلئے ترجمہ میں بھی اسی معنی کا لحاظ کیا گیا فتدبر ، اور عند الجمہور کہنے سے معتزلہ و قاشانی اور رافضہ و ابن داود ان لوگوں سے احتراز ہے کیونکہ وہ وجوب العمل بالاحاد کے منکر ہیں لیکن انکا یہ قول مردود ہے اجماع صحابہ و تابعین سے کیونکہ وہ وجوب العمل بالاحاد کے قائل ہیں ۱۲ قد بسط ہذا کلہ العلامہ عبد اللہ التونکی فی حاشیتہ فارجع الیہا [2] قولہ لم یرجح الخ مردود کی یہ تعریف اعم ہے اسمیں دو صورتیں شامل ہیں ایک یہ کہ اسمیں ناقل کا کاذب ہونا راجح ہو دوم یہ کہ اسکا کاذب یا صادق ہونا کوئی بھی راجح نہ ہو اور مردود کی تعریف اخص یہ ہے کہ راوی کا کذب ثابت و راجح ہو گیا پس کتاب میں اخبار آحاد کی تیسری صورت کے بارے میں جو فرمایا صار کالمردود ، تعریف اعم کے اعتبار سے تو وہ عین مردود ہے کالمردود نہیں لہٰذا اسکو کالمردود کہنا تعریف اخص کے اعتبار سے ہے پس معنے یہ ہے کہ جس صورت میں راوی کا کذب و صدق کوئی جانب راجح نہ ہو سکی تو اس پر عمل موقوف ہونے میں اس مردود کے مثل ہو گئی جسکے ناقل کا کاذب ہونا راجح ہو گیا ہے ۔ فافہم ۱۲ ، عب [3] قولہ ثبوت صدق الخ مراد یہ ہے کہ راوی کی صداقت مطلقا یا راوی کا کذب مطلقا ثابت ہو جائے خاص اس حدیث میں صدق یا کذب کا ثابت ہونا نہیں کیونکہ اگر خاص اس حدیث میں راوی کا صادق یا کاذب ہونا ثابت ہو جائے تو اس حدیث کے سچ یا جھوٹ ہونے میں غالب گمان کا کیا اعتبار ہو بلکہ یہاں تو ثبوت صدق کی صورت میں حدیث کا سچ ہونا اور ثبوت کذب کی صورت حدیث کا جھوٹ ہونا یقین ہو جائیگا ۱۲ کذا فی نہج الشرح ۔ ع یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ مقبول کی تعریف میں جو کہا گیا کہ وہو ما یجب العمل بہ یہ آئندہ آنیوالی بات کا منافی ہے کیونکہ آئندہ جاکر یہ فرمایا ثم المقبول ایضاً ینقسم الی معمول بہ وغیر معمول بہ ، معلوم ہوا اسمیں بھی ایک قسم غیر معمول بہ ہے ۔ بقیہ آئندہ صفحہ

فالاول یغلب علی الظن صدق الخبر لثبوت صدق ناقلہ فیوخذ بہ والثانی یغلب علی الظن کذب الخبر لثبوت کذب ناقلہ فیطرح والثالث ان وجدت قرینۃ تلحقہ باحد القسمین التحق بہ والا فیتوقف فیہ واذا توقف عن العمل بہ صار کالمردود لا لثبوت صفۃ الرد بل لکونہ لم یوجد فیہ صفۃ توجب القبول واللہ اعلم وقد یقع فیہا ای فی اخبار الاحاد المنقسمۃ الی مشہور وعزیز وغریب ما یفید العلم النظری بالقرائن علی المختار خلافا لمن ابی ذالک والخلاف فی التحقیق لفظی لان من جوز اطلاق العلم قیدہ بکونہ نظریا۔

ترجمہ پس اول قسم ظن وگمان پر صدق خبر کو غالب کر دیتی ہے (یعنی اسکا صادق ہونیکا غلبہ ظن ہو جاتا ہے) بوجہ ثابت ہونے اسکے ناقل کی صداقت پس اسکو (عمل کیلئے) لی جائیگی اور قسم ثانی ظن پر کذب خبر کو غالب کر دیتی ہے (یعنی کذب ہونیکا غلبہ ظن ہو جاتا ہے) بوجہ ثابت ہونے اس کے ناقل کا کذب پس اسکو (مرتبہ قبول سے) پھینکی جائیگی اور قسم ثالث میں اگر ایسے کوئی قرینہ پایا جائے جو اسکو (مذکورہ) دونوں قسموں میں کسی ایک کیساتھ لاحق کر دیتا ہے تو اسی ہی کیساتھ لاحق کر دیا جائیگا اور اگر کوئی قرینہ نہ ملے تو اس (کو رد وقبول کرنے) میں توقف کیا جائیگا اور جب اس (کے مقتضی) پر عمل کرنے سے توقف کیا گیا تو وہ مثل مردود ہو گئی (اور یہ مثل مردود ہونا اسمیں) صفت رد کے ثبوت کیوجہ سے نہیں بلکہ وہ ایسے ہونیکے سبب کہ اسمیں ایسی کوئی صفت نہیں پائی جاتی جو کہ (اس حدیث کو) قبول کرنیکا موجب بنیں ہو واللہ اعلم۔ (اخبار آحاد جو مقبول ہیں بذاتہا وہ ظن غالب ہی کا فائدہ دیتی ہیں) اور کبھی اخبار آحاد جو کہ منقسم الی مشہور وعزیز وغریب ہے اسمیں بہ مذہب مختار ایسی اخبار واقع ہوتی ہیں جو کہ بوقت انضمام قرائن مفید علم (یقینی) نظری (ای الحاصل بالنظر والاستدلال) ہوتی ہیں برخلاف جس نے اس (قول مختار) کا انکار کیا ہے (مگر) درحقیقت (یعنی در نظر دقیق) یہ اختلاف (صرف) لفظی ہے (حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں) کیونکہ جس نے (خبر آحاد سے حاصل شدہ علم پر) علم کا اطلاق صحیح کہا (وہ مطلقا نہیں بلکہ) اس کو نظری ہونیکی قید سے مقید کیا ہے (یعنی اس سے علم نظری حاصل ہوتا ہے)۔

تشریح گذشتہ توجب العمل بہ کہنا کیسے صحیح ہوا، اسکا جواب یہ ہے کہ اس پر بالذات وبالنظر الی نفسہ عمل ثابت ہوتا ہے اگرچہ دوسرا کوئی عارض کیوجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے اور مردود میں تو بالذات ہی عمل ثابت نہیں ہوتا ہے ولو قطع النظر عن الغیر۔ اور آئندہ میں جسکو غیر معمول بہ کہیں گے یہ بالنظر الی العوارض ہے ١٢ عنہ المخبر بہ بکسر البا اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ اخبار آحاد کیطرف راجع ہے قاعدہ سے بہا ہونا چاہتا ہے کیونکہ اخبار آحاد جمع ہے لیکن اخبار احاد کو بمنزلہ جنس قرار دیکر اسکی طرف واحد کی ضمیر لوٹایا۔ یا تو ضمیر خبر کیطرف لوٹتی ہے جو کہ اخبار کے ضمن میں ہے اور لم یرجح صدق المخبر بہ سے مطلب عام ہے کہ کذب مخبر بہ راجح ہو یا جانب صدق وکذب دونوں برابر ہوں دونوں مردود ہیں اول تو ظاہر ہے ثانی صورت اسلئے کہ وہ مردود کے حکم میں ہے ١٢ شرح الشرح مع زیادۃ صفحہ لھذا ١٥٠ قولہ العلم النظری بالقرائن الخ خبر محتف بالقرائن سے علم نظری کا فائدہ دینا کوئی بدیع نہیں ہے کیونکہ ہمارے کلام میں بھی جب کوئی قرینہ منضم ہو جاتا ہے تو ہم اس کلام کی صحت کا یقین کر لیتے ہیں مثلا جب کوئی عادل قاضی اپنی مجلس قضا میں اپنے زمانہ کے اہل علم وفضل کی ایک جماعت کے سامنے سلطان کے قاصد سے خطاب کر کے کہے کہ میرے سامنے زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا پس تو میری جانب سے سلطان کو اسکی خبر پہونچا دے، اسی خبر کا جھوٹ ہونیکے قرائن ضعیفہ موجود ہوتے ہوئے بھی ہم اسکی صداقت کا یقین کر لیتے ہیں اور اسی قرائن ضعیفہ کو نظر واستدلال کے ذریعہ دفع کر لیتے ہیں۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

وھو الحاصل عن الاستدلال ومن ابی الاطلاق خصّ لفظ العلم بالمتواتر وما عداہ عندہ ظنی لکنہ لاینفی ان ما احتُفَّ بالقرائن ارجح ممّا خلا عنہا والخبر المحتف بالقرائن انواع منہا ما اخرجہ[1] الشیخان فی صحیحَیْہِمَا مِمّا لم یبلغ حد التواتر فانہ احتف بہ قرائن

ترجمہ اور نظری وہ حاصل ہوتا ہے استدلال (معلومات علی المجہولات) سے اور جو (اس پر علم کے) اطلاق کرنیکو انکار کرتے ہیں وہ لفظ علم کو خبر متواتر (سے حاصل شدہ علم یعنی علم ضروری) کیساتھ خاص کرلیا (جو کہ علم کا فرد اکمل ہے) اور خبر متواتر کے ماسوا جتنی ہیں (وہ سب بالذات) انکے نزدیک ظنی ہیں مگر یہ بات اسکی منافی نہیں کہ جو خبر منضم بالقرائن ہو وہ اس خبر سے اقوی اور ارجح ہے جو کہ خالی عن القرائن ہو لہٰذا وہ خبر اپنے ان قرائن کے ذریعہ مرتبۂ ظن سے مرتبۂ افادۂ علم نظری تک ترقی کریگی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اخبار آحاد بانضمام قرائن مفید علم ضروری نہیں ہوسکتی ہیں کیونکہ یہ صرف خبر متواتر ہی کا خاصہ ہے باقی اگر یہ مفید علم نظری بالنظر الی القرائن ہو تو یہ انکا اس قول کی منافی نہیں ہے وہ خبر جو کہ مقرون بالقرائن ہوتی ہے چند قسم ہیں انہیں سے (ایک) حد تواتر تک نہ پہونچنے والی وہ سب خبریں ہیں جنکی تخریج (بالاتفاق) شیخین نے اپنی صحیحین میں کی ہے (یہاں سے مستخرج شیخین محتف بالقرائن ہونیکی علت بتاتے ہیں کہ) کیونکہ اس خبر کیساتھ چند قرائن منضم ہیں۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ بایں طور کہ ہم اپنے دل دل یہ کہتے ہیں کہ یہ ایسی ایک خبر ہے جسکی خبر ایسا ایک شخص نے ایسی ایک مجلس میں ایسی ایک جماعت کی حضوری کے وقت ایسے ایک شخص سے خطاب کرکے دی ہے اور ہر وہ خبر جسکا حال ایسا ہو وہ یقیناً سچ ہوگی لہٰذا یہ خبر بھی یقیناً سچ ہے اب اسی مثال سے نظری کے معنی خوب سمجھلو۱۲عب ۔ سے قولہ فلما لمن ابی الخ قال القاضی فی شرح مختصر ابن الحاجب اختلف فی خبر الواحد العدل والمختار انہ یفید العلم بانضمام القرائن قال قوم یحصل بالقرائن وبغیرہا ایضا ویطرد ای کلما حصل خبر الواحد حصل العلم وقال قوم لایطرد ای قد یحصل العلم وقال الاکثر لایحصل العلم بہ لابقرینۃ ولا بغیر قرینۃ انتہی والمراد بالعلم العلم الیقینی وعند الملا علی القاری النزاع بینہم معنوی لا لفظی ۱۲ شرح الشرح۔ عہ قول المختار ای ما اختارہ المحققون ۱۲ صفحہ ھذا:۔ لہ قولہ ما اخرجہ الشیخان الخ ابن صلاح اور ایک جماعت جنمیں مصنف بھی ہے خلافاً للجمہور ادھر گئیں کہ شیخین نے اپنی صحیحین میں جن احادیث کی تخریج کی ہے اور حفاظ حدیث سے کوئی بھی اسکی تنقید نہ کیا ہو اور تعارض غیر مرجح سے بھی خالی ہو تو وہ مفید علم نظری ہے اور نبی علیہ السلام سے اس کا صادر ہونا یقینی ہے۔ اور وہ اپنے قول پر دلیل لاتے ہیں کہ یہی احادیث تو بالاجماع مقبول ہیں اور ہر مقبول بالاجماع حضور علیہ السلام سے اسکا صادر ہونا بالاجماع مظنون یعنی غالب گمان ہے اور باجماع امت حضور علیہ السلام سے جسکا صادر ہونا مظنون ہو حضور علیہ السلام سے اسکا صادر ہونا مقطوع اور یقینی ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ ما اخرجہ الشیخان فی صحیحیہما ولم ینتقد علیہ احد من الحفاظ فہو مقطوع الصدور عنہ علیہ السلام بہرحال صحیحین کی یہی حدیثیں مقبول ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ اگر وہ مقبول نہ ہوتے تو حفاظ حدیث جنہوں کی کوشش ہمیشہ صحیح کو سقم سے مقبول کو مردود سے امتیاز کرنے میں رہی خصوصاً فی احادیث الصحیحین ان کا تمامی کسی حدیث میں علت قادحہ کے باوجود بھی سکوت اختیار کرنا یا انکے سب پر اسی علت قادحہ کی خفا عادۃً محال ہے اور ہر مقبول بالاجماع کا مظنون الصدور عنہ علیہ السلام ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ مقبول ہونا ہی مشکوک الصدور وموہوم کو رد کردیتی ہے بسبب مشکوک الصدور وموہوم کا مقبول ہونے فلہٰذا وہ مقبول بالاجماع مظنون الصدور ہی ہوگا اور مظنون بالاجماع کا قطعی ہونا بھی ظاہر کیونکہ تمام امت کا ظن وگمان خطا نہیں ہوسکتے ہیں لقول النبی علیہ السلام لاتجمع امتی علی الضلالۃ اور جب یہ خطا نہیں ہوسکا تو وہ مقطوع الصدور ہی ہوگا فثبت ان ما اخرجہ الشیخان فی صحیحیہما ولم ینتقد علیہ احد من الحفاظ فہو مقطوع الصدور عنہ علیہ السلام۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

منها جلالتهما فی هذا الشان وتقدمهما فی تمییز الصحیح علی غیرهما وتلقی العلماء لکتابیهما بالقبول وهذا التلقی وحده اقوی فی افادة العلم من مجرد کثرة الطرق القاصرة عن التواتر الا ان هذا یختص بما لم ینتقده[1] احد من الحفاظ مما فی الکتابین وبما لم یقع التخالف بین مدلولیه مما وقع فی الکتابین حیث لا ترجیح لاستحالة ان یفید المتناقضان العلم بصدقهما من غیر ترجیح لاحدهما علی الآخر وما عدا ذالک فالاجماع[2] حاصل علی تسلیم صحته۔

ترجمہ ان میں سے (ایک) یہ ہے کہ اسی شان (یعنی روایت احادیث) میں دونوں (یعنی شیخین) کی جلالت وعظمت شان کا ہونا اور (دوم) انہیں کا) حدیث صحیح کو (سقیم سے) امتیاز کرنے میں شیخین اپنے غیروں (یعنی دوسرے اصحاب صحاح) پر سبقت لیجانا ہے اور (سوم) شیخین کی ان دونوں کتابوں کو علماء کا تلقی بالقبول کر لینا (یعنی علماء کے پاس صحیحین اعلیٰ درجہ کی قبولیت حاصل کر لی چونکہ کثرت طرق جو کہ حد تواتر سے قاصر ہیں وہ مفید علم نظری ہے (اسلئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) اور تنہا یہی (علماء کا) تلقی بالقبول افادہ علم نظری میں صرف کثرت طرق جو کہ قاصر عن حد التواتر ہیں اس سے بھی اقوی تر ہے (انہیں قرائن کے سبب احادیث صحیحین مفید علم نظری ہوتی ہیں لیکن مطلقاً صحیحین کی ہر حدیث کا یہی حال نہیں ہے) مگر یہ (افادہ علم نظری) صحیحین کی اس حدیث کیساتھ خاص ہے جسکو حفاظ حدیث میں سے کسی نے بھی اسکی تنقید (وجرح قدح) نہیں کی ہو اور صحیحین کی ان سب حدیث کیساتھ خاص ہے جنکے مدلول ومعانی کے درمیان ایسا تعارض وتخالف واقع نہ ہو کہ (ایک کو دوسرے پر) ترجیح حاصل نہ ہو (چونکہ شرط اول کی وجہ ظاہر ہے اور شرط ثانی کی وجہ مخفی ہے اسلئے اول کی وجہ بتائے بغیر شرط ثانی کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ) بسبب محال ہونے کہ متناقضیں کا ایک دوسرے پر ترجیح کے بغیر اپنی صداقت کے علم کا فائدہ دیویں۔ اور اس (مجروح ومتعارض) کے سوا جتنی (احادیث) ہیں پس اسکی صحت (کا یقینی ہونے) کی تسلیم پر اجماع حاصل ہے۔

تشریح صفحۂ گذشتہ: ۔لیکن امام نوویؒ برخلاف ابن صلاح یہ فرماتے ہیں کہ صحیحین میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب مظنون الصدور عن النبی علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ سب تو اخبار احاد ہیں اور ہر احاد مظنون الصدور عنہ علیہ السلام ہے لہذا احادیث صحیحین بھی مظنون الصدور ہونگی نہ کہ مقطوع الصدور عنہ علیہ السلام لیکن اس قول کو رد کر دیا گیا بایں طور کہ ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ جن آحاد کے مقبول ہونے پر اجماع ہو وہ صرف ظن ہی کا فائدہ دیویں کیونکہ قیاس جو غیر مقبول سے بہت درجہ گھٹا ہوا ہے اس کے مقبول ہونے پر بھی جب اجماع ہو جائے تو اسکا مدلول قطعی ہو جاتا ہے اب خبر مقبول کا حال کیا ہو؟ ان دلیلوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قطعیت کا حکم صرف متفق علیہ کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ حدیث پر حکم جاری ہوگا جسکی تخریج تنہا بخاری یا مسلم یا اصحاب سنن اربعہ سے کسی نے کی ہے بان نقول کل ما اخرجہ البخاری فی صحیحہ او مسلم کذالک او غیرہما من اصحاب السنن الاربعۃ ولم ینتقد علیہ احد من الحفاظ فہو مقبول بالاجماع وکل ما ہو مقبول بالاجماع فہو مظنون الصدور عنہ علیہ السلام بالاجماع وکل ما ہو مظنون الصدور عنہ بالاجماع فہو مقطوع الصدور عنہ علیہ السلام بالاجماع فثبت ان ما اخرجہ البخاری او مسلم او واحد من اصحاب السنن الاربعۃ ولم ینتقد علیہ احد من الحفاظ فہو مقطوع الصدور عنہ علیہ السلام ۱۲ عب مع زیادہ یسیرۃ۔

[1] قولہ مما لم یبلغ الی فن تبعیضیۃ علی تقدیر ان یوجد فیہما ما یصل الی حد التواتر۔ بقیہ آئندہ پر

فان قیل انما اتفقوا علی وجوب العمل بہ لا علی صحتہ[سلہ] منعناہ وسند المنع انہم متفقون علی وجوب العمل بکل ما صح ولو لم یخرجہ الشیخان فلم یبق للصحیحین فی ھذا مزیۃ والاجماع حاصل ان لہما مزیۃ فیما یرجع الی نفس الصحۃ وممن صرح بافادۃ ما اخرجہ الشیخان العلم النظری الاستاذ ابو اسحاق الاسفراینی ومن ائمۃ الحدیث ابو عبد اللہ الحمیدی

ترجمہ پس اگر اعتراض کیا جائے کہ محدثین تو اس سے عمل کا وجوب وثبوت ہونے پر متفق ہیں نہ کہ اس کی صحت (کا یقین ہونے یعنی اس کا مفید علم نظری ہونے) پر (مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) ہم اسکو روک دینگے (یعنی اسکا جواب دینگے) اور روکنے کی دلیل یہ ہے کہ بیشک محدثین ہر وہ حدیث جو صحیح ہو اس پر عمل کا وجوب وثبوت ہونے پر متفق ہیں اگرچہ اس کی تخریج شیخین نے نہ کی ہو پس صحیحین کی کچھ فضیلت اس (کا وجوب العمل ہونے) میں نہ رہی حالانکہ اجماع منعقد ہے اس بات پر کہ ان دونوں کی فضیلت اسی میں ہے جو نفس صحت کی طرف لوٹتی ہے چنانچہ شیخین جنکی تخریج کی ہے وہ مفید علم نظری ہونیکی تصریح جنہوں نے کی ہے انمیں سے (ایک) استاد ابو اسحاق اسفرائنی ہے اور ائمہ حدیث سے امام ابو عبد اللہ الحمیدی۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ ویحتمل ان یکون بیانیۃ لما فی قولہ ما اخرجہ الشیخان ۱۲ سلہ قولہ لم ینتقدہ الخ صاحب الدراسات فرماتے ہیں کہ صحیحین میں احادیث متکلم فیہا کی کل تعداد دو سو دس[۲۱۰] ہیں بتیس[۳۲] احادیث میں صحیحین مشترک ہیں اور دو کم اسی[۷۸] احادیث کے ساتھ صحیح بخاری مختص ہے اور سو[۱۰۰] احادیث کیساتھ مسلم مختص ہے لیکن محققین حضرات ان تکلمات وتنقیدات کا جوابات بھی دیئے ہیں یہانتک کہ سیوطیؒ شرح بخاری میں امام نوویؒ سے نقل کرتے ہیں ان کل ما ضعفہ من احادیثہما فھو مبنی علی علل لیست بقادحۃ اور وہ حکم کلی بیان کرتے ہیں صحیحین میں بظاہر جو انقطاع اور تدلیس ہے فی الحقیقۃ وہ ایسا نہیں ہے بلکہ محققین کے نزدیک یہ سب متصل وصحیح اور واجب العمل ہے ۱۲۔ کذا فی عب

وقال البقاعی فی النکت الوفیۃ قال شیخنا الدارقطنی ضعف من احادیثہما مائتین وعشرۃ یختص البخاری بثمانین واشترکا فی ثلثین وانفرد مسلم بمأۃ کذا فی شرح النخبۃ اقول لیس بین القولین تعارض فان ما قال فی الدراسات فھو حقیقۃ وما قال الدارقطنی فھو بضم الکسر فی ثمانیۃ وسبعین وبحذف الکسر فی اثنین وثلاثین ۱۲ منہ

سکہ قولہ فالاجماع حاصل الخ قال النووی ما ذکرہ ابن الصلاح خلاف ما قالہ المحققون والاکثرون فانہم قالوا احادیث الصحیحین التی لیست بمتواترۃ انما تفید الظن فانہا آحاد والآحاد انما تفید الظن علی ما تقرر ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرہما فی افادۃ الظن وتلقی الامۃ انما افاد وجوب العمل بما فیہما من غیر توقف علی النظر فیہ بخلاف غیرہما فلا یعمل بہ حتی ینظر فی رجالہ ویوجد فیہ شرط الصحیح ولا یلزم من اجماع العلماء علی العمل بما فیہما اجماعہم علی القطع بانہ کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ شرح الشرح صفحہ ھذا:۔ سلہ قولہ لا علی صحتہ ترجمہ میں صحت کیساتھ یقین کی قید لگائی گئی اور یہ کہا گیا نہ کہ اس کی صحت کا یقین ہونے پر، کیونکہ احادیث صحیحین ما سوی المنتقدۃ کی صحت پر سب متفق ہیں اختلاف صرف صحت کی قطعی یا ظنی ہونے میں ہے لہذا لا علی صحتہ کے معنی لا علی القطع بصحتہ ہوں گے ۔۔۔ ۱۲ منہ

عہ ابو اسحاق ھو ابراھیم بن محمد بن ابراھیم اسفراینی نسبۃ الی اسفراین بکسر الھمزۃ وسکون السین المھملۃ وفتح الفاء والراء وکسر الیاء وبعدہا نون بلدۃ بخراسان بنواحی نیسابور وھو من ائمۃ المتکلمین ۱۲ شرح الشرح

وابو الفضل بن طاهر وغيرهما ويحتمل[1] ان يقال المزية المذكورة كون احاديثهما اصح الحديث[2] ومنها المشهور اذا كانت له طرق متباينة سالمة من ضعف الرواة والعلل وممن صرح بافادة العلم النظري الاستاذ ابو منصور البغدادي والاستاذ ابوبكر بن فورك وغيرهما ومنها[3] المسلسل بالائمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون غريبا كالحديث الذي يرويه احمد بن حنبل مثلا و يشاركه فيه غيره عن الشافعي ويشاركه فيه غيره عن مالك بن انس فانه يفيد العلم عند سامعه بالاستدلال من جهة جلالة رواته۔

ترجمہ وابو الفضل بن طاہر وغیرہما ہے اور (البتہ) یہ ممکن ہے کہ کہا جائے مذکورہ فضیلت و زیادت (جس پر اجماع منعقد ہوا ہے) وہ یہ ہے کہ صحیحین کی احادیث اور کتابوں کی احادیث سے اصح ہیں اور انمیں (یعنی خبر محتف بالقرائن) سے (قسم دوم) خبر مشہور ہے جبکہ اسکے طرق (واسنادیں) مختلف ہوں اور ضعف رواۃ وعلل (یعنی ایسی کوئی خفی یا جلی علت جو حدیث کو مجروح کرنیوالی ہے اس سے (وہ اسنادیں) سالم ہوں اور جنہوں نے ایسی حدیث سے افادۂ علم نظری ہونیکی تصریح کی ہے انمیں (کا قابل ذکر اشخاص میں) سے استاد ابو منصور بغدادی و استاد ابوبکر فورک وغیرہما ہیں اور انمیں سے (قسم سوم) وہ حدیث ہے جو مسلسل بائمہ حفاظ محققین ہو جبکہ وہ حدیث غریب نہو (یعنی وہ خبر عزیز ہو اور اسکے سلسلہ سند میں تمام رواۃ ائمہ حفاظ ہوں) جیسے وہ حدیث جسکی روایت کرتے ہیں مثلاً امام احمد بن حنبل اور انکے ساتھ اور ایک شخص امام شافعیؒ سے اس حدیث (کی روایت کرنے) میں شریک ہو اور امام مالک بن انس سے اس حدیث (کی روایت کرنے) میں امام شافعیؒ کیساتھ اور ایک شخص شریک ہو پس بیشک یہ حدیث سامع کو علم بالاستدلال (یعنی علم نظری) کا فائدہ دیتی ہے اسکے رواۃ کی جلالت شان کے سبب

تشریح [1] قولہ ویحتمل ان یقال الخ اس احتمالی قول سے یہ بات ثابت ہوتا ہے کہ احادیث صحیحین اصح الصحیح ہیں اور اصح الصحیح ہونا یہ قطعیت کے مقتضی نہیں ہے اور مصنفؒ کا مطلوب تو قطعیت کا ثبوت دینا ہے لیکن اس احتمالی جواب سے مصنفؒ پر عدم ثبوت مدعی کا الزام عائد ہوتا ہے بندۂ ناکارہ کے ذہن میں ایک بات سبقت کرتی ہے باقی واللہ اعلم بالصواب، کہ حدیث صحیح معترض کے نزدیک بھی ظن غالب کا فائدہ دیتا ہے اب جو احادیث اصح الصحیح ہیں ان سے بھی اگر ظن غالب کا فائدہ ہو تو اصح ہونیکا کیا مطلب ہوگا؟ لہذا ضرور حدیث اصح الصحیح علم نظری کا فائدہ دیگی و قال العلامۃ ملا علی القاریؒ کان حقہ ان یفرع ذالک علی قولہ فیما یرجع الی نفس الصحۃ ویقدم علی قولہ وممن صرح و ترک الاحتمال ویقول فیکون المزیۃ المذکورۃ الخ منہ [2] قولہ اصح الحدیث الخ بندۂ ناکارہ کے خیال میں جنہوں کے نزدیک احادیث صحیحین مفید علم نظری ہے انکا قول ہی راجح ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے اس پر کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح للامام البخاری اور چونکہ غلط پر امت مرحومہ کا اجماع ہونا محال ہے لقولہ علیہ السلام لا تجمع امتی علی الضلالۃ لہذا یہ اجماع ہی مفید علم نظری کی دلیل ہے مع ہذا امام مسلمؒ انمیں سے جن احادیث کی تخریج پر متفق ہونگے انمیں تو قطعیت صحت میں اور زیادہ تقویت حاصل ہوگی صرف احادیث بخاری ہی مفید علم نظری ہونیمیں اور چند مؤید بھی موجود ہیں اول یہ کہ قال الامام بخاری ماکتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذالک وصلیت رکعتین ای کتب جمیع احادیث الصحیح بعد الاستخارۃ من اللہ تعالی و مایکون شانہ کذالک لایکون الا صحیحا فجمیع احادیثہ صحیح دوم یہ کہ قال محمد بن یوسف الفربری سمعت محمد بن ابی حاتم البخاری الوراق یقول رایت محمد بن اسماعیل البخاری فی المنام یمشی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یمشی ۔ ۔ بقیہ آئندہ

وان فيهم من الصفات اللائقة الموجبة للقبول ما يقوم[له] مقام العدد الكثير من غيرهم
ولا يتشكك من له ادنى ممارسة بالعلم واخبار الناس ان مالكا مثلاً لو شافهه بخبر لعلم
انه صادق فيه فاذا انضاف اليه ايضا من هو فی تلك الدرجة ازداد قوة وبعُد عما يخشى
عليه من السهو وهذه الانواع التي ذكرناها لا يحصل العلم بصدق الخبر منها الا
للعالم بالحديث المتبحر فيه العارف باحوال الرواة المطلع على العلل وكون غيره لا
يحصل له العلم بصدق ذالك لقصوره عن الاوصاف المذكورة لا ينفی حصول العلم

ترجمہ یعنی بیشک ان رواۃ میں ایسی اوصاف قابل قبول موجود ہیں جنکے سبب سے وہ ان کے غیروں میں کے عدد کثیر کے قائم مقام ہو سکتے ہیں اور جسکو علم حدیث واخبار الناس (یعنی احوال محدثین) سے ذرا ممارست ومناسبت ہے وہ (اس بارہ میں) شک نہ کریگا کہ بیشک مثلاً اگر (بالفرض) امام مالکؒ اسکو بالمشافہ (یعنی روبرو) کوئی خبر دیوے تو وہ یقین کریگا کہ امام مالکؒ اس خبر میں سچے ہیں پس جبکہ (اسکی روایت کرنے میں) ایسے شخص بھی ملے (اور شریک ہوئے) جو کہ اسی درجہ (یا اس کے قریبی درجہ) کے ہو تو یہ حدیث قوت کے اعتبار سے اور بڑھ جائیگی اور اس حدیث پر جو سہو (وغلط) کا ڈر واحتمال کیا جا سکتا ہے یہ بھی اس سے دور ہو جاتی ہے (واذا زال عنه احتمال السهو والغلط عند السامع لاشك انه يحصل له العلم بخبره) اور تینوں قسم ہم جنکا ذکر کیا ہے انہیں سے خبر کی صداقت کا علم (ہر شخص کو) حاصل نہیں ہوگا مگر اس شخص کو جو ایسے عالم بالحدیث ہو کہ فن حدیث میں متبحر ہے (یعنی مثل دریا کے وسیع معلومات رکھتا ہے اور احوال رواۃ پر (بھی علی الکمال) واقف ہو اور علل قادحہ کو (بھی خوب) جانتا ہے (پس اسی شخص کو علم بصدقہ حاصل ہوگا) اور انکے غیر کا ایسا ہونا کہ بسبب عاجز ہونے وہ اوصاف مذکورہ سے اسکو اسی خبر کی صداقت کا علم حاصل نہ ہو یہ (یعنی عدم حصول العلم) مذکورہ عالم متبحر کیلئے حصول علم کی منافی نہیں ہے

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ فکلما رفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمہ وضع البخاری قدمہ فی ذالک الموضع وقال نجم بن فضیل انہ رآہ ایضاً ۱۲ از مقدمہ فتح الباری۔ سوم یہ کہ ابو زید مروزی فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا ابو زید امام شافعی کی کتاب کا درس کب تک دوگے میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ میں نے عرض کیا حضور آپ کی کتاب کونسی ہے فرمایا محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح۔ از ظفر المحصلین ۱۲ حنہ
ـــہ قولہ کالحدیث الذی الخ اقول وکالحدیث الذی یرویہ علی بن المدینی ویشارکہ فیہ غیرہ عن سفیان بن عیینۃ ویشارکہ فیہ غیرہ عن عمرو بن دینار ویشارکہ فیہ غیرہ وکالحدیث الذی یرویہ عبد اللہ المبارک ویشارکہ فیہ غیرہ عن الاوزاعی ویشارکہ فیہ غیرہ عن الزہری ویشارکہ فیہ غیرہ وامثال ذالک ۱۲ ش

صفحہ ہذا:۔ قولہ ما یقوم مقام العدد الخ یعنی ایسے ایک امام ہی ایک جماعت کے قائم مقام ہے اسلئے اس جیسے ایک امام ہی کو امت سے تعبیر کیجاتی ہے کما قال تعالی فی ابراہیم علیہ السلام ان ابراہیم کان امۃً کیونکہ اسکے اندر ایسے کمالات موجود ہیں جو کہ ایک جماعت کے اندر متفرق طور پر موجود ہیں ولذا قال الشاعر۔ ولیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد وقد قیل فی الحدیث المشہور علیکم بالسواد الاعظم ای الاورع الاعلم یعنی پرہیزگار بڑا عالم اگر ایک بھی ہو تو وہ ہی بڑی جماعت کے قائم مقام ہے اس کی اتباع کرنیکا حکم ہے ۱۲ شرح الشرح۔

عليهما واما من حيث استعمال الفعل المشتق فلا يفرقون فيقولون في المطلق والنسبي تفرد به فلان او اغرب به فلان وقريب من هذا اختلافهم في المنقطع[1] والمرسل هل هما متغايران اولا[2] فاكثر المحدثين على التغاير لكنه عند اطلاق الاسم واما عند استعمال الفعل المشتق فيستعملون الارسال فقط فيقولون ارسله فلان سواء كان ذالك مرسلا ام منقطعا ومن ثم اطلق غير واحد ممن لا يلاحظ مواقع استعمالهم على كثير من المحدثين

ترجمہ اور بہر حال فعل مشتق کے استعمال کے اعتبار سے (دونوں کے درمیان) فرق نہیں کرتے ہیں۔ پس وہ فرد مطلق و نسبی (دونوں) کے بارے میں تفرد بہ فلان اور اغرب بہ فلان کہتے ہیں (یعنی فرق مذکور صرف اسم فرد و غریب کے اعتبار سے ہے ورنہ فرد و غریب سے جو فعل مشتق ہوتا ہے اس کا استعمال ہر ایک پر ہوتا ہے مثلاً فرد مطلق پر تفرد و اغرب بہ فلان کا استعمال جیسا کہ ہوتا ہے ایسا ہی فرد نسبی پر بھی دونوں کا استعمال ہوتا ہے) اور اس (اختلاف مذکور) کی قریب قریب ہے الخ (یعنی اہل حدیث کا (وہی) اختلاف (جو) مرسل و منقطع کے بارے میں کہ دونوں متغائر ہے یا نہیں پس اکثر محدثین (کی رائے) تغائر ہی پر ہے لیکن یہ تغائر اسم (مرسل و منقطع) کے اطلاق کے وقت (یعنی جب کہا جاتا ہے ہذا مرسل و منقطع تو اسوقت یہ تغائر و تباین ہے) اور بہر حال فعل مشتق کے استعمال کے وقت فقط ارسال (کے فعل) کو استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں ارسلہ فلان چاہیئے یہ حدیث مرسل ہو یا منقطع اس لئے (ای من جهة استعمال فعل الارسال على الاطلاق) انمیں کا بہت سارے لوگ جو اہل حدیث کے مواقع استعمال کا ملاحظہ نہیں کرسکتے ہیں انہوں نے اکثر محدثین پر (اسکا) اطلاق و چسپاں کردیا

تشریح صفحہ گذشتہ ٫ مسلم ہے اسلئے ان کے احوال سے بحث و تفتیش کی ضرورت نہیں اب جبکہ تابعی عادل کا تفرد حدیث متواتر یا مشہور یا عزیز ہونے میں مضر ہے لہذا تفرد صحابی بھی مضر ہوگا لان تعدد التابعي ومن دونهم ليس لاثبات العدالة بل للتقوي في الضبط والاختلال فيما روى وهذا الوجه في الصحابي ايضاً موجود، اور اگر تعدد فی الصحابی کا اعتبار نہ ہو تو صحابی واحد سے روایت کرنیوالے اگر ایسے کثیر رواۃ جنکا عمداً یا اتفاقیہ طور پر کذب پر اجتماع عادۃً محال الی آخر شروط التواتر ہوں تو اس حدیث کو متواتر کہنا لازم ہوگا ولم يقل به احد فعلم ان التعدد في الصحابي معتبر في التقوي ۱۲ منہ . [1] قولہ وان کان الحديث الخ نفس الامر میں حدیث کا مشہور ہونا پھر بھی غریب ہونا ایسا ہے کہ وہ حدیث غریب دوسرے ایسے طرق سے مروی ہو جنمیں کسی راوی کا تفرد نہو مثلاً ابن عمرؓ سے سالم اور ان سے زہری کسی حدیث کی روایت کرے بجز زہری سے کوئی راوی ایسی روایت کرے کہ زہری سے روایت کرنیمیں اسکا کوئی متابع نہ ہو اگرچہ سالم سے روایت کرنیوالے ایسا ہی ابن عمرؓ سے روایت کرنیوالے ایک جماعت رواۃ ہوں پس یہ حدیث زہری سے روایت کرنیوالے کے اعتبار سے فرد ہے اگرچہ رواۃ سالم و رواۃ ابن عمرؓ کے اعتبار سے مشہور ہے وقس علی ھذا ۱۲ عب [2] قولہ فالفرد الخ مایطلقونہ میں جو ما یہ مصدریہ ہے قولہ علی الفرد خبر ہے اکثر کی پس یہ جملہ فالفرد مبتدا کی خبر ہے اسکی تفصیل یہ ہے الفرد مبتدا اکثر مضاف مایطلقونہ بتاویل مصدر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مبتداء ثانی ہوا اور علی الفرد المطلق واقع کے متعلق ہو کر خبر ہوئی خبر مبتدا سے ملکر الفرد کی خبر ہوئی پس مطلب یہ ہو گا فالفرد اکثر اطلاقھم ایاہ واقع علی الفرد المطلق اسکا ترجمہ غور سے سمجھو ۱۲ کذا فی شرح الشرح مع زیادہ یسیر صفحہ ھذا [1] قولہ المنقطع الخ منقطع وہی حدیث ہے جسکی اسناد سے صحابی کے بغیر اور کوئی ایک راوی ساقط ہوگیا اور مرسل وہی حدیث ہے جسکی اسناد میں فقط صحابی ساقط ہوگیا ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ اولا اي بان يقال المرسل وكذا المنقطع ما سقط بعض رواته صحابيا كان او غيره والمرسل على انه اسم مفعول والمنقطع على انه اسم فاعل ۱۲ شرح الشرح ⁂

انهم لايغايرون بين المرسل والمنقطع وليس كذالك لما حررناه وقل من نبه على النكتة في ذالك والله اعلم وخبر الاحاد بنقل عدل تام[1] الضبط متصل السند غير معلل ولا شاذ هو الصحيح لذاته وهذا اول تقسيم المقبول الى اربعة انواع لانه اما ان يشتمل من صفات القبول على اعلاها اولا الاول الصحيح لذاته والثاني ان وجد ما يجبر ذالك القصور ككثرة الطرق فهو الصحيح ايضا لكن لا لذاته وحيث لاجبران فهو الحسن لذاته وان قامت قرينة ترجح جانب قبول[2] ما يتوقف فيه فهو الحسن ايضا لكن لا لذاته وقدم الكلام على[3] الصحيح لذاته لعلو رتبته والمراد بالعدل من له ملكة[4] تحمل على ملازمة

ترجمہ کہ فی لا (ای کثیر من المحدثین) مرسل و منقطع کے مابین فرق نہیں کرتے ہیں حالانکہ (واقعہ) ایسا نہیں ہے بسبب ہم نے جسکی تحریر و بیان کیا ہے (ای الاکثر من غایروا فی اطلاق الاسم وانما لم یغایروا فی استعمال المشتق) اور بہت کم لوگ ہیں جس نے اس بارے میں اسی نکتہ پر متنبہ کیا ہے واللہ اعلم۔ خبر آحاد (جب) عادل کامل الضبط راوی (کے واسطہ) سے منقول ہو اور اسکی سند متصل ہو اور معلل و شاذ نہ ہو (پس) یہ خبر صحیح لذاتہ ہے اور یہ خبر مقبول کی پہلی تقسیم چار قسم کیطرف ہے (اسکی وجہ حصر یہ ہے) کیونکہ یا تو وہ خبر مقبول صفات قبولیت کے اعلی مرتبہ پر مشتمل ہوگی یا نہیں (بلکہ اوسط یا ادنی صفات قبولیت پر حاوی ہوگی) اول قسم وہ صحیح لذاتہ ہے اور قسم ثانی (جو صفات قبولیت کے اعلی مرتبہ سے گھٹی ہوئی ہے اسمیں) اگر ایسی کوئی چیز پائی جائیں جو اس قصور کی تلافی کردیں مثلا کثرت طرق تو وہ بھی صحیح ہے مگر لذاتہ (ای بالنظر الی اسنادہ الخاص بہ) نہیں ہے (بلکہ صحیح لغیرہ ہے) اور جہاں (اس قصور کا) جبر نہیں کیا گیا تو وہ حسن لذاتہ ہے اور جس حدیث (کے راوی کے اندر ایسے اوصاف ہیں جنکے سبب اس حدیث کو قبول کرنے یا نہ کرنے) میں توقف کیا جاتا ہے (اسکے بارے میں) اگر ایسا کوئی قرینہ پایا جائے جو کہ اسکی جانب قبول کو ترجیح دیتا ہے تو وہ بھی حسن ہے مگر لذاتہ نہیں (بلکہ قرینہ خارجیہ مثلا کثرت طرق وغیرہ کے سبب حسن لغیرہ ہے) اور صحیح لذاتہ کے بارے میں کلام کو اسکا مرتبہ بلند ہونیکی وجہ سے (بیان کرنے میں) مقدم کیا گیا اور (تعریف صحیح میں) عدل سے مراد وہ شخص ہے جسکے لئے ایسا ملکہ (یعنی قوت راسخہ) ہو جو کہ اسکو تقوی و مروت پر آمادہ کرتا ہے اور

تشریح [1] قولہ تام الضبط الخ یعنی حالت تحمل حدیث و آدائہ دونوں میں ایسا کامل الضبط ہونا کہ اسکے ضبط میں کسی قسم قصور نہ ہو اور اسکے حفظ میں کسی قسم عارض دریے ہونے سے بھی سالم ہو پس اس قید سے صحیح لذاتہ کی تعریف سے وہ حدیث نکل گئی جسکا راوی مغفل کثیر الخطا ہو بایں طور کہ صواب کو غیر صواب سے تمیز نہیں دے سکتا ہے پس موقوف کو مرفوع مرسل کو متصل اور تصحیف روات کر دیتے ہیں وہو لا یشعر۔ ایسا ہی قلیل الضبط راوی جو ضبط حسن لذاتہ میں معتبر ہے وہ بھی نکل جاتا ہے ۱۲ ترح الشرح [2] قولہ قبول ما یتوقف الخ یعنی جسکا صدق و کذب بالنظر الی اسنادہ کوئی بھی راجح نہ ہو بلکہ بالنظر الی الامور الخارجیہ اسکی صداقت راجح ہوتی ہے مثلا اس حدیث کو ائمہ کا قبول کر لینا یا تو اقوال صحابہ کی موافقت ہونی وغیرہما من اسباب الترجیح پس یہ حدیث حسن لغیرہ ہے ۱۲ عب

[3] قولہ علی الصحیح الخ ظاہر بات یہ ہے کہ یہاں علیٰ بمعنے فی ہے پس معنے یہ ہونگے و قدم الکلام فی بیان الصحیح کما فی قولہ تعالی وان کنتم علی سفر ای فی سفر ۱۲ عب

[4] قولہ ملکۃ ایسی ایک قوت باطنیہ کا نام ہے جو کہ معرفت اللہ سے پیدا ہوتی ہے اور یہ ملکہ صرف بحالت ادا ر پایا جانا ضروری ہے ۱۲ ترح الشرح۔ آئندہ پر

التقوی و المروءۃ[۱] والمراد بالتقوی اجتناب الاعمال السیئۃ من شرك او فسق او بدعۃ[۲] والضبط ضبطان ضبط صدر وھو ان یثبت ما سمعہ بحیث یتمکن من استحضارہ متی شاء وضبط کتاب وھو صیانتہ لدیہ منذ سمع فیہ وصححہ الی ان یؤدی منہ وقیدہ بالتام اشارۃ الی الرتبۃ العلیا فی ذالك[۳] والمتصل ما سلم اسنادہ من سقوط فیہ بحیث یکون کل من رجالہ سمع ذالك المروی من شیخہ والسند تقدم تعریفہ والمعلل لغۃً ما فیہ علۃ واصطلاحًا ما فیہ علۃ خفیۃ قادحۃ والشاذ لغۃً الفرد واصطلاحًا ما یخالف فیہ الراوی من ھو ارجح منہ ولہ تفسیر آخر سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ (یہاں) تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ اعمال سیئہ سے پرہیز کرنا یعنی شرک (جلی یا خفی) یا فسق (ای بترک واجب او بفعل حرام) یا بدعت (وغیرہ سے اجتناب کرنا) اور ضبط دو قسم کا ہے اول کہ دل کے اندر ضبط وحفاظت کر لینا اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ سنا اسکو اس قدر ذہن نشین کر لے کہ جب چاہے اسکو (اپنے دل میں) حاضر کر سکے اور دوم کتاب کے اندر ضبط وحفاظت کر لینا اور ضبطِ کتاب یہ ہے کہ جب سے اس کتاب میں سنا اور اسکی تصحیح کر لی تب سے (اس کتاب کے اندر جو کچھ ہے اسکو اس کتاب سے ادا کرنے تک (راوی) اپنے پاس حفاظت سے رکھنا (تعریف صحیح لذاتہ کے اندر) ضبط کو قید تام کیساتھ مقید کیا (یہ) ضبط میں مرتبہ علیا کی طرف اشارہ ہے اور (حدیث) متصل وہ ہے جس کی سند سالم ہو اس کے اندر راوی ساقط ہونے سے (چاہے اول یا وسط یا آخر میں) اسطور پر کہ رجال سند سے ہر ایک اس حدیث مروی کو اپنے شیخ سے سنے ہیں اور سند کی تعریف (اسناد کی تعریف کے ضمن میں) گزر گئی (یعنی سلسلہ رواۃ جو کہ طریق متن حدیث ہے) اور لغۃً (حدیث) معلل وہ ہے جس کے اندر کوئی مرض و علت ہو اور اصطلاح (محدثین) میں وہ ہے جس کے اندر کوئی خفی علت قادحہ موجود ہو اور لغۃً شاذ کے معنی فرد وتنہا ہے اور اصطلاح (محدثین) میں وہ (حدیث) ہے جس میں راوی (ثقہ روایت کرنے میں) ایسے شخص کی مخالفت کرتا ہے جو کہ (ثقاہت میں) اس سے راجح ہے (اور دونوں کی روایت کے درمیان کسی قسم کی تطبیق ممکن نہ ہو پس اگر تطبیق ممکن ہو تو پھر شاذ نہ ہوگی) اور شاذ کی دوسری تفسیر بھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئیگی۔

تشریح صفحہ گذشتہ :- عہ قولہ متصل السند الخ منصوب علی انہ حال من المبتدا، وخبر الاحاد او صفۃ لہ علی ان الاضافۃ فیہ معنویۃ ۱۲ ملخص الشرح عہ قولہ علی اعلاھا الخ ای اعلی مراتب صفاتہ واراد بہ حالۃ نوعیۃ منشعبۃ بجری فیہا التفاوت لا حالۃ مخصوصۃ لا یجری فیہا ذالک ۱۲ شرح الشرح صفحہ ہذا :- [۱] قولہ المروۃ الخ بضم المیم والراء بعدہ واو ساکنۃ ثم ہمزۃ، مروت کہکر اس سے احتراز ہے جو کہ صاحب عقل سلیم کے پاس عرفاً مذموم سمجھا جائے مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا اور راستہ میں کھانا وغیرہ ۱۲ عہ [۲] قولہ بدعت الخ بدعت ہر وہ عمل یا اعتقاد کا نام ہے جسکے دواعی پائے جانے اور اس سے کوئی موانع نہ ہونیکے باوجود بھی قرون ثلثہ میں اسکو پایا نہیں جاتا ہے یا تو پایا جاتا ہے مگر مقتدی لوگوں کے انکار کیساتھ ۱۲ عہ [۳] قولہ فی ذالک یحتمل ان یکون مرجع ذالک ہو المذکور بعیداً کما ہو مقتضی ذالک فیکون راجعًا الی ضبط الصدر ویحتمل ان یکون راجعًا الی ما ذکر من الضبطین ولا شک فی تصور تمام ضبط الکتاب وقصورہ بل فی تحقق وقوعہ کما شاہد فی کتب الصحیح المقروۃ علی الشیخ ۱۲ شرح الشرح

تنبیہ قولہ وخبر الآحاد کالجنس وباقی قیودہ کالفصل وقولہ بنقل عدل احتراز عما ینقلہ غیر العدل وقولہ ھو یسمی فصلاً یتوسط بین المبتداء والخبر یؤذن بان ما بعدہ خبر عما قبلہ ولیس بنعت لہ وقولہ لذاتہ یخرج ماسمی صحیحًا بامر خارج عنہ کما تقدم ویتفاوت[۱] رتبہ ای رتب الصحیح بسبب تفاوت ھذہ الاوصاف المقتضیۃ للتصحیح فی القوۃ فانھا[۲] لما کانت مفیدۃ لغلبۃ[۳] الظن الذی علیہ مدار الصحۃ اقتضت ان یکون لھا درجات بعضھا فوق بعض بحسب الامور المقویۃ واذا کان کذالک فمایکون رواتہ فی الدرجۃ العلیا

ترجمہ تنبیہ :- (مصنف) تعریف صحیح لذاتہ کے فوائد قیود بیان فرماتے ہیں کہ) قول خبر الاحاد بمنزلہ جنس ہے اور اسکی باقی قیود بمنزلہ فصل ہیں قول بنقل عدل (اس قید سے) اس حدیث سے احتراز ہے جسکو غیر عادل راوی روایت کرے (عدل سے مراد وہی راوی ہے جو کہ مشہور العدالت ہو اور غیر عدل سے مراد جس کی ضعفیت معروف ومشہور ہو یا اسکا عین یا حال مجہول ہو اور قید الضبط سے احتراز ہے مغفل کثیر الخطاء سے اگرچہ وہ معروف بالعدالت والصدق ہو) اور قول ھو اسکو (ضمیر فصل (ای فاصل) نام رکھا جاتا ہے وہ مبتدا وخبر کے درمیان واقع ہوتا ہے اور یہ خبر دیتا ہے کہ اسکا مابعد اسکے ماقبل کی خبر ہے نہ کہ اسکی نعت وصفت (کیونکہ صفت وموصوف کے درمیان فصل ممنوع ہے) قول لذاتہ اس قید سے وہ خبر نکل گئی جسکو اسکے امر خارج کے سبب صحیح نام رکھی جاتی ہے (یعنی صحیح لغیرہ نکل گئی) جیساکہ پہلے بیان ہوچکا اور اسکے یعنی صحیح (لذاتہ) کے رتبے (بھی) تفاوت ہوتے ہیں (بالعلو والوسط والسفل) بسبب تفاوت ہونے قوت میں انہیں اوصاف کے جوکہ تصحیح کے مقتضی ہیں (یعنی ضبط وعدالت وغیرہ اوصاف کا تفاوت ہونا) کیونکہ جبکہ یہی اوصاف مفید غلبہ ظن ہیں جس ظن پر صحت کا مدار ہے تو یہی اوصاف تقاضہ کرتے ہیں کہ صحت کے ایسے درجات ہوں ان امور مقویہ کے اعتبار سے بعض انکا بعض سے بلند ہو اور جب بات ایسی ہوئی تو جسکے رواۃ عدالت وضبط اور ان صفات جوکہ ترجیح ثابت کرتی ہیں اسمیں درجہ علیا میں ہوںگے۔

تشریح [۱] قولہ یتفاوت رتبہ الخ صحیح لذاتہ اوصاف مقتضیہ للتصحیح کے تفاوت ہونیکے سبب اسکا بھی تفاوت مراتب ہیں کیونکہ مرتبہ علیا ایک حالت نوعیہ ہے اسکے تحت بہت صنفیں اور مراتب ہیں مثلاً انسان میں مرتبہ علیا رسالت ہے لیکن اسمیں بھی بہت مراتب متفاوتہ ہیں کما لایخفی۔ اور فائزین فی الامتحان کیلئے ایک درجہ درجۂ اولی ہے لیکن اسمیں بھی مراتب کے کتنے فرق ہیں کوئی ایک نمبر اور کوئی دس نمبر ہوتے ہیں خلاصہ بات یہ ہے کہ غالب گمان پر صحت کا مدار ہے غالب گمان جس سے حاصل ہوتا ہے یعنی ضبط وعدالت اس میں چونکہ فرق مراتب ہے لہذا غالب گمان میں بھی فرق مراتب ہوگا اب جبکہ غالب گمان جس پر صحت کا مدار ہے اسمیں فرق مراتب ہوا تو ضرور بالضرور صحیح میں بھی درجات کا تفاوت ہوگا ۱۲ منہ [۲] قولہ فانھا الخ یہاں اوصاف مقتضیہ للتصحیح کے تفاوت مراتب ہونیکی دلیل بیان فرماتے ہیں حاصل استدلال یہ ہے کہ عدالت وضبط وغیرہما اوصاف اخبار میں مفید غلبہ ظن ہے اور ظن غالب فی الاخبار کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں بالضرورۃ الوجدانیۃ لہذا یہ ضروری ہوئی کہ انہیں صفات کے مراتب بھی متفاوت ہوتاکہ ظن غالب کے ہرایک درجہ ومرتبہ کے مقابلہ میں انہیں صفات کے کوئی مرتبہ ہو ورنہ ظن غالب کا صرف ایک ہی مرتبہ میں منحصر ہونا لازم آئیگا وہذا باطل [۳] قولہ لغلبۃ الظن الخ ظن اپنے معنی حقیقی کے اعتبار سے غالب گمان ہی پر اطلاق ہوتا ہے لیکن کبھی اسکو مجازاً شک کے معنی میں استعمال کرتے ہیں کما فی قولہ تعالیٰ ان الظن لایغنی من الحق شیئًا اور کبھی یقین کے معنی ـ آئندہ صفحہ

من العدالة والضبط وسائر الصفات التي توجب الترجيح كان اصح مما دونه فمن المرتبة العليا في ذالك ما اطلق عليه بعض الائمة انه اصح الاسانيد كالزهري عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه وكمحمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو عن علي وكابراهيم النخعي عن علقمة عن ابن مسعود ودونها في الرتبة كرواية بريد بن عبد الله بن ابي بردة عن جده عن ابيه ابي موسى وكحماد بن سلمة عن ثابت عن انس ودونها في الرتبة كسهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة وكالعلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرةؓ فان الجميع يشملهم اسم العدالة والضبط الا ان في المرتبة الاولى من الصفات المرجحة ما يقتضي تقديم روايتهم على التي تليها وفي التي تليها من الضبط ما يقتضي تقديمها على الثالثة وهي مقدمة على رواية من يُعَدّ ما ينفرد به حسنا كمحمد بن اسحق عن عاصم بن عمر عن جابر۔

ترجمہ تو وہ اس حدیث سے اصح ہوگی جو کہ اس سے کم درجہ (یعنی جسکے رواۃ ایسا نہ) ہو پس اسناد میں مرتبہ علیا میں سے وہی ہے جس پر بعض ائمہ حدیث نے اسکا اطلاق کر دیا ہے کہ وہ اصح اسانید ہے (چنانچہ) مثلا زہری سالم بن عبد اللہ بن عمر سے وہ اپنے باپ عبد اللہ بن عمرؓ سے (روایت کرے) اور مثلا محمد بن سیرین عبیدۃ بن عمرو سے وہ علیؓ سے (روایت کرے) اور مثلا ابراہیم نخعی علقمہ سے وہ ابن مسعودؓ سے (روایت) کرے اور اس سے کم درجہ میں وہ سند ہے مثلا روایت برید بن عبد اللہ بن ابی بردۃ اپنے دادا (ابو بردہ) سے وہ اپنے باپ ابو موسیٰؓ سے اور مثلا (روایت کرے) حماد بن سلمہ ثابت سے وہ انس سے، اور رتبہ میں اس سے (بھی) کم مثلا روایت سہیل بن ابی صالح اپنے باپ (ابو صالح) سے وہ ابو ہریرۃؓ سے اور مثلا روایت علاء بن عبد الرحمن اپنے باپ (عبد الرحمن) سے وہ ابو ہریرۃؓ سے کیونکہ مذکورین میں سے ہر ایک کو اسم عدالت وضبط (تام جو کہ حدیث صحیح میں معتبر ہے) شامل رکھتا ہے (یعنی ان پر یہ صادق آتا ہے کہ انہم عدول وضباط کاملون) لیکن مرتبۂ اولی کے اندر ایسی صفات مرجحہ ہیں جو کہ مقتضی ہیں انکی روایت کو مقدم کرنیکا اس مرتبہ پر جو کہ مرتبہ اولی کے متصل پیچھے آنے والا ہے اور اسی مرتبہ تالیہ میں ضبط (وغیرہ) کی ایسی قوت ہے جو کہ تقاضا کرتی ہے اس مرتبہ تالیہ کا مقدم ہونا مرتبہ ثالثہ پر اور یہی مرتبہ ثالثہ (کی روایت) مقدم ہے اس شخص کی روایت پر جو اگر تنہا کسی حدیث کی روایت کرے تو وہ حسن شمار کی جاتی ہے (یعنی اسکو صحیح نہیں کہی جاتی ہے بل یقال انہ حسن) مثلا (روایت) محمد بن اسحاق عن عاصم بن عمر عن جابرؓ۔

تشریح صفحہ گذشتہ :- میں استعمال کر لیتے ہیں کقولہ تعالی الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم پس دفع مجاز کے لئے ظن کے ساتھ غلبہ کا اضافہ کر لیا ۱۲ شرح الشرح ۔ ع قولہ فمن المرتبۃ الخ قیل الظاہر ان کلمۃ من تبعیضیۃ ۱۲

وعمرو[1] بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وقس علی ھذہ المراتب ما یشبھھا فی الصفات المرجحۃ والمرتبۃ الاولی ھی التی اطلق علیھا بعض الائمۃ انھا اصح الاسانید والمعتمد عدم الاطلاق لترجمۃ معینۃ منھا نعم یستفاد من مجموع ما اطلق الائمۃ علیہ ذالک ارجحیتہ علی مالم یطلقوہ ویلتحق بھذا التفاضل ما اتفق الشیخان علی تخریجہ بالنسبۃ الی ما انفرد بہ احدھما وما انفرد بہ البخاری بالنسبۃ الی ما انفرد بہ مسلم لاتفاق العلماء بعدھما علی تلقی کتابیھما بالقبول واختلاف[2] بعضھم فی ایھما ارجح فما اتفقا علیہ ارجح من ھذہ الحیثیۃ مما لم یتفقا علیہ وقد صرح الجمھور بتقدیم صحیح البخاری فی الصحۃ ولم یوجد[3] عن احد التصریح بنقیضہ واما ما نقل عن ابی علی النیسابوری انہ قال ما تحت ادیم السماء اصح

ترجمہ اور روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (یعنی ان کی روایت کو حسن سمجھی جاتی ہے) اور ان مراتب (علیا و وسطی و سفلی) پر اس مرتبہ کو قیاس کر جو کہ صفات مرجحہ کے اندر اسکی مشابہت رکھتا ہے اور (مرتبۂ علیا جس پر مدار صحت ہے اس میں سے) مرتبۂ اولی وہی روایت ہے جس پر بعض ائمۂ حدیث (مثلاً امام بخاری وغیرہم) نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے (مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) اور اسناد[؟] میں سے کسی خاص اسناد پر اصح الاسانید کا اطلاق نہ کرنا ہی معتمد و مختار قول ہے ہاں البتہ جس سند پر ائمۂ حدیث نے اصح الاسانید کا اطلاق کیا ہے اس کے مجموعہ سے اس سند کی ان اسانید پر ارجحیت مستفاد ہوتی ہے جن پر انہوں نے اس کا (یعنی اصح الاسانید کا) اطلاق نہیں کیا ہے (مطلق صحیح احادیث میں جسطرح باعتبار صحت تفاوت مراتب ہے اسیطرح احادیث صحیحین میں بھی باعتبار صحت تفاوت رتبی ہے اس لئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) اور اس تفاضل و تفاوت کے ساتھ وہ تفاضل بھی ملتحق ہوگا کہ شیخین میں سے کوئی ایک جس حدیث کی تخریج میں متفرد ہوا اسکی نسبت سے اسی حدیث (کا تفاضل ہونا) جسکی تخریج پر شیخین متفق ہوئے اور امام بخاریؒ جسکی تخریج میں متفرد ہوئے وہ اس حدیث کی نسبت سے (افضل ہے) جسکے ساتھ صرف امام مسلمؒ منفرد ہوئے (احادیث صحیحین میں یہ اختلاف مراتب ہونا اس لئے ہے کہ) بسبب اتفاق ہونے علماء کا دونوں کے بعد انکی دونوں کتابوں کو تلقی بالقبول کرنے پر اور اختلاف کرنے بعض علماء کا اس بارہ میں کہ دونوں میں سے کون راجح ہے پس جس حدیث پر دونوں کتابیں متفق ہو جائیں وہ اسی (تلقی بالقبول کی) حیثیت سے اس حدیث پر راجح ہوگی جس پر دونوں متفق نہ ہوئیں (کیونکہ) جمہور نے نفس صحت میں صحیح بخاری (صحیح مسلم پر) مقدم ہونیکی تصریح کی ہے اور اس کے خلاف (یعنی ارجحیت صحیح مسلم علی البخاری فی الصحۃ) کسی سے تصریح موجود نہیں بہر حال ابو علی نیشاپوریؒ سے جو منقول ہے کہ آپنے فرمایا ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم یعنی آسمان کے نیچے کتاب مسلم سے زیادہ صحیح تر کوئی کتاب نہیں

تشریح [1] قولہ عمرو بن شعیب الخ وھو عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص السہمی عن ابیہ عن جدہ کی ضمیر اگر عمرو کی طرف لوٹتی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عمرو نے اپنے باپ شعیب سے وہ عمرو کے دادا یعنی محمد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں پس اسوقت روایت کردہ حدیث مرسل ہوگی کیونکہ آپکے دادا محمد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات و رؤیت حاصل نہیں اور اگر ابیہ سے مراد یہ ہو کہ عمرو اپنے باپ شعیب سے اور جدہ سے جد شعیب یعنی عبد اللہ ہو تو ۔ بقیہ آئندہ صفحہ

من کتاب مسلم فلم یصرح[٥١] بکونه اصح من صحیح البخاری لانه انما نفی وجود کتاب
اصح من کتاب مسلم اذ المنفی انما هو ما یقتضیه صیغة افعل من زیادة صحة فی
کتاب شارك کتاب مسلم فی الصحة یمتاز بتلك الزیادة علیه ولم ینف المساواة
کذالك ما نقل عن بعض المغاربة انه فضل صحیح مسلم علی صحیح البخاری فذالك
فیما یرجع الی حسن السیاق وجودة الوضع والترتیب[٥٢] ولم یفصح احد منهم بان[٥٣]
ذالك راجع الی الاصحیة ولو افصحوا به لرده علیهم شاهد الوجود فالصفات التی

ترجمہ آپ نے کتاب مسلم صحیح بخاری سے اصح ہونیکی تصریح نہیں کی ہے کیونکہ آپ نے ایسی کتاب کے وجود کی نفی کی ہے جو کہ کتاب مسلم سے اصح ہو اس لئے کہ منفی (یہاں پر) جز این نیست کہ وہ صیغہ افعل (اسم تفضیل) کا مقتضی ہے صحت کی زیادتی ہے کسی کتاب کے اندر کہ کتاب مسلم اصل صحت میں اسکے ساتھ شریک ہے وہی کتاب اسی زیادت کیوجہ سے کتاب مسلم پر ممتاز و فائق ہو اور آپنے مساوات وبرابری کی نفی نہیں کی ہے (یعنی اسم تفضیل پر نفی داخل ہونے سے اس زیادتی و افضلیت کی نفی ہوتی ہے جو کہ صیغہ تفضیل سے مفہوم ہوتی ہے نہ کہ اصل فعل کی پس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کے نیچے کتاب مسلم سے زیادہ صحیح وارجح کوئی کتاب نہیں ہے باقی نفس صحت میں دوسری کوئی کتاب اسکے مساوی وبرابر ہو تو ہو سکتی ہے یہ اس عبارت کے منافی نہیں کیونکہ آپنے اصحیت کی نفی کی ہے مساوات کی نفی نہیں کی) ایسا ہی (تصریح کا فائدہ نہیں دیتا ہے) جو بعض (اہل مغاربہ سے منقول ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت و ترجیح دی ہے پس یہ فضیلت (محمول ہے) اس بارے میں جو کہ لوٹتی ہے حسن سیاق (بین الاحادیث) وجودت وضع (یعنی احادیث کو اپنی اپنی جگہ پر رکھنے میں اعلی پیمانے پر ہونا مراد ہے کہ باب قائم کر نہیں فائق ہونا) اور ترتیب بین الاحادیث کیطرف (یعنی صحیح مسلم ان امور میں صحیح بخاری سے فائق وراجح ہے) اور ان میں سے کسی نے بھی اسکی تصریح نہیں کی ہے کہ یہ فضیات اصحیت (ای اصحیة مسلم من البخاری) کی طرف لوٹتی ہے اور اگر (فرضاً) کسی نے اسکی تصریح کی بھی ہو تو اسکو شاہد وجود (یعنی حال موجودہ) رد کر دیتا ہے کیونکہ کتاب بخاری کے اندر جن صفات پر صحت کا مدار ہے

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ مطلب یہ ہے کہ روی عمرو عن ابیہ شعیب وھو شعیب عن جدہ عبداللہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شعیب اپنے دادا عبداللہ کو نہیں پایا اور بعض نے کہا کہ شعیب نے اپنے دادا عبداللہ کو پایا ہے بکذا فی اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ قال الزعفرانی شارح المصابیح اختلف ان شعیباً اسمع من جدہ عبداللہ بن عمرو ام لا ولذا لم یخرج الشیخان الحدیث الذی رواہ عمرو عن جدہ ۱۲ منہ

[٥٢] قولہ واختلاف بعضھم الخ یعنے بعض علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کون ارجح ہے پس اس اختلاف سے یہ ثابت ہوتا ہے باقی تمام کتب راجحیت دونوں کے اندر منحصر ہے اب اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ ان دونوں میں کون ارجح ہے لہذا جس حدیث کی تخریج میں شیخین متفق ہیں وہ اسکی نسبت سے راجح ہوگی جسپر دونوں متفق نہیں ۱۲ عب [٥٣] قولہ ولم یوجد الخ اگر کوئی اعتراض کرے کہ مصنف کے قول واختلاف بعضھم فی ایھما ارجح اسی سے تو پتہ ملتا ہے کہ ارجحیت مسلم علی البخاری کے قائل بعض حضرات ہیں فھذا تصریح بنقیضہ شاید یہ جو بعض کا اختلاف ذکر کیا ہے وہ مبنی ہے ان کے اطلاقات ومفہوم فحوائے کلام پر اور اسکے بارے میں ان سے کوئی تصریح نہیں فلم یثبت التصریح بنقیضہ اور امام شافعی سے جو منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ما اعلم بعد کتاب اللہ اصح من موطا مالک یہ صحیحین کے وجود سے پہلے کا قول ہے کیونکہ امام شافعی کا زمانہ ۔ بقیہ اندر

تدور علیها الصحة فی کتاب البخاری اتم منها فی کتاب مسلم واشد و شروطه فیهما اقوی واسد وامارجحانه من حیث الاتصال فلاشتراطه ان یکون الراوی قد ثبت له لقاء من روی عنه ولو مرة واکتفی مسلم بمطلق المعاصرة والزم البخاری بانه یحتاج ان لایقبل العنعنة اصلا وما الزمه بلیس بلازم لان الراوی اذا ثبت له اللقاء مرة

ترجمہ وہ صفات اتم واقوی ہیں انہیں صفات سے جن صفات پر کتاب مسلم کے اندر صحت کا مدار ہے اور صحت کے بارے بخاری کی شرط اقوی اور احتمالات کو زیادہ بند کرنیوالی ہے (یہاں سے قولہ فالصفات التی الخ کی تفصیل ہے بہرحال کتاب بخاری کا راجح ہونا اتصال سند کی حیثیت سے پس یہ بسبب آپ شرط لگانے (متصل السند ہونے میں) کہ راوی ایسا ہو کہ جس سے وہ روایت کرتا ہے اسے اسکی ملاقات ثابت ہو اگرچہ (ساری زندگی میں) ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو اور امام مسلم نے (حدیث متصل السند ہونے میں راوی اور مروی عنہ کا) مطلق معاصرت وہم زمانہ ہونے پر ہی اکتفا کر لیا (اور ثبوت لقا کی شرط نہیں لگائی) امام مسلم نے امام بخاری پر جو لزوم قرار دیا کہ آپ اسکی طرف محتاج ہونگے (یعنی آپ کو یہ لازم ہوگا) کہ حدیث معنعن کو بالکل قبول ہی نہ کرے (مصنف امام بخاری کی جانب سے جواب دیتے ہیں کہ) جس سے امام بخاری کو الزام دیا گیا یا آپ پر لازم نہیں ہوتا ہے کیونکہ راوی کو جب (اپنے مروی عنہ سے) ایک مرتبہ ملاقات ثابت ہو جائیں۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ امام بخاری و مسلم کے زمانہ سے پہلا ہے) کذا فی الجواہر لہ قولہ فلم یصرح الخ اگر کوئی کہے کہ مصنف نے جو فرمایا یہ لغت کے اعتبار سے صحیح ہو سکتا ہے نہ کہ عرف کے اعتبار سے اور مفہوم عرفی ہی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ حدیث ما رأیت احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہو چکا، شرح المفتاح میں سید نے تصریح کی ہے کہ اس مثل ترکیب میں افضلیت ومساوات ایک ساتھ دونوں کی نفی مقصود ہے وذالک لانہ متبادر من الکلام، اور ابن القطان اسکے برخلاف فرماتے ہیں کہ جو لوگ کلام کے معنی سمجھتے نہیں انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مثل قول ما اقلت الغبراء ولا اظلت الخضراء اصدق لہجة من ابی ذرؓ اسکے معنی یہ بتاتے ہیں کہ ابوذرؓ تمام عالم سے اصدق ہے حالانکہ معنے ایسا نہیں، ورنہ ابوذرؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی اصدق ہونا لازم آئیگا بلکہ معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے کوئی صداقت کے اندر اعلی رتبہ والا ہونیکی نفی کی ہے اور مساوات فی الصدق کی نفی نہیں کی ہے پس یہاں برفیصل کن بات یہی ہے جو بقاعتی نے فرمایا کہ یہی صیغہ اسم تفضیل کبھی اصل لغت کے مقتضی پر مستعمل ہوتا ہے تو اسیوقت صرف زیادت کی نفی ہوتی ہے اور کبھی مقتضی ماشاع من العرف پر مستعمل ہوتا ہے تو اسیوقت زیادت ومساوات کی نفی ہوتی ہے مثل قولہ علیہ السلام ماطلعت الشمس ولاغربت لبعد النبیین علی احد افضل من ابی بکر، فاذا عرفت ہذا فیصح قول المصنف انہ لم یصرح بکونہ اصح من صحیح البخاری لمساواة الاحتمالین وترجیح احدہما لغة وہو نفی الافضلیت ۱۲ شرح النزح ٥ قولہ والترتیب الخ کیونکہ باب کو ابتدا کرتے ہیں احادیث مجمل ومشکل ومنسوخ ومعنعن ومبہم سے پھر اس کے پیچھے لاتے ہیں احادیث مبین ومفسر وناسخ ومصرح ومعین ومنسوب کو، کذا نقلہ البعض عن شرح السخاوی التذکرہ والتبصرہ ۱۲

صفحہ ہذا:۔ لہ قولہ فلاشتراطہ الخ توضیح مقام یہ ہے کہ راوی جب اپنے شیخ سے سماع کی تصریح کر دے مثلا کہے سمعت فلانا او حدثنا فلان الی غیر ذالک تو یہ سند متصل ہے لامحالہ۔ اور جبکہ سماع کی تصریح نہ کرے مثلا کہے عن فلان تو اگر راوی اور جس سے عن سے روایت کرتا ہے دونوں کے مابین معاصرت وہم زمانگی نہ ہو یا تو دونوں کا زمانہ ایک ہے لیکن خارج میں یہ ثابت ہو گیا کہ دونوں آپس میں کبھی ملاقات نہیں کئے تو یہ منقطع ہے بالضرورت، اور اگر دونوں ایک ہی زمانہ کا ہوں اور خارج میں عدم لقا بھی ثابت نہیں۔ بقیہ آئندہ

لا یجری فی روایتہ احتمال ان لا یکون قد سمع لانہ[۱] یلزم من جریانہ ان یکون مدلسًا[عہ] والمسئلۃ مفروضۃ فی غیر المدلس واما رجحانہ من حیث العدالۃ والضبط فلان[۲] الرجال الذین تکلم فیہم من رجال مسلم اکثر عددًا من الرجال الذین تکلم فیہم من رجال البخاری مع ان البخاری لم یکثر من اخراج حدیثہم بل غالبہم من شیوخہ الذین اخذ عنہم ومارس حدیثہم بخلاف مسلم فی الامرین واما رجحانہ من حیث عدم الشذوذ۔

ترجمہ تو اسکی روایت میں یہ احتمال ہی جاری نہیں ہوتا ہے کہ اس نے (اپنے شیخ سے) سنا نہیں کیونکہ اس احتمال کے جریان سے راوی کا مدلس ہونا لازم ہوتا ہے (یأتی تفسیر المدلس) حالانکہ مسئلہ متنازع فیہا غیر مدلس کے بارے میں مفروض ہے (یعنے جب راوی غیر مدلس ہو اور اپنے مروی عنہ کے ہم زمانہ ہو تو امام مسلمؒ اسکی روایت بعن کو اتصال پر حمل کرتے ہیں اور امام بخاریؒ ہم زمانہ ہونے کے ساتھ لقاء مرۃ کی قید لگاتے ہیں لیکن راوی اگر مدلس ہو تو اسکی روایت بعن اتصال پر محمول ہونے کیلئے ہر ایک ہی یہ شرط لگاتے ہیں کہ اسکی ہر ایک روایت میں ایسے کوئی لفظ موجود ہو جو ینبئ عن سماع ہذہ الروایۃ عن شیخہ)) اور بہر حال بخاری کا راجح ہونا عدالت و ضبط کے اعتبار سے پس اسلئے کہ رواۃ مسلم میں سے جنہوں کے بارے میں تکلم بالطعن کیا گیا ۱۶۰ باعتبار عدد بخاری کے ان رواۃ سے زائد ہیں جنہوں کے بارے میں تکلم بالطعن کیا گیا باوجودیکہ بخاریؒ نے متکلم فیہم کی حدیث کی تخریج میں اکثار و زیادتی نہیں کی (یعنے بخاری نے متکلم فیہم راوی سے حدیث زیادہ روایت نہیں کی ہے بلکہ (فضیلت اور ایک جانب کی یہ ہے کہ) اکثر متکلم فیہم امام بخاری کے شیوخ ہیں جنہوں سے آپ نے بلاواسطہ حدیث اخذ کیا ہے اور انہوں کی حدیث کی ممارست کی ہے بخلاف امام مسلم کے ان دونوں امر میں ((ای اکثار حدیثہم وعدم کونہم مشائخہ بلاواسطہ اور بلاواسطہ جو شیخ ہے انکے حالات کے بارے میں راوی کو زیادہ علم ہوگا بنسبت اس شیخ کی جو کہ بالواسطہ و متقدم ہے اور چونکہ اکثر متکلم فیہم رواۃ امام بخاری کے شیخ و استاذ بلاواسطہ ہے اور انہیں کا اکثر امام مسلم کے بالواسطہ شیخ و استاد ہیں لہذا بخاری کے ان رواۃ کے اندر ضعف کا احتمال بہت کم ہے بخلاف رواۃ مسلم کے کیونکہ ہر شخص اپنے استاذ الاستاذ کے حال سے اپنے استاذ کی حالت سے زیادہ واقف ہوتا ہے ۱۲)) اور بہر حال بخاری کا راجح ہونا احادیث کے شذوذ۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ اور دونکا اجتماع ہونا ممکن ہو! در راوی مدلس بھی نہو تو یہ سند امام مسلمؒ کے نزدیک محمول علی الاتصال ہے اور امام بخاریؒ اسکے ساتھ ثبوت لقاء شرط لگاتے ہیں اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہو اور بلاشک یہ شرط اتصال کے اندر قوت کا فائدہ دیتی ہے ولہذا قال النووی ہذا المذہب یرجح کتاب البخاری ۱۲ عب ۵۲ والزم البخاری الخ حاصل الزام یہ ہے بخاری نے ثبوت سماع و زوال احتمال انقطاع کیلئے لقاء کی شرط لگائی حالیکہ ہر حدیث میں سماع ثابت نہیں ہو سکتا ہے مگر جبکہ ہر ایک کے ساتھ تصریح بالسماع موجود ہو کیونکہ لقاء مرۃً لازم نہیں کرتا ہے کہ ان تمام احادیث کو اس سے سن لے جنکو اس سے روایت کرتے ہیں اجبکہ یہ لازم نہیں تو بعض احادیث کا سماع ان سے نہونیکا احتمال باقی رہتا ہے لہذا آپکو لازم ہوا کہ حدیث معنعن کو بالکل قبول ہی نہ کرے وہو باطل بالاتفاق امام بخاریؒ کی جانب سے اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارا کلام تو علم عادی کے بارے میں ہے یعنی عادۃ حسب علم بالسماع ثابت ہوا اور بلاشک ثبوت لقاء عادۃً احتمال انقطاع کے زوال کا فائدہ دیتا ہے جو کہ مطلق معاصرۃ سے حاصل نہیں ہوتا ہے انکا مکابرۃ بالقروہ ۱۲ عب صفحۂ ہذا:۔ [۱] قولہ لانہ الخ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث معنعن اگرچہ سماع و عدم کا احتمال رکھتی ہے لیکن یہاں عدم سماع کے احتمال نہیں ورنہ راوی کا مدلس ہونا لازم آئیگا۔ بقیہ آئندہ پر

والاعلال فلان ما انتقد على البخاري من الاحاديث اقل عددا[۱] مما انتقد على مسلم هذا مع اتفاق العلماء على ان البخاري كان اجل من مسلم في العلوم واعرف منه بصناعة[ع] الحديث وان مسلما تلميذه وخريجه[ع] ولم يزل يستفيد منه ويتبع آثاره حتى قال الدار قطني[ب] لولا البخاري لما راح[ع] مسلم ولا جاء ومن ثم اي ومن هذه الجهة وهي ارجحية شرط البخاري على غيره قدم صحيح البخاري على غيره من الكتب المصنفة في الحديث۔

ترجمہ واعلال نہ ہونے کے لحاظ سے کیونکہ بخاری کی جتنی احادیث پر تنقید کیگئی وہ عدد کے اعتبار سے مسلم کی جن احادیث پر تنقید کیگئی ان سے کم ہیں یہ (تو کتاب بخاری کی فضیلت اپنی حیثیت سے ہے علاوہ ازیں اس کے مصنف کے اعتبار سے بھی اس کی فضیلت ہے کہ) باوجود علماء کا اتفاق ہونے اس بات پر کہ بیشک امام بخاریؒ امام مسلمؒ سے (عموماً) ہر علم میں بڑھ کر اور بڑے تھے اور (خصوصاً) حدیث کے پیشہ کے بارے میں آپ ان سے زیادہ عارف تھے اور بیشک مسلمؒ آپ کے شاگرد و خریج ہیں (یعنی جس کو بخاریؒ میدان جہالت سے نکالا ہے) اور مسلمؒ ہمیشہ آپ سے استفادہ اور آپ کے آثار (فی تقریرہ وتحریرہ) کے اتباع کرتے رہے یہاں تک کہ دارقطنیؒ نے فرمایا کہ اگر بخاریؒ نہ ہوتے تو مسلمؒ نہ متوجہ ہوتے (فن حدیث کی طرف) اور نہ آتے (یعنی نہ قدم رکھتے اس فن کے اندر) اور اسی جہت سے یعنی شرائط صحت صحیح بخاری دوسری کتابوں کی شرائط صحت پر راجح و اقوی ہونے کی وجہ سے صحیح بخاری کو تمام کتب مصنفہ فی الحدیث پر مقدم کی جائے گی۔

تشریح ۸ صفحہ گذشتہ:۔ حالانکہ مسئلہ متنازع فیہا غیر مدلس کے بارے میں مفروض ہے ۱۲ ع۵ قولہ فلان الرجال الخ جن رواۃ سے حدیث تخریج کرنے میں بخاری متفرد ہوئے ان کے کل عدد ۴۳۵ اشخاص ہیں اور ان میں سے متکلم فیہم بالضعف تقریباً اسّی ہیں اور امام مسلمؒ جن سے تخریج احادیث میں متفرد ہوئے ان کے کل عدد ۶۲۰ رجال ہیں اور ان میں متکلم فیہم بالضعف ۱۶۰ ہیں کذا ذکرہ السخاوی فی شرح الفتیہ العراقی ولا شک ان التخریج عمن لم تکلم فیہ اصلا اولی من التخریج عمن تکلم فیہ ۱۲ شرح الشرح ع۵ قولہ مدلس الخ بتشدید اللام المکسورۃ وہو من یروی الحدیث عن معاصرہ ملاقیہ والحال انہ لیس لہ سماع عنہ ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا:۔ ۱ قولہ اقل عددا الخ کیونکہ احادیث صحیحین میں سے جن پر تنقید کیگئی وہ دوسو دس[۲۱۰] تک پہونچتی ہیں بخاری اسّی سے کم احادیث کے ساتھ مختص ہے اور بخاری و مسلم دونوں مشترک ہیں تبتیس[۳۲] احادیث میں اور مسلم باقی سب (یعنی ۱۹۸ احادیث) کے ساتھ مختص ہے کذا فی المقدمہ ۱۲ شرح الشرح ع۲ قولہ لما راح الخ یعنی نہ ظاہر ہوتے اس کے اندر اور نہ قدم رکھتے اس میں بعض نے کہا کہ اس سے تو مصنَّف بالفتح کی ارجحیت لازم نہیں ہوتی ہے جیسا کہ اس کی مرجوحیت لازم نہیں۔ علامہ سخاویؒ نے اسکا جواب دیا ہے کہ آپ تو اصل ہے اور یہی قدر ثابت ہونا ہی مطلوب ظنی یعنی ارجحیت کتاب البخاری کیلئے کافی ہے انتہی مافی شرح الشرح علامہ سخاویؒ کے جواب کو اس مثل مشہور بھی تائید کرتی ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام اور جو کہا جاتا ہے سمو مرتبۃ المولفات بعلو مرتبۃ المولفین ۱۲ عب ع۵ قولہ بصناعۃ الخ بکسر الصاد ع قولہ خریجہ الخ بکسر الخاء المعجمۃ والراء المشددۃ ای معلم ادبہ کذا فی المقید وفی القاموس الخریج کعنین بمعنے مفعول یقال خرج الرجال اصحابہ علمہم واخرجہم من الجہل شرح الشرح ع۲ قولہ الدارقطنی

بقیہ ائندہ پر

ثم صحیح مسلم لمشارکتہ للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی کتابہ بالقبول ایضا سوی ماعلل[۱] ثم یقدم فی الارجحیۃ من حیث الاصحیۃ ما وافقہ شرطہما لان المراد[۲] بہ رواتہما مع باقی شروط الصحیح ورواتہما قد حصل الاتفاق علی القول بتعدیلہم بطریق اللزوم[۳] فہم مقدمون علی غیرہم فی روایاتہم وہذا اصل لا یخرج عنہ الا بدلیل فان کان الخبر علی شرطہما معاً کان دون[۴] ما اخرجہ مسلم او مثلہ وان کان علی شرط احدہما

ترجمہ اس کے بعد صحیح مسلم کو بسبب وہ مشارک ہونے بخاری کا اس بات میں کہ علماء کا اتفاق ہونے ان کی کتاب کو بھی تلقی بالقبول کرنا پر سوائے منتقدہ کے پھر اصحیت کے اعتبار سے ارجح واقوی ہونے میں اسکو مقدم کی جائے گی جو صحیحین کی شرط کے موافق ہو کیونکہ مراد شرط صحیحین سے یہی ہے کہ باقی تمام شروط صحت کے ساتھ ساتھ صحیحین کے رواۃ ہوں اور صحیحین کے رواۃ کی تعدیل کی بات پر تمام علماء کا اتفاق بطریق دلالت التزامی حاصل ہے، پس انہوں (یعنی رواۃ صحیحین) اپنی روایات میں غیروں پر مقدم ہے اور یہ ایک اصل وقاعدہ ہے (ای یقدم ما وافق شرطہما علی ما عداہ) اس سے باہر نہیں جا سکتا ہے بلا کوئی دلیل کے (وہو مفقود) پس اگر کوئی حدیث ایک ساتھ صحیحین کی شرط کے مطابق ہو (یعنی اسکا راوی ایسا شخص ہو جس سے بخاری امسلم دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں حدیث تخریج کی ہیں) تو وہ حدیث امام مسلم نے (اپنی صحیح میں) جن احادیث کو تخریج کیا ہے ان سے گھٹیا درجہ میں ہو گی یا تو ان کا برابر اور اگر کوئی حدیث کسی ایک کتاب کی شرط کے موافق ہو

تشریح صفحۂ گذشتہ :- قولہ الدارقطنی الخ بفتح الراء وضم القاف وسکون الطاء نسبۃ الی محلۃ ببغداد وہو امام جلیل فی فن الحدیث ۱۲ شرح الشرح۔

صفحۂ ہذا :- [۱] قولہ سوی ماعلل الخ یعنی صحیح مسلم کی مقبولیت پر تمام علماء کا اتفاق ہے سوائے ان احادیث منتقدہ کے جنکا ذکر ذرا پہلے گزرا اگرچہ احادیث منتقدہ کا وجود بخاری میں بھی ہیں چونکہ وہ مسلم کی بنسبت کم ہیں اس لئے انکے ذکر کا درپے نہیں ہوا اور یہاں پر تعلیل سے تعلیل لغوی مراد ہے تاکہ شاذ بھی شامل ہو پس اگر سوائے ما انتقد کہتے تو اچھا ہوتا ۱۲ شرح الشرح [۲] قولہ لان المراد بہ الخ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قولہم علی شرطہما سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے رجال اسناد کے اندر شرط صحت عدالت وضبط وغیرہ ہونے کیساتھ ساتھ انہوں کا وجود صحیحین میں ہوں لیکن شیخین نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی لانہ لیس لہما شرط فی کتابیہما ولا فی غیرہما، کذا نقل عنہ العراقی وعلیہ مشی ابن دقیق العید والذہبی والمصنف ۱۲ شرح الشرح [۳] قولہ بطریق اللزوم۔ لزوم سے التزام مراد ہے یعنی جبکہ علماء شیخین کی کتاب کو تلقی بالقبول کئے ہیں تو لازم ہوئے کہ ان کے رجال ورواۃ وصف عدالت پر ہوں ۱۲ شرح الشرح [۴] قولہ دون ما اخرجہ مسلم او مثلہ جو حدیث صحیحین کی شرط کے مطابق ہو اسکا رتبہ مسلم کی حدیث کے رتبہ سے کم ہے یا برابر اسمیں مصنف نے تردد کا اظہار کیا ہے حالیکہ دوسروں نے اسکا رتبہ کم ہونے پر یقین وجزم کا مظاہرہ کیا ہے تو شاید وجہ جزم دیقین تلقی الامۃ بالقبول کا فوت ہونا ہی ہو گی اور وجہ تردد یہ ہو گی کہ صحیح مسلم کی تقدیم کی دلیل تو تلقی الامۃ بالقبول ہے وقد قابلہ کونہ علی شرط البخاری فتردد نظراً الی الوجہین، کذا قال العلویؒ۔ مصنفؒ کے کلام میں اشکال ہوتا ہے کہ آپنے متن میں اس قسم حدیث کو مسلم کی حدیث سے کم درجہ ہونے پر جزماً کہا لیکن شرح میں تردد ظاہر کیا وہذا تعارض۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

فيقدم شرط البخاري وحده على شرط مسلم وحده تبعًا لاصل كل منهما فخرج لنا من هذا ستة[1] اقسام تتفاوت درجاتها في الصحة وثمّ قسم سابع وهو ما ليس على شرطهما اجتماعًا وانفرادًا وهذا التفاوت انما هو بالنظر الى الحيثية المذكورة اما لو رجح قسم على ما فوقه بامور اخرى تقتضي الترجيح على ما فوقه فانه يقدم على ما فوقه اذ قد يَعْرِضُ للمفوق ما يجعله فائقًا كما لو كان الحديث عند مسلم مثلًا وهو مشهور قاصر عن درجة التواتر لكن حفّت قرينة صار بها يفيد العلم فانه يقدم على الحديث الذي يخرجه البخاري اذا كان[2] فردًا مطلقا وكما لو كان الحديث الذي لم يخرجاه

ترجمہ تو جو احادیث صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہوں (یعنی جن احادیث کے رجال صرف بخاری میں ہے مسلم میں نہیں) وہ انہیں احادیث پر مقدم کیجائینگی جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہوں تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنی اصل کے تابع ہو جائیں۔ ((یعنی جیسا کہ احادیث بخاری احادیث مسلم پر مقدم ہوتی ہیں فکذا یقدم ما یوافق شرط البخاری علی ما یوافق شرط مسلم)) پس اسی بیان سے ہمیں احادیث کی چھ قسمیں نکلیں کہ صحت میں ہر ایک کا درجہ متفاوت ہوتے ہیں اور وہاں ساتویں اور ایک قسم ہے وہ یہ ہے کہ جو اجتماعا دونوں کی شرط کے موافق ہو نہ انفرادًا کسی ایک کی شرط کے موافق ہو ((حالیکہ اسمیں باقی تمام شروط صحت موجود ہوں وہو صحیح عند غیرہما من الائمۃ المعتبرین کصحیح ابن جزیمۃ ثم ابن حبان ثم الحاکم)) اور یہ تفاوت مذکورہ اس حیثیت مذکورہ (یعنی رواۃ کی عدالت وضبط) کے اعتبار ہی سے ہے بہرحال اگر کسی قسم کو اپنی اوپر والی قسم پر ترجیح دیجائیں دوسرے کوئی ایسے امور کیوجہ سے جو کہ اپنے مافوق پر ترجیح ہونیکا متقاضی ہے پس اسکو اپنے مافوق پر مقدم ہی کیجائیگی کیونکہ کبھی مرجوح وسافل کیلئے ایسی کوئی وجہ درپیش ہوتی ہے جو کہ اسکو فائق وعالی بنا دیتی ہے جیسا کہ اگر کوئی ایک حدیث مثلا مسلم میں ہو اور وہ حدیث مشہور ہو جو کہ درجہ تواتر سے قاصر ہے لیکن اسکو ایسا کوئی (ایک یا چند) قرینہ لاحق ہو جسکی وجہ سے وہ مفید علم یقینی ہے پس مسلم کی اسی حدیث کو اس حدیث پر مقدم کیجائیگی جسکو امام بخاری نے تخریج کی ہے (لیکن مقدم کرنیمیں شرط یہ ہے کہ) جبکہ وہ حدیث مطلقا فرد واحد ہو (یعنی نہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ مرجحہ موجود ہو)) اور جیسا کہ اگر کوئی حدیث جسکو شیخین نے تخریج نہیں کی۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ علامہ عبداللہ ٹونکی فرماتے ہیں کہ اشکال کا جواب دو صورتوں سے دیا جا سکتا ہے اولًا یہ کہ اپنے متن میں جزما اسلئے کہا کہ وہ جمہور کا مذہب ہے کیونکہ جمہور اسی ترتیب کے قائل ہیں فذکرہ فی المتن کما ہو شان سائر المسائل الجمہوریہ اور تردید آپ کیجانب سے ہے اسلئے اسکو شرح میں ذکر کیا ثانیًا یہ کہ جو حدیث صحیحین کی شرط کے موافق ہو وہ تین قسم پر ہیں یا تو ایک ہی ساتھ دونوں کی شرط کے مطابق ہوگی یا صرف بخاری کی یا صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہوگی آخری دونوں قسم تو دون ما اخرجہ مسلم ہے اور پہلی قسم مصنف کے نزدیک مثل ما اخرجہ مسلم ہے چونکہ اکثر اقسام دون ما اخرجہ مسلم ہے اس لئے متن میں مطلقًا موخر ہونیکو کہا، اور شرح میں اسکی تفصیل کیا ۱۲ عب مع زیادۃ یسیرۃ وقال المحشی وللتنویع او للتردید وفیہ انہ تردد ههنا فی التاخیر عن مسلم والمساواۃ بہ وجزم فی المتن بالتاخیر عن البخاری ومسلم ۱۲ شرح الشرح۔ صفحہ ھذا:۔ [1] قولہ ستۃ اقسام اول جس حدیث کی تخریج بخاری ومسلم دونوں نے کی اسکو متفق علیہ کہتے ہیں دوم جسکو صرف بخاری نے تخریج کی۔ بقیہ آئندہ صفحہ

مَن ترجمة وصفت بكونها اصح الاسانيد كمالك عن نافع عن ابن عمر فانه يقدم[له] على ما انفرد به احدهما مثلاً لا سيما اذا كان فى اسناده من فيه[عه] مقال فان خف الضبط ای قلّ[لے] يقال خف القوم خفوفا قلّوا والمراد مع بقية الشروط المتقدمة فی حد الصحيح فهو الحسن لذاته لا لشیء خارج وهو الذی يكون حسنه بسبب الاعتضاد ـ

ترجمہ ایسی سند سے مروی ہو جسکو اصح الاسانید کے وصف سے موصوف کیا گیا ہے مثلاً مالک عن نافع عن ابن عمرؓ تو اس حدیث کبھی حدیث پر مقدم کی جائے گی جس کی تخریج میں شیخین میں سے کوئی ایک متفرد ہو خصوصاً جب کہ اس کی اسناد میں ایسا کوئی شخص بھی ہو جس کے بارے میں کلام ہے (یعنی ضعیف راوی موجود ہو تو اسی وقت اس پر مقدم ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں) پس اگر راوی کے ضبط میں نقص ہو (خفت کے معنی کم ہونا آتا ہے اسکو بیان کرنے کیلئے مصنفؒ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے (محاورہ عرب میں) خفّ القوم خفوفاً یعنی لوگ کم ہوئے اور راوی کے ضبط میں نقص ہونے سے مراد یہ ہے کہ باقی تمام شرط صحیح (لذاتہ) اس میں موجود ہوں جنکا ذکر صحیح کی تعریف میں مقدم ہو چکا تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے نہ کہ دوسری کوئی خارجی چیز کی وجہ سے۔ اور وہ (یعنی حسن لغیرہ) یہ ہے جسکا حسن (کثرت روات کیوجہ سے ایک کے ذریعہ دوسرا کی) تقویت ہونے کے سبب سے ہے (باوجودیکہ وہ حدیث فی نفسہ ضعیف ہے)

تشریح صفحہ گذشتہ :- سوم جسکو صرف مسلم نے تخریج کی چہارم جو کہ صحیحین کی شرط پر ہو لیکن شیخین نے اسکی تخریج نہیں کی پنجم جو صرف بخاری کے شرط کے موافق ہو۔ ششم جو کہ صرف مسلم کی شرط کے موافق ہو، ثلاثة منها اصول وثلاثة منها فروع ويظهر فائدة التقسيم عند التعارض بتقديم مراتب التفاوت ۱۲ شرح النخبه ص۲ قولہ اذا کان الخ حدیث مسلم جبکہ جمیع جہات سے رتبہ علیا میں اور حدیث بخاری جمیع جہات سے رتبہ سفلی میں ہو تو اسی وقت حدیث مسلم مقدم ہونے پر مصنفؒ نے جزم کیا ہے مگر باقی صورتوں میں یعنی جبکہ اول عزیز یا غریب ہو۔ یا ثانی عزیز یا مشہور ہو تو یہاں تقدیم کا جزم نہیں کیا جائیگا یا تو حدیث مسلم مقدم ہوگی یا برابر یا تو حدیث بخاری مقدم ہوگی حدیث مسلم پر۔ وقولہ مطلقا بیان للاطلاق ولیس المراد منہ الفرد المطلق المقابل للنسبی کما یتبادر الی الفہم فکان الاولی ترکہ لانہ یوہم خلاف المقصود ۱۲ منہ

[عہ] قولہ یعرض بالفتح الیاء وکسر الراء ای یظہر ۱۲ ـ

صفحہ ہذا :- [له] قولہ فانہ یقدم الخ مصنفؒ کا مراد یہ ہے کہ جیسا بخاری مسلم کی انفرادیت کی صورتیں وہ حدیث مقدم ہوتی ہے ایسا ہی دونوں کے غیر مثلاً ترمذی نسائی وغیرھما کی انفرادیت کی حالت میں بھی وہ مقدم ہوگی لیکن آپ کا مراد یہ نہیں کہ وہ حدیث شیخین کی اتفاق کی صورتیں میں بھی مقدم ہو۔ کذا قال المحشی ناسم۔ علامہ سخاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث اس حدیث پر بھی مقدم ہوگی جسکی تخریج شیخین نے کی ہیں لیکن مصنفؒ کے مسالک کے موافق یہ بات ٹھیک نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ کے نزدیک احادیث متفق علیہا مفید علم نظری ہے۔ عہ معہ زیادتی عہ قولہ من ترجمة بفتح التاء یکون الراء وفتح الجیم ای العنف ترجمة ۱۲ اتنی عہ قولہ فیہ مقال الخ ای فیہ مطعن وتضعیف وان کان مختلفا لان من تکلم فیہ فی الجملة لیس کمن لم یتکلم فیہ اصلاً ۱۲ انتہی لے قولہ ای قل الخ ای ظہرت قلة ضبطہ ولما کان استعمال الخفة بمعنی الثقل مشہورا وبمعنی القلة قلیل الوجود احتاج الی بیان فقال یقال خف القوم خفوفا قلوا ـ بقیہ آئندہ پر ـ

نحو[1] حدیث المستور اذا تعددت[2] طرقہ وخرج[3] باشتراط باقی الاوصاف الضعیف وھذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ ومشابہ لہ فی انقسامہ الی مراتب بعضہا فوق بعض و[4]بکثرۃ طرقہ یصحح وانما یحکم لہ بالصحۃ

ترجمہ جیسے مستور الحال کی حدیث جبکہ اسکی اسانید کے طرق متعدد ہوں (تو وہ حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے حسن لذاتہ کی تعریف میں) باقی تمام اوصاف صحیح کے وجود کی شرط لگانے سے (حسن کی تعریف سے) ضعیف نکل گئی اور حسن کی یہ قسم (یعنی حسن لذاتہ) قابل استدلال ہونے میں صحیح کے مشارک ہے اگرچہ (معارضہ کے وقت) صحیح سے کم درجہ میں ہے اور وہ صحیح کے مشابہ ہے انقسام ہونے میں ایسے مراتب کی طرف کہ بعض انکا بعض سے اعلیٰ ہیں (یعنی جیسا کہ صحیح لذاتہ میں تفاوت مراتب ہوتے ہیں ایسا ہی حسن لذاتہ میں بھی) اور حسن لذاتہ کی کثرت طرق کی وجہ سے اس پر صحیح کا حکم لگایا جائیگا (یعنی اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں) اور جزایں نیست کہ تعدد طرق کے وقت اس پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ ویؤیدہ ما فی القاموس الخف بالکسر الخفیف والجماعۃ القلیلۃ ولما کانت الخفۃ استعملت فی الکیفیۃ والکمیۃ ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ھذا:۔ [1] قولہ نحو حدیث المستور الخ راوی مستور وہی ہے جسکی عدالت وجرح متحقق نہ ہو اسفراوی فرماتے ہیں مستور وہی ہے جسکے بارے میں نہ عدالت نہ جرح منقول ہو ایسا ہی جس کے بارے میں عدالت وجرح دونوں منقول ہو لیکن کسی کی ترجیح نہ ہو ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ تعددت طرقہ الخ کیونکہ حدیث مستور الحال ان میں سے ہے جہاں توقف کیا جاتا ہے اور تعدد طرق یہ ایسا ایک قرینہ ہے جو کہ جانب قبول کو راجح کر دیتا ہے پس وہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور ہر وہ حدیث جو کہ حسن لغیرہ یا صحیح لغیرہ ہے اسکا حسن وصحت کثرت طرق ہی کے ذریعہ ہوئی مگر فرق اتنا ہے کہ راوی صحیح ظاہر العدالت وراوی حسن مستور العدالت ہوتا ہے لیکن اس بات سے نوویؒ کے قول پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً یہ حدیث مختلف روایات سے کثیر طرق سے وارد ہوئی ہے لیکن حفاظ حدیث اس پر متفق ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ اسکے طرق متعدد ہوں انتہی مافی شرح الشرح عبد اللہ ٹونکیؒ فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ تعدد طرق اگر ایسا ہو کہ ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں تو یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اگر ایسا ہو کہ ایک دوسرا کی تقویت نہیں کرتے ہیں بایں طور کہ ہر ایک طریق ہی مبہم یا کذاب یا مجہول راوی سے خالی نہ ہو تو یہ حدیث حسن لغیرہ نہ ہوگی (بلکہ ضعیف ہی رہے گی) لہذا اسی بات پر نوویؒ کے قول کے اندر کوئی اشکال ہی نہیں بسبب ممکن ہونے کے اس حدیث کے ہر ایک طریق ضعف سے خالی نہ ہو قیل وھو الحق ۱۲ عج [3] قولہ وخرج الخ حدیث ضعیف وہ ہے جو کہ شروط صحیح یا حسن کے جامع نہ ہو اگرچہ اس میں ایک شرط بھی فقد ہو جو کہ راجع ہو طعن فی الراوی یا سقط فی السند کیطرف حدیث ضعیف کے ضعف میں بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا کہ صحیح کی صحت وحسن کے حسن میں تفاوت ہے پس طعن فی الراوی کے اعتبار سے ضعیف کے اعلیٰ مرتبہ میں وہ حدیث ہے جسکی روایت میں صرف واضع حدیث ہو ثم المتہم بہ ثم الکذاب ثم المتہم بہ ثم الفاسق ثم فاحش الغلط ثم فاحش المخالفۃ ثم المختلط ثم المبتدع الداعی ثم مجہول العین والحال اور سند میں سقط رواۃ کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ضعیف حدیث معلق ہے جسمیں تمام سند ساقط ومحذوف ہو من غیر ملتزم الصحۃ کالبخاری ثم المعضل ثم المنقطع ثم المرسل الجلی ثم المرسل الخفی ثم المدلس ولانحصار لہ فی ہذہ فتعریف الحسن لذاتہ خبر الواحد ۔۔ اتصل سندہ بہ

عند تعدد الطرق لان للصورة المجموعة قوة تجبر القدر الذی قصر به ضبط راوی الحسن عن راوی الصحیح ومن ثم یطلق الصحة علی الاسناد الذی یکون حسنا لذاته لو تفرد اذا تعدد وهذا حیث ینفرد الوصف فان جمعا ای الصحیح والحسن فی وصف واحد کقول الترمذی وغیره[۱] حدیث حسن صحیح فللتردد الحاصل من المجتهد[۲] فی الناقل هل اجتمعت فیه شروط الصحة او قصر عنها وهذا حیث یحصل منه التفرد بتلك الروایة وعُرف بهذا جواب من استشکل الجمع بین الوصفین فقال الحسن قاصر عن الصحیح۔

ترجمہ کیونکہ ہیئت مجموعیت کو ایسی ایک قوت ہے جو کہ راوی صحیح کے ضبط سے راوی حسن کے ضبط میں جو کچھ نقص رہ گیا ہے اس کا تدارک کر لیتی ہے اسی وجہ سے (کثرت طرق کی وجہ سے) ای لاجل ان تعدد طرق الحسن لذاتہ یقتضی صحتہ صحت کا اطلاق ہر اسناد پر کیا جاتا ہے اگر وہ متفرد ہوتی تو وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے اور یہ (یعنی صحیح و حسن کی تعریف مذکور) جہاں صرف ایک وصف ہو یعنی جس حدیث کیساتھ صرف ہذا حدیث صحیح یا ہذا حدیث حسن ہو اور دونوں وصف ایک ساتھ جیسے ہذا حدیث حسن صحیح ایسا ہو جیسا کہ ترمذی اپنی جامع میں کہتے ہیں (پس اگر ایک (حدیث) کے وصف بیان کرنے میں حسن صحیح دونوں جمع جائیں جیسے امام ترمذی وغیرہ کا قول حدیث حسن صحیح تو یہ بسبب تردد ہونے مجتہد کا ناقل کے بارے میں کہ آیا اس میں شرائط صحت مجتمع ہیں یا ان شرائط سے قاصر و ناقص ہے (یعنی مجتہد کو اس کے راوی کے اندر شرائط صحت حسن ہونے میں تردد ہے لہٰذا اسکا اظہار کر دیا) یہ جواب اس جگہ پر ہوگا جہاں روایت کے ساتھ راوی کا تفرد حاصل ہو (یعنی جہاں اس حدیث کی اسناد ایک ہی ہو اور جہاں اسکی اسنادیں کثیر ہوں تو اسکا جواب سابق ہے) اور مذکورہ سے اس شخص کا جواب معلوم ہو گیا جس نے جمع بین الوصفین (ای الحسن والصحیح) کو مشکل مجالس (اعتراض کے طور پر) کہا کہ حسن صحیح سے قاصر و کم درجہ میں ہے۔

ترجمہ صفحہ ۴۰ لذاتہ: منقول عدل خفیف الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ ثم الضعیف مالیس بصحیح ولا حسن ۱۲ شرح النخبة۔ ۱؎ قولہ وبکثرۃ طرقہ یصحح اللام تشدید الرا الاولی المفتوحۃ ای ینسب الی الصحۃ ویحکم علیہ بانہ صحیح۔ علامہ سخاوی نے فرمایا کہ حدیث کی اسانید میں تعدد و کثرت کا اعتبار ہے لیکن سند حدیث حسن لذاتہ کے برابر یا اس سے راجح سند صرف دو ایک طریق سے انا ہی حدیث حسن کو صحیح کی درجہ تک پہونچانے میں کافی ہے اور اسکو صحیح لغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ۱۱ ھذا۔ قولہ وغیرہ الی کالبخاری علی مانقلہ السخاوی ویعقوب بن شیبۃ فانہ یجمع بین الصحۃ والحسن والغرابۃ فی مواضع من کتابہ وکابی علی الطوسی فانہ جمع بین الصحۃ والحسن فی مواضع من کتابہ المسمی بالاحکام علی ماذکرہ التلمیذ ۱۲ شرح الشرح ۲؎ قولہ الحاصل من المجتهد الخ یہاں پر مجتہد سے مجتہد لغوی مراد ہے یعنی کوشش کرنے والا پس یہ محدث کو بھی شامل رکھتا ہے کیونکہ وہ بھی صحت احادیث ان کا سقم کی تفتیش میں کوشش کرتے ہیں علاوہ ازیں ائمہ حدیث مجتہد بالمعنی المشہور یعنے مستخرجین احکام من النصوص بھی ہیں لیکن ان کا اکثر شغل نقل حدیث ہی ہے اسلئے وہ محدث کے نام سے مشہور ہوگئے اور مجتہدین بالمعنی المشہور وہ بھی محدث ہیں لیکن چونکہ ان کا اکثر شغل استنباط و ضبط قواعد و ما یتعلق بذالک ہے لہٰذا وہ مجتہد کے نام سے مشہور ہوگئے ولنعم ما قیل لکل فن رجال لہٰذا محدث کو مجتہد کہنا کوئی غلط نہیں ہے جمع بین الوصفین کے اور چند جوابات دیئے گئے بعض نے کہا حسن لذاتہ و صحیح لغیرہ ہے۔ لغیبہ اندور

كما عرف من حديهما ففي الجمع بين الوصفين اثبات لذلك القصور ونفيه ومحصل الجواب ان تردد ائمة الحديث في حال ناقله اقتضى للمجتهد ان لا يصفه باحد الوصفين فيقال فيه حسن باعتبار وصفه عند قوم صحيح باعتبار وصفه عند قوم وغاية[۱] ما فيه ان حذف منه حرف التردد لان حقه ان يقول حسن او صحيح وهذا كما حذف حرف العطف من الذي[۲] بعده وعلى هذا انما قيل فيه حسن صحيح دون ما قيل فيه صحيح لان الجزم اقوى من التردد وهذا حيث التفرد والا اي اذا لم يحصل التفرد فاطلاق الوصفين معًا على الحديث يكون باعتبار الاسنادين احدهما صحيح ـ

ترجمہ جیساکہ دونوں کی تعریف سے معلوم ہوا، اب دونوں وصفوں کو (ایک ہی حدیث میں) جمع کرنے میں (اولاً حسن کہکر اسکے لئے) اس قصوری وکمی کا اثبات کرنا ہے اور (ثانیاً صحیح کہکر) اس کمی کی نفی کرنا ہے (حاصل اعتراض یہ ہے کہ اسمیں جمع بین الضدین لازم آتا ہے) اور حاصل جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ناقل کے بارے میں آئمہ حدیث کا تردد کرنا یہ مقتضی ہوئی (ترمذیؒ وغیرہ) مجتہد کیلئے اس بات کی کہ وہ اس حدیث کو صرف کسی ایک وصف سے موصوف نہ کرے، پس اسکے بارے میں ایسا کہا جائے کہ وہ حسن ہے اس کے اس وصف حسن کے وصف کے اعتبار سے جو کہ (نقاد حدیث سے ایک قوم کے نزدیک اس کے اندر موجود ہے اور وہ صحیح ہے اس کے اس وصف صحیح کے اعتبار سے جو کہ (نقاد حدیث سے) ایک قوم کے نزدیک اس میں مرکوز ہے (فالاظہران یجعل ذالک جوابا آخر ویقال معنی قولہم حسن صحیح انہ حسن عند قوم صحیح عند آخرین) زیادہ سے زیادہ اسمیں بات یہ ہے کہ (ترمذی وغیرہ) مجتہد نے (کثرت استعمال کیوجہ) عبارت سے حرف تردد کو حذف کر دیا کیونکہ آپکو حق ومناسب یہ تھا کہ کہتے حسن او صحیح اور یہ حذف کرنا مانند اس حذف کے ہے جیساکہ حرف عطف کو اسی سے حذف کیا گیا جو کہ بعد میں آنے والا ہے (دھو مایذکر فیہ الوصفان باعتبار الاسنادین) اس جواب کی بنا پر جس حدیث کے بارے میں حسن صحیح کہا گیا وہ کم درجہ میں ہوگی اس حدیث سے جس کے بارے میں (صرف) صحیح کہا گیا کیونکہ (ثانی کے بارے میں یقین ہے اور اول میں تردد ہے اور) یقین تردد سے اقوی ہوتا ہے اور یہ جواب جہاں اسناد ایک ہو ورنہ جبکہ تفرد فی الاسناد نہ ہو (بلکہ متعدد اسنادیں ہوں) تو ایک حدیث پر ایک ساتھ دونوں وصف (متباین) کا اطلاق کرنا یہ (مختلف) دو اسناد کے اعتبار سے ہے کہ ان میں سے ایک صحیح ہے ۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ اور بعض نے کہا کہ حسن ہے لفظاً یا لغۃً اور صحیح ہے اسناداً یا صناعۃً وغیر ذالک من الاجوبۃ ۱۲ عب مع تیزیر ع۵ قولہ تجبر الخ بفتح الفوقیہ وضم الموحدۃ ای تصلح وتعوض ۱۲ ش ـ

صفحہ ھذا :۔ ۱؎ قولہ غایۃ مافیہ الخ واو عاطفہ کو حذف کرنے کے بارے میں ابو زید اہل عرب کا قول نقل کرتے ہیں اکلت سمکا لبنا تمرا ای اکلت سمکا ولبنا وتمرًا اور کبھی حرف آو کو حذف کر دیتے ہیں کما تقول لمن اکل السمک او اللبن کل سمکا لبنا ای اولبنًا اور یہ حذف کرنا بسبب قائم ہونے قرینہ کے اس بات پر کہ مراد ایک ہی ہے ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ یسیرۃ ۔ ۲؎ قولہ الذی بعدہ الخ یہ لفظ یاتو العد سے صیغہ مضارع مجہول ہے ای یُعَدُّ کما فی نسخۃ الشارح ـ بقیہ آئندہ صفحہ

والآخر حسن وعلى هذا انما قيل فيه حسن صحيح فوق ما قيل فيه صحيح فقط اذا كان فردا لان كثرة الطرق تقوى فان قيل قد صرح الترمذى بان شرط الحسن ان يروى من غير وجه فكيف يقول فى بعض الاحاديث حسن غريب لانعرفه الا من هذا الوجه فالجواب ان الترمذى لم يعرف الحسن مطلقًا وانما عرف بنوع[له] خاص منه وقع فى كتابه وهو ما يقول فيه حسن من غير صفة اخرى وذالك انه يقول فى بعض الاحاديث

ترجمہ اور دوسرے حسن، اس جواب کے اعتبار سے جس حدیث کے بارے میں حسن صحیح کہا گیا وہ اس حدیث کے اوپر درجہ کا ہے جس کے بارے میں صرف صحیح کہا گیا بشرطیکہ وہ حدیث جسکے بارے میں صرف صحیح کہا گیا فرد ہو (یعنی صرف ایک ہی اسناد سے مروی ہو) کیونکہ کثرت طرق تقویت پہونچاتی ہے (فترفعہ من مرتبۃ الصحیح الی مرتبۃ الاصح) ایک ہے دوسرا اعتراض ہے جو کہ امام ترمذیؒ کے قول حسن غریب پر کیا گیا پس فرماتے ہیں کہ)) اگر کوئی اعتراض کرے کہ امام ترمذیؒ نے (اپنی جامع صحیح میں) تصریح کی ہے کہ حدیث حسن ہونیکے لئے شرط یہ ہے کہ حدیث ایک طریق سے زائد طرق سے مروی ہو (یعنی اسکی سند ایک نہ ہو بلکہ متعدد ہو) پس آپ کیسے کہتے ہیں بعض احادیث کے بارے میں حسن غریب لانعرفہ الا من ہذا الوجہ،، ((حاصل اعتراض یہ ہے کہ حدیث غریب وہ ہے جسکی اسناد صرف ایک ہی ہو اور حدیث حسن امام ترمذی کی شرط کے اعتبار سے وہ ہے جس کی اسناد ایک سے زائد ہو تاہم امام ترمذیؒ ایک ہی حدیث کے بارے میں حسن غریب کیسے کہتے ہیں کیونکہ اسمیں جمع بین المتنافیین لازم آتا ہے)) پس اسکا جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے مطلق حسن کی یہ تعریف نہیں کی ہے بلکہ حسن کی ایک خاص قسم کی تعریف کی جو کہ اپنی کتاب میں واقع ہوئی ہے اور وہ یہ ہے جسکے بارے میں آپ صرف حسن،، کہتے ہیں بغیر کوئی دوسری صفت اسکے ساتھ لائے ہوئے ((لہذا جہاں پر حسن غریب کہا یہاں حسن کے وہی معنی نہیں جو کہ آپ کی خاص اصطلاح ہے بلکہ اسوقت حسن سے جمہور کا حسن ہی مراد ہوگا اور جمہور نے حسن کی تعریف میں ایک سے زائد اسناد ہونے کی شرط نہیں کی لہذا انہوں کی تعریف کے اعتبار سے جمع بین الحسن والغریب میں کوئی اعتراض ہی نہیں ہو سکتا ہے)) اور اسکی دلیل یہ ہے کہ آپ بعض احادیث کے بارے میں صرف حسن کہتے ہیں ۔

تشریح اسوقت معنے یہ ہے یہاں پر او حذف کیا گیا جیسا کہ حرف عطف کو حذف کیا جاتا ہے اس چیز سے جسکو شمار کیجاتی ہے فانہ یقال دار غلام ثوب جاریۃ ای وثوب جاریۃ یا تو یہ لفظ بعد کو ۃ ضمیر کیطرف اضافت کیگئی کما فی نسخۃ اسوقت معنی یہ ہے یہاں پر حرف عطف او کو حذف کیا گیا جیسا کہ حرف عطف واو کو حذف کیا گیا اک قسم سے جو کہ بعد میں آنیوال ہے وہو ما ذکر فیہ الوصفان باعتبار الاسنادین یعنی دو اسناد کے اعتبار سے جہاں حسن صحیح کہتے ہیں یہاں پر تو اصل عبارت ایسی ہے حسن باعتبار اسناد وصحیح باعتبار اسناد اٰخر اب چونکہ اسمیں حرف عطف واو کو حذف کیا گیا ایسا ہی قسم اول یعنی جسکی اسناد صرف ایک ہو اس سے بھی حرف عطف او کو حذف کیا گیا اور حسن او صحیح کی جگہ حسن صحیح کہا گیا ۱۲ ع ـ مع زیادۃ صفحہ ہٰذا :- [له] قولہ بنوع خاص منہ الخ نوع میں با زائدہ ہے کما فی قولہ تعالیٰ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ تو اسوقت معنے ہوگا انما عرف نوعًا خاصًا من الحسن یا تو با، لام کے معنے میں ہے جو کہ علت کیلئے ہے گویا کہ اصل عبارت ایسی ہے انما عرف لنوع خاص منہ ای لاجل نوع خاص منہ اور چونکہ اہل عرب ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ مجازًا استعمال کرتے ہیں لہذا اسمیں کوئی قباحت نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ با، للسببیۃ ہو ۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

حسن وفی بعضها صحیح وفی بعضها غریب وفی بعضها حسن صحیح وفی بعضها حسن غریب وفی بعضها صحیح غریب وفی بعضها حسن صحیح غریب وتعریفہ انما وقع علی الاول فقط وعبارتہ ترشد الی ذالک حیث قال فی اواخر کتابہ وما قلنا فی کتابنا حدیث حسن فانما اردنا بہ حسن[ا] اسنادہ عندنا وکل حدیث یروی ولایکون راویہ متهما بالکذب ویروی من غیر وجہ نحو ذالک[ع] ولایکون شاذا فهو عندنا حدیث حسن فعرف بهذا انہ انما عرف الذی یقول فیہ حسن فقط اما ما یقول فیہ حسن صحیح او حسن غریب۔

ترجمہ اور بعض میں صرف صحیح اور بعض میں صرف غریب اور بعض میں ایک ساتھ حسن صحیح اور بعض میں حسن غریب اور بعض میں صحیح غریب اور بعض میں حسن صحیح غریب کہتے ہیں، اور آپ کی تعریف صرف اول (ای مایقول فیہ حسن فقط) ہی پر صادق آتی ہے (نہ اس پر جس کے ساتھ دوسری صفت بھی ہو) اس بات پر آپ کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب (جامع صحیح) کے اواخر حصہ میں فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب میں جو حدیث حسن کہا پس جز این نیست ہم نے اس سے یہ ارادہ کیا کہ اس کی اسناد ہمارے نزدیک حسن ہے (آپ حسن الاسناد کو بیان کرتے ہیں کہ) اور ہر وہ حدیث جو مروی ہو ایسے حال میں کہ اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو اور وہ حدیث اس مثل اسناد کے ذریعہ ایک سے زائد طرق سے مروی ہو (اس مثل اسناد سے مراد راوی کا متہم بالکذب نہونا ہے) اور وہ حدیث شاذ (یعنی مخالف لحدیث الثقۃ) بھی نہ ہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے (یعنے امام ترمذیؒ کے نزدیک نہ کہ جمہور محدثین کے نزدیک کیونکہ جمہور کے نزدیک حسن کیلئے متعدد اسناد شرط نہیں ہے) پس امام ترمذیؒ کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس حسن کی تعریف کی ہے جس کے بارے میں صرف "حسن" کہتے ہیں بہرحال جس کے بارے میں حسن صحیح یا حسن غریب۔

تشریح صفحۂ گذشتہ :۔ تو اس وقت مجاز کی ضرورت نہیں اور مفعول محذوف ہوگا اور حذف مفعول شائع ذائع ہے گویا کہ اصل عبارت ایسی ہے انما عرفہ بنوع خاص منہ ای لسبب نوع خاص منہ ۱۲ شرح الشرح۔

صفحۂ ھٰذا :۔ [ا] قولہ حسن اسنادہ الخ ضبطها بفتح الحاء والسین علی انہ صفۃ مشبهۃ فالنون منون وبضم السین وفتح النون علی انہ فعل ماضی وعلیهما اسنادہ مرفوع بالفاعلیۃ وبضم الحاء وسکون السین علی انہ مصدر منصوب علی المفعولیۃ مضاف الی اسنادہ، واعلم انہ لم یصرح فی تعریف الحسن بنفی العلل ولا باتصال السند ولا بخفۃ الضبط کما ذکرہ الشیخ سابقا وزاد الروایۃ من غیر وجہ ولعل هذا اصطلاح آخر بینهما عموم من وجہ ۱۲ ش

[ع] قولہ نحو ذالک الخ بالجر صفۃ غیر وبالنصب حال عنہ معناہ انہ لایکون راوی الطریق الثانی متهما بکذب قال السخاوی ای یکون الراوی فوقہ او مثلہ لا دونہ ۱۲ شرح الشرح۔

او حسن صحیح غریب فلم یُعرِّج علی تعریف کما لم یعرج علی تعریف ما یقول فیہ صحیح فقط او غریب فقط فکانہ ترک ذالک استغناءً بشہرتہ عند اھل الفن واقتصر علی تعریف ما یقول فیہ فی کتابہ حسن فقط اما الغموضہ[1] واما لانہ اصطلاح جدید ولذالک قیدہ بقولہ عندنا ولم ینسبہ الی اھل الحدیث کما فعل الخطابی وبھذ التقریر یندفع کثیر من الایرادات التی طال البحث فیہا ولم یستقر وجہ توجیہہا فللہ الحمد علی ما الھم وعلم وزیادۃ راویہما ای الحسن والصحیح مقبولۃ ما لم تقع منافیۃ لروایۃ من ھو اوثق ممن لم یذکر تلک الزیادۃ لان الزیادۃ اما ان تکون لاتنافی بینہا وبین روایۃ من لم یذکرھا۔

ترجمہ یا حسن صحیح غریب کہتے ہیں آپ اس کی تعریف کیطرف مائل نہیں ہوئے جیساکہ آپ جسکے بارے میں صرف صحیح یا صرف غریب کہتے ہیں اس کی تعریف کی طرف مائل نہیں ہوئے گویا کہ اہل فن (یعنی محدثین) کے نزدیک وہ (یعنی اسکی تعریف) مشہور ہونے کی وجہ سے آپ نے استغناءً اسکو چھوڑ دیا۔ اور اقتصار کر لیا اسکی تعریف پر جسکے بارے میں اپنی کتاب میں صرف حسن کہتے ہیں (یہ اقتصار کرنا دو سببوں میں سے کسی ایک سبب سے ہی ہوگا) یا تو اسکی تعریف مخفی ہونے کی وجہ سے یا تو اس لئے کہ یہ ایک نئی اصطلاح ہے (وہو الاشبہ بالصواب) اور نئی اصطلاح ہونے ہی کی وجہ تو آپ نے حسن کی تعریف کو اپنے قول عندنا سے مقید کیا ہے اور اسکی تعریف کو اہل حدیث (یعنی جمہور محدثین) کی طرف منسوب نہیں کیا جیساکہ امام خطابی نے کیاہے (حاصل جواب یہ ہے کہ حسن غریب میں جو حسن ہے اس کے لئے چونکہ امام ترمذی کے نزدیک تعدد طرق شرط نہیں ہے اس لئے وہ غریب کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے) اس تقریر (ای بما قلنا من ان ذکر الوصفین انما ہو للتردد اذا کان الحدیث فردا و باعتبار الاسنادین اذا لم یکن فردًا) سے بہت سارے اشکالات مندفع ہوجاتے ہیں جنکے جوابات میں بحث طویل ہوئی لیکن کوئی ٹھیک توجیہ نہیں ہوسکی فللہ الحمد علی ما الہم وعلّم۔ حدیث حسن وصحیح کے رواۃ کی زیادت مقبول ہے جبکہ وہ زیادت منافی نہ ہو ایسے راوی کا جو کہ اس سے زیادہ ثقہ ہے (یعنی) وہ اوثق راوی ان لوگوں میں سے ہے جس نے اس زیادت کو ذکر نہیں کیا (منافات ہونیکی صورت میں مقبول نہ ہونا اور عدم تنافی کی صورت میں مقبول ہونیکی علت بیان فرماتے ہیں کہ) کیونکہ زیادت (ثقہ) یا تو وہ معارض نہ ہوگی اسکی روایت کے ساتھ جس نے اس زیادت کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح [1] قولہ اما الغموضہ الخ قیل وجہ الغموض انہم حدوہ ولم یحصل لہ حد فقال الخطابی ما عرف مخرجہ واشتہر رجالہ المخرج الموضع الذی خرج منہ الحدیث وہو کونہ شامیا عراقیا مکیا کوفیا کان یکون الحدیث من روایۃ راو قد اشتہر بروایۃ حدیث اہل بلدۃ کقتادۃ ونحوہ فی البصریین فان حدیث البصریین اذا جاء عن قتادۃ ونحوہ کان مخرجہ معروفا بخلاف من غیرہم وذالک کنایۃ عن الاتصال اذ المرسل والمنقطع والمعضل لعدم ظہور رجالہ لا یعلم مخرج الحدیث والمراد بالشہرۃ الشہرۃ بالعدالۃ والضبط! قال ابن دقیق لیس فی عبارۃ الخطابی کثیر تلخیص فان الصحیح ایضا ما عرف مخرجہ فیدخل الصحیح فی حد الحسن وقال ابن الجوزی ما فیہ ضعف قریب محتمل واعترض ابن دقیق العید علی ہذا الحد ایضا بانہ لیس مضبوطا بضابط تمیز بہ القدر المحتمل وتعریف الترمذی ایضا لیس بضابط فانہ یصدق علی الصحیح المروی بطرق متعددۃ فالاولی فی الجواب ان یقتصر علی قولہ اما لانہ اصطلاح جدید ۱۲ شرح الشرح۔ بقیہ آئندہ پر۔

فهذه تقبل مطلقا لانها فی حکم الحدیث المستقل الذی ینفرد بہ الثقة ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ واما ان تکون منافیة بحیث یلزم من قبولها رد الروایة الاخری فهذه هی التی یقع الترجیح بینها وبین معارضها فیقبل الراجح ویرد المرجوح واشتهر له عن جمع من العلماء القول بقبول الزیادة مطلقا من غیر تفصیل ۔

ترجمہ پس یہ زیادۃ مطلقا مقبول ہے کیونکہ یہ زیادۃ ایسی مستقل حدیث کے حکم میں ہے جسکی روایت میں ثقہ راوی متفرد ہو اور اس کے شیخ سے دوسرا کوئی اسکو روایت نہ کرے یا تو وہ زیادت معارض ومنافی ہو کہ اسکے قبول کرنے سے دوسری روایت کو (یعنی جس روایت میں یہ زیادت نہ ہو) رد کرنا لازم آتا ہے پس یہ وہی روایت ہے جہاں اسکے اور اسکے معارض کے درمیان (دیگر وجوہ ترجیح سے) ترجیح واقع ہوتی ہے پس راجح کو قبول اور مرجوح کو مردود کیجائیگی (یعنی روایت اوثق کو مقبول اور روایت ثقہ کو مردود کیجائیگی) جمہور علماء سے زیادت (ثقہ) مطلقا بغیر کوئی تفصیل کے مقبول ہونیکی بات مشہور ہے ۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ ۵۲ راویہما الخ زیادت کو رواۃ صحیح وحسن کے ساتھ مقید کیا کیونکہ کلام ثقہ رواۃ کے بارے میں ہے پس غیر رواۃ صحیح وحسن کی زیادت بلکہ ان کی روایت ہی غیر مقبول ہے ۱۲ شرح الشرح ۵۳ قولہ ہو اوثق الخ ای اوثق من راویہما پس من تفضیلیہ مع مدخولہا مقدر ہے مصنفؒ کے کلام پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپنے جو کہا کہ ثقہ کی زیادت روایت اوثق کی منافی اگر نہو تو وہ مقبول ہے ایکا یہ کلام زیادت ثقہ کہ اسکی برابر درجہ ثقہ راوی کی روایت کا مخالف ہو اس پر صادق آتا ہے لہذا اسکو بھی مقبول کہنا چاہئے حالانکہ اسمیں توقف عن العمل کیا جاتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ مقبول کے معنی جسکے اندر سبب رد موجود نہو اور آئندہ جاکر مقبول کی دو قسم ہو گی ایک معمول بہ دوم غیر معمول بہ لہذا زیادۃ الثقہ مخالف روایۃ مساویہ بھی مقبول کے اندر داخل ہو کر قسم دوم یعنی غیر ---

عہ قولہ عندنا نون الجمع لاظہار نعمۃ التلبس بالعلم المتاکد تعظیم اہلہ عملا بقولہ تعالی واما بنعمۃ ربک فحدث مع الامن من الاعجاب ونحوہ ۱۲ ش

عہ قولہ الخطابی بفتح الخا وتشدید الطا المہملۃ وہو ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب نسب الی جدہ ۱۲ اتحی عہ قولہ لم یستفر وفی نسخۃ الشارح الملا علی القاری لم یسفر بضم التحتیۃ وکسر الفاء ای لم ینکشف ۱۲ ش ۔

صفحہ ہذا :۔ ۱ قولہ واشتہر الخ زیادت ثقہ کا پہچاننا یہ ایک فن لطیف ہے اس سے بہت احکام وتقیید اطلاق وایضاح معانی وغیرہ مستفاد ہوتے ہیں اسکو اختیار کرنے میں اختلاف ہوئے خطیب کی حکایت کے مطابق جمہور فقہاء واصحاب حدیث کا مذہب مطلقا زیادت کو قبول کرنا ہے چاہے اس سے کوئی حکم شرعی کا تعلق ہو یا نہ ہو یا اس سے کوئی ثابت شدہ حکم کا تغیر ہو یا نہو یا اس سے ایسے حکم کا کم کر دینا لازم ہوتا ہے جو کہ اس حدیث سے ثابت ہوئے جس میں یہ زیادت نہیں یا یہ لازم نہو، چاہے یہ زیادت ایسے راوی کی جانب سے ہو جس نے ایک مرتبہ اس روایت کو ناقصًا روایت کیا ہے یا تو یہ زیادت ناقصًا روایت کرنیوالا کے غیر سے ہو بہر کیف مقبول ہے بعض نے کہا کہ زیادت مطلقا مقبول نہیں نہ ایک مرتبہ ناقصًا روایت کرنے والا کی نہ اسکے غیر کی زیادت مقبول ہے بعض نے کہا کہ جس نے اس روایت کو ایک مرتبہ ناقصًا روایت کیا ہے اسکی زیادت قبول نہیں کیجائیگی اور اسکے غیر ثقہ کی زیادت قبول کیجائیگی۔ ابن صلاحؒ نے اسکو تین قسم کی ہے ایک وہ جو تمام ثقہ کی روایت کے معارض ومنافی ہو وہ قسم مردود ہے دوسری وہ ہے جس میں کوئی مخالفت ومنافات نہو وہ مقبول ہے تیسری وہ کہ بین بین ہو یعنی حدیث میں کوئی لفظ کی زیادت کرنا کہ اسکو باقی تمام رواۃ نے ذکر نہیں کیا ۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

ولا یتاتی[۱] ذالک علی طریق المحدثین الذین یشترطون فی الصحیح ان لا یکون شاذاً ثم یفسرون الشذوذ بمخالفۃ الثقۃ من ھو اوثق منہ والعجب ممن غفل عن ذالک منھم مع اعترافہ باشتراط الشذوذ فی حد الحدیث الصحیح وکذالک الحسن والمنقول عن ائمۃ الحدیث المتقدمین کعبد[۲] الرحمن بن مھدی ویحیی القطان واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی والبخاری وابی زرعۃ الرازی وابی حاتم والنسائی والدار قطنی وغیرھما اعتبار الترجیح فیما یتعلق بالزیادۃ وغیرھا ولا یعرف عن احد منھم اطلاق قبول الزیادۃ واعجب[۳] من ذالک اطلاق کثیر من الشافعیۃ القول بقبول زیادۃ الثقۃ

ترجمہ لیکن یہ اطلاق ان محدثین کے طریق پر ٹھیک نہیں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث صحیح میں شاذ نہ ہونیکی شرط لگائی ہے پھر شاذ کی یہ تفسیر (بھی) کرتے ہیں کہ ثقہ راوی ایسے راوی کی مخالفت کرنا جو کہ اس سے اوثق ہو اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو تعریف حدیث صحیح ایسا ہی تعریف حسن میں بھی عدم شذوذ کی شرط کے معترف ہونیکے باوجود بھی اس بات سے غافل ہوگئے (اور مطلقاً زیادت کے قبول ہونیکے قائل ہوئے) اور متقدمین ائمہ حدیث مثلاً عبدالرحمن بن مہدی یحیی القطان احمد بن حنبل، یحیی بن معین علی بن المدینی، امام بخاریؒ ابوزرعہ رازی ابوحاتم، نسائی، دارقطنی وغیرہم سے زیادت (منافی) وغیرہ کے بارے میں ترجیح کا اعتبار کرنا منقول ہے لیکن ان میں کسی ایک سے بھی زیادت مطلقاً مقبول ہونا پہچانا نہیں جاتا ہے (یعنی ان کے نزدیک منافات کی صورتیں میں زیادت مطلقاً قبول نہیں کی جاسکتی بلکہ ترجیح دی جائے گی) ۔ اور شوافع میں سے بہت سارے لوگوں سے زیادت ثقہ مطلقاً مقبول ہونیکی بات اس سے زیادہ تعجب کی بات ہے (اعجب من التعجب الاول) ۔

تشریح صفحۂ گذشتہ : ۔ مثلاً حدیث جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً اس حدیث میں ابو مالک اشجعی سائر رواۃ سے وجعلت تربتہا طہوراً کہکر متفرد ہوئے یہ قسم اول قسم کیساتھ مشابہ ہے بسبب وہ مخالف ہونے جمہور کے ظاہر لفظ کا اور وہ قسم ثانی کے مشابہ ہے بسبب جمع ممکن ہونے دونوں کے درمیان صار کالواحد وزال التنافی انتہی، ابن صلاح نے اس قسم ثالث کا حکم کی تصریح نہیں کی امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قسم ثالث کو قبول کرنا ہی صحیح ہے لانہ یمکن الجمع بینہما بان یقال مثلا مرادہ بالتربۃ الارض، مصنفؒ نے ابن صلاح کی تقسیم ہی کو اختیار کیا اور قسم ثالث کو قسم اول یعنے مردود میں داخل کرلیا اور جمہور پر اشکال کرتے ہیں قول ولا یتأتی الخ سے یعنی مطلقاً زیادت کا قبول کرنا ان محدثین کے مذہب پر ٹھیک نہیں ہوسکتا ہے جو لوگ حدیث میں شاذ نہ ہونیکی شرط لگاتے ہیں کیونکہ زیادت کو قبول کرنے سے حدیث صحیح کو رد کرنا لازم آتا ہے مع ان المحدثین اعترفوا بالصحیح ۱۲ وجیہ الدین وشرح الشرح ۔

صفحۂ ھذا : ۔ [۱] قولہ ولا یتأتی ذالک الخ حاصلہ ان المقبول منحصر فی الصحیح والحسن وعدم الشذوذ معتبر فیہما والشذوذ ھی مخالفۃ الثقۃ من ھو اوثق منہ فلو حکم بقبول الزیادۃ مطلقا یلزم عدم انحصار المقبول فی الصحیح والحسن بل عدم انحصار الصحیح والحسن فی المقبول لقبول الزیادۃ الشاذۃ ورد المحفوظ المقابل لما ھی فیہ ۱۲ اعجب [۲] قولہ کعبد الرحمن بن مہدی بفتح المیم وسکون الہاء وتشدید التحتیۃ وقولہ یحیی القطان بفتح القاف وتشدید الطاء وقولہ یحیی معین بفتح المیم وکسر عین وقولہ علی بن المدینی ۔ بقیہ آئندہ صفحہ

مع ان نص الشافعی یدل علی غیر ذالک فانہ قال فی اثناء کلامہ علی مایعتبر بہ حال الراوی فی الضبط مانصہ ویکون اذا شرک احدًا من الحفاظ لم یخالفہ فان خالفہ فوجد حدیثہ انقص[ف۱] کان فی ذالک دلیل علی صحۃ مخرج[عہ] حدیثہ ومتی خالف ماوصف اضر ذالک بحدیثہ انتہی[ف۲] کلامہ ومقتضاہ انہ اذا خالف فوجد حدیثہ ازید اضر ذالک بحدیثہ فدل علی ان زیادۃ العدل عندہ لایلزم قبولھا مطلقا وانما یقبل من الحفاظ فانہ اعتبر ان یکون حدیث ھذا المخالف انقص من

ترجمہ باوجودیکہ شافعیؒ کی نص وتصریح اس کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے اثنار کلام میں فرمایا جو کلام اس بارہ میں ہوئے کہ جس کے ذریعہ ضبط میں راوی کا حال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس کی نص (وعبارت) یہ ہے اور ثقہ راوی (روایت کرنے میں) جب کسی حافظ حدیث کیساتھ شریک ہو تو اسکی مخالفت نہیں کیا (اور اس کی شان یہی ہے کہ حافظ کی مخالفت نہ کرے نہ زیادت نہ نقصان میں) پس اگر مخالفت کرلے (اور اپنی شان کی رعایت نہ رکھے تو اسمیں تفصیل یہ ہے کہ) اور حافظ کی روایت سے اسکی روایت میں کمی پائی گئی (ولم یکن النقصان منافیا لما رواہ الحافظ) تو اس کی حدیث مخرج کی صحت پہ دلیل ہے (کیونکہ یہ اس کی احتیاط فی الروایۃ پر دلالت کرتی ہے) اور جب راوی ماوُصف ای ماذکر کی (یعنی نقصان عن روایۃ حافظ کے سوا دوسری صورت سے) مخالفت کرے تو یہ مخالفت اس کی حدیث کیلئے ضرردہ ثابت ہوگی انتہی کلامہ (ای کلام الشافعیؒ) اس کلام کا مقتضی یہی ہے کہ راوی جب حافظ کی مخالفت کرے بس اسکی حدیث کو (حافظ کی حدیث سے زائد (یعنی اس کی روایت میں زیادت) پائی گئی تو یہ زیادت اسکی حدیث کے لئے ضرربخش ہوگی پس یہ کلام دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ راوی عادل کی زیادت کو مطلقا قبول کرنا امام شافعی کے نزدیک لازم نہیں ہوتا ہے اور صرف حافظ ہی کی زیادت مقبول ہوگی کیونکہ آپ نے (راوی مخالف کی روایت قبول کرنے میں) اسکا اعتبار کیا کہ اس راوی مخالف کی حدیث انقص ہو۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ بکسر الدال بعدھا یاء ساکنۃ منسوب الی المدینۃ المنورۃ علی الصحیح وقولہ ابی زرعہ بضم زاء وسکون راء الرازی وقولہ النسائی بالمد والقصر منسوب الی نساء بفتح النون والاعجام بکسر وتھا بلد مشہور فی خراسان ۱۲ شرح الشرح

ف۲ قولہ واعجب من ذالک الخ وجہ اعجبیت یہ ہے کہ متقدمین حضرات نے اگرچہ محدثین کے قول کیطرف التفات نہیں کیا لیکن ۹۸ یقیناً اپنے امام کے قول کی رعایت کرتے ہیں لہذا ۹۸ کا اپنے امام کے قول سے غافل ہونا بلاشک اعجبیت کی بات ہے فافہم ۱۲ عب۔

عہ قولہ الشافعیۃ ای التابعین للشافعی المنسوب الی جدہ شافع ۱۲ ش

صفحۂ ھذا: ف۱ قولہ انقص الخ وانما کان النقص دلیلا علی صحۃ حدیثہ لاحتیاط فی الروایۃ قیل ھذا اذا لم یکن النقصان منافیا لما رواہ الحافظ فیضر ذالک بحدیثہ ۱۲ شرح الشرح ف۲ قولہ انتہی کلامہ الخ قیل حاصل کلامہ رضی اللہ تعالی عنہ ان العدل الذی لم یعرف ضبطہ اذا عرض حدیثہ علی حدیث من یشارکہ من الحفاظ فلم یخالفہ کان ضابطا وتبین لہ انہ ثقۃ لانہ جمع العدالۃ والضبط وان خالف تبین انہ غیر ضابط فلیس بثقۃ لان توھیمہ اولی من توھیم الحفاظ واذا کان کلامہ رضی اللہ تعالی عنہ فیما لم یعرف ضبطہ فلا ینافیہ اطلاق اصحابہ قبول زیادۃ الثقۃ واللہ اعلم ۱۲ شرح الشرح عہ قولہ مخرج بفتح المیم والراء خروجہ وظہورہ او سندہ وضبط فی بعض الشروح بضم المیم وتشدید الراء مکسورۃ وفسرہ بالراوی کذا فی شرح الشرح وفی ملخص الشروح فی تفسیر صحۃ مخرج حدیثہ۔ بقیہ اگلے صفحہ

حدیث من خالفہ من الحفاظ وجعل نقصان ھذا الراوی من الحدیث دلیلا علی صحتہ لانہ یدل علی تحریہ وجعل ماعداذالک مضرا بحدیثہ فدخلت فیہ الزیادۃ فلو کانت عندہ مقبولۃ مطلقا لم تکن مضرۃ بحدیث صاحبہا واللہ اعلم فان خولف بارجح منہ لمزید ضبط او کثرۃ عدد اوغیرذالک من وجوہ الترجیحات فالراجح یقال لہ المحفوظ ومقابلہ وھو المرجوح یقال لہ الشاذ مثال ذالک ما رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ من طریق ابن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن عوسجۃ عن ابن عباسؓ ان رجلا توفی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم

ترجمہ حفاظ میں سے جسکی مخالفت کیا ہے اسکی حدیث سے اور آپ (یعنی شافعیؒ) نے راوی کا اس حدیث سے کمی کرنے کو اس کی حدیث کی صحت پر دلیل قرار دیا ہے کیونکہ یہ نقص فی الروایۃ راوی کی احتیاط پر دلالت کرتا ہے اور اس کے ماسوا کو اسکی حدیث کیلئے مضر قرار دیا پس اسی ماسوا کے اندر زیادت فی الروایۃ بھی داخل ہوگی لہذا اگر آپ کے نزدیک زیادہ ثقہ مطلقا مقبول ہوتی تو یہ زیادت راویِ زیادت کی حدیث کیلئے مضر نہ ہوتی، واللہ اعلم۔ اگر مخالفت کیجائے ایسے راوی کیساتھ جو اس سے راجح ہو زیادت ضبط یا کثرت عدد یا اور کسی وجوہ ترجیح کے اعتبار سے پس راجح (کی حدیث) کو مقبول کہا جاتا ہے اور اسکے مقابل یعنی مرجوح کو شاذ کہا جاتا ہے (لانہ انفرد عن روایۃ بقیۃ الرواۃ) اس کی مثال وہ ہے جسکو امام ترمذی، نسائی وابن ماجۃ نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ عن ابن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن عوسجۃ عن ابن عباسؓ ان رجلا توفی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم

تشریح صفحۂ گذشتہ: ۔ قال ای حدیثہ المخرج فیعلم من ذالک ان مخرج اسم مفعول من الاخراج وفی مخرج حدیثہ اضافۃ صفت الی موصوفہ ۱۲ منہ صفحۂ ھذا: ۔ لہ قولہ فدخلت الخ وانما قال دخلت الزیادۃ لان النقصان ایضا قد یکون مضرا کما ذکر ۱۲ ن س ۔ ۲ے قولہ فان خولف الخ یہاں مخالفت کرنیوالا حدیث حسن یا صحیح کے راوی ہے مخالفت عام ہے سند یا متن، نقص یا زیادت جس کسی بھی ہیں ہو علی ماذکر السخاوی لمزید ضبط کا تعلق ارجح کیساتھ ہے یعنی راوی ثقہ جسکے ساتھ مخالفت کررہا ہے وہ ضبط میں اس سے بڑھا ہوا ہے اس قید سے وہ شخص نکل گیا جو کہ حفظ میں اسکا برابر ہو کیونکہ اس صورت میں توقف کرنا ہوتا ہے اور کثرت عدد میں راوی مخالف سے ان کا حفظ وضبط زیادہ ہونا لازم نہیں بلکہ اگر اس سے کم بھی ان کا حفظ ہو تب بھی کثیر عدد رواۃ کی روایت راجح ہوگی کیونکہ ایک کو خطا واقع ہونا یہ اکثر ہے ایک جماعت کو خطا واقع ہونے سے۔ وجوہ ترجیح اور بہت ہیں مثلا راوی کا فقیہ ہونا یا اس کی سند عالی ہونا یا ایسی کتاب کی حدیث ہونا جس سے امت نے تلقی بالقبول کیا ہو شرح الشرح ۳ے قولہ مثال ذالک الخ یہ مثال شذوذ فی السند کی ہے اور شاذ فی المتن کی مثال حدیث ایام التشریق ایام اکل وشرب میں یوم عرفہ کی زیادۃ کرنا ہے کیونکہ یہ حدیث تمام طرق میں یوم عرفہ کی زیادت کے بغیر ہے لیکن موسی بن علی بن رباح عن ابیہ عن عقبۃ بن عامر نے یوم عرفہ کی زیادت لائی کما اشار الیہ ابن عبد البر، وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح وقال الحاکم وابن حبان انہ علی شرط مسلم قلت لعلہم غفلوا عن شذوذ المتن وتطرد الاسناد فقط ۱۲ شرح الشرح ۴ے قولہ ابن عیینۃ الخ بضم العین وفتح التحتیۃ الاولی وھو سفیان۔ انتھی

ولم يدع وارثاً الا مولىً هو اعتقه الحديث[1] وتابع ابن عيينة على وصله ابن جريج وغيره وخالفه حماد بن زيد فرواه عن عمرو بن دينار عن عوسجة ولم يذكر ابن عباسؓ قال ابو حاتم المحفوظ حديث ابن عيينة انتهى كلامه فحماد بن زيد من اهل العدالة والضبط ومع ذالك رجح ابو حاتم رواية من هم اكثر عدداً منه وعرف من هذا التقرير ان الشاذ مارواه المقبول مخالفاً لمن هو اولى منه وهذا[2] هو المعتمد فى تعريف الشاذ بحسب الاصطلاح۔

ترجمہ ولم يدع وارثاً الا مولىً هو اعتقه الحديث (اى الى آخر الحديث حدیث کی آخری حصہ یہ ہے فقال صلى الله عليه وسلم هل له احد قالوا لا الا غلام اعتقه فجعل صلى الله عليه وسلم ميراثه له كذا فى فرائض المشكوٰة) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کی وفات ہوئی اور اس شخص نے اپنا آزاد کیا ہوا ایک غلام کے علاوہ کوئی وارث نہیں چھوڑا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اسکا کوئی وارث ہے لوگوں نے کہا نہیں مگر ایک آزاد کیا ہوا غلام پس آپؐ نے میت کا میراث اس معتق کیلئے کر دیا) اس حدیث کو موصولاً بیان کرنے میں ابن جریج وغیرہ نے ابن عیینہ کی متابعت کی ہے اور حماد بن زید نے ابن عیینہ کی مخالفت کی پس آپ نے اسکو عن عمرو بن دینار عن عوسجة (مرسلاً) روایت کیا ہے اور (بین عوسجہ وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا (کما ذکرہ ابن عیینة) ابو حاتم (جو مشہور حافظ الحدیث ہیں) فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عیینة ہی محفوظ (ای محفوظ عن الخطاء) ہے انتہی کلامہ (ای کلام ابی حاتم) پس حماد بن زید تو اہل عدالت وضبط میں سے ہے تاہم ابو حاتم نے انکی روایت کو ترجیح دی جو کہ حماد سے عدد کے اعتبار سے اکثر ہیں (یعنی سفیان بن عیینہ کی حدیث کثرت رواۃ کی وجہ سے محفوظ ہے بخلاف حدیث حماد بن زید کے کہ اسکا کوئی متابع نہ ہونیکی وجہ سے وہ شاذ ہے)) اس تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شاذ وہ حدیث ہے جسکو مقبول راوی اس شخص کے مخالف روایت کرے جو کہ عدالت یا ضبط وغیرہ کے اعتبار سے اس سے افضل ہے اور یہی بات اصطلاح کے اعتبار سے شاذ کی تعریف میں قابل اعتماد ہے۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ وكان اماما جليلا دفن بالمعلى وقوله عوسجة بفتح المهملة وسكون واو وفتح مهملة وجيم وقوله توفى بضمتين وتشديد الفاء المكسورة وفتح التحتية اى مات ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا :۔ قوله الحديث الخ الحدیث میں تینوں اعراب صحیح ہے کذا فی شرح الشرح مرفوع ہونیکی صورت میں الحدیث مبتدا اور خبر محذوف ہے تقدیر عبارت ایسی ہوگی الحدیث مقروٌ الی اخرہ اور نصب کی صورت میں فعل محذوف کا مفعول ہے ای اقرأ الحدیث الی اخرہ اور جر کی صورت میں مضاف محذوف کا مضاف الیہ ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی اقرأ الی آخر الحدیث۔ حدیث کے اندر جو استثنا ہے وہ منقطع ہے یعنی لکن پس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا لیکن آزاد کردہ ایک غلام حدیث میں فجعل ميراثه له کا جو لفظ ہے یہاں میراث سے مال متروک مراد ہے کہ اسکو مجازاً میراث سے تعبیر کیگئی حدیث ہذا کے ظاہر سے قاضی شریح وطاؤس استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آزاد کنندہ جیسا کہ کبھی آزاد کردہ غلام کے مال کا وارث ہوتا ہے ایسا ہی آزاد کردہ غلام بھی آزاد کنندہ کے مال کا وارث ہوگا جمہور کے نزدیک وہ کبھی وارث نہیں ہو سکتا ہے جمہور اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جبکہ اس شخص کا کوئی وارث نہیں تو یہ مال بیت المال کا ہے جسکو امام المسلمین مصالح مسلمین میں خرچ کرتا۔ بقیہ آئندہ صفحہ پر

وان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح يقال له المعروف ومقابله يقال له المنكر مثاله ما رواه ابن ابي حاتم من طريق حُبَيّب[١] بن حبيب وهو اخو حمزة بن حبيب الزيات المقرئ عن ابي اسحاق عن العيزار بن حريث عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه تعالى عليه وصحبه وسلم قال من اقام الصلوة واٰتى الزكوٰة وحج البيت وصام وقرى الضيف دخل الجنة قال ابو حاتم هو منكر لان غيره من الثقات رواه عن ابي اسحاق موقوفا۔

ترجمہ اور اگر (ثقہ راوی کی) مخالفت ضعیف (راوی) کیساتھ ہو تو راجح (یعنی روایت ثقہ) کو معروف کہا جاتا ہے اس کے مقابل (کی روایت) کو منکر کہا جاتا ہے اس کی مثال وہ ہے جسکو ابن ابی حاتم بطریق حبیب بن حبیب اور حبیب وہ حمزہ بن حبیب زیات مقری کے بھائی ہے عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس رضی عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم الخ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صلوۃ مکتوبہ کو پورا پوری ادا کرلے اور زکوۃ مفروضہ کو ادا کرلے اور بیت اللہ کا حج کرلے اور (رمضان کے تمام) روزہ رکھ لے اور مہمان کی مہمان نوازی کرلے (ای اطعم اذا وجب الاطعام) تو وہ جنت میں داخل ہو گا (ای دخولا اولیا بسلام) ابو حاتم نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حبیب بن حبیب کے علاوہ دوسرے رواۃ جو کہ ثقات میں سے ہیں انہوں نے اسی حدیث کو (ابن عباس پر) موقوفاً روایت کیا (لا موصولاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ حبیب)۔

تشریح صفحہ گذشتہ ۱۔ اور چونکہ اسوقت امام المسلمین خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اور آپ نے اسکو مستحق سمجھا لہذا اسکو مال متروکہ کا مالک بنانا بیت المال کے مصرف ہونے کے اعتبار سے نہ کہ باعتبار وراثت۔ کذا فی اللمعات والکوکب الدری وغیرہما ۱۲ منہ ۲ قولہ وہذا ہو المعتمد الخ شاذ کی یہی تعریف شافعی اور اہل حجاز نے بھی کی ہے اور خلیلی نے کہا وعلیہ الحفاظ کہ حدیث شاذ وہی ہے جسکی صرف ایک ہی سند ہو جس سے کوئی شیخ ثقہ یا غیر ثقہ متفرد ہوئے پس جو حدیث شاذ غیر ثقہ سے ہو وہ متروک ہے اور جو ثقہ کی جانب سے ہو وہ موقوف ہے اس سے دلیل نہیں دی جائیگی، خلیلی نے شاذ میں نہ مخالفت کا اعتبار کیا نہ روایت حدیث کو ثقہ پر اقتصار کیا، اور حاکم نے کہا کہ حدیث شاذ وہ ہے جسکو ثقہ راوی روایت کرنے میں متفرد ہو اور اسکا کوئی متابع موجود نہ ہو پس حاکم نے مخالفت کا اعتبار نہیں کیا راوی میں ثقہ کی قید لگائی ہے ابن صلاح فرماتے ہیں کہ شافعی نے جس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے اس پر کوئی اشکال نہیں لیکن خلیل و حاکم پر اس حدیث سے اشکال ہوتا ہے جسکی روایت کرنے میں عادل، حافظ، ضابط راوی متفرد ہو مثلاً حدیث انما الاعمال بالنیات وحدیث النہی عن بیع الولاء وہبتہ (یعنے ان حدیث کو بھی ان کی تعریف کے مطابق شاذ کہنا چاہیے حالانکہ یہ احادیث بالاتفاق صحیح ہیں) ۱۲ شرح الشرح ۳ قولہ حدیث ابن عیینۃ الخ یفہم منہ ان الحدیث یطلق علی مجموع کلام الراوی المرکب من الرواۃ وکلامہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ شرح الشرح ۴ من ضم الخ جمع الضمیر رعایۃ لمعنی من وفی نسخۃ من بہ بدل منہم افراد الضمیر ہنا باعتبار لفظ من وہو مبتدا، وخبرہ اکثر الخ ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا:۔ [١] قولہ من طریق حبیب الخ حبیب بضم حاء مہملہ وفتح موحدہ وتشدید تحتیہ مکسورۃ ابن حبیب بفتح فکسر وہو اخو حمزۃ بن حبیب الزیات بتشدید التحتیہ بائع الزیت او صانعہ المقری وہو امام القراء ومن اتباع التابعین عرض علیہ تلمیذہ مائۃ فی یوم ماء نال نوبعا وقال انا لا آخذ اجرا علی القرآن ارجو بذالک الفردوس۔ بقیہ آئندہ ہم

وهو المعروف وعرف بهذا ان بين الشاذ والمنكر عموما[1] وخصوصا من وجه لان بينهما اجتماعا فی اشتراط المخالفة وافتراقا فی ان الشاذ رواية ثقة او صدوق والمنكر رواية ضعيف وقد غفل[2] من سوى بينهما والله اعلم وما تقدم ذكره من الفرد النسبی ان وجد بعد ظن كونه فردا قد وافقه غيره فهو المتابع بكسر الموحدة

ترجمہ اور یہی (موقوفاً روایت ہی) معروف ہے اس تقریر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حدیث شاذ اور منکر کے درمیان (مفہوما) عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ (راجح کی) مخالفت کی شرط لازم ہوتے ہیں دونوں کے اندر اشتراک ہے اور حدیث شاذ راوی ثقہ یا صدوق کی روایت ہونے اور حدیث منکر راوی ضعیف کی روایت ہونیمیں دونوں کے اندر افتراق ہے اور جس نے دونوں کو مساوی قرار دیا ہے (یعنی دونوں میں نسبت تساوی بتایا ہے) وہ بیشک غافل ہے (عن اصطلاح المحدثین) واللہ اعلم۔ اور جس فرد نسبی کا ذکر مقدم ہوچکا اگر اسکو فرد گمان کرنے کے بعد دوسرا کسی کو ملے کہ اس کی موافقت کیا ہے تو وہ (دوسرا شخص) متابع بکسر الباء الموحدۃ ہے

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ قرأ علی جعفر الصادق اسناده المسمی بسلسلة الذهب وعلی جماعة آخرين رضی الله عنهم اجمعين ١٢ شرح الشرح عہ قوله رواه الخ افرده باعتبار لفظ غير والا من روى هذا الحديث موقوفا كثير ١٢ منه

صفحۂ ہذا:۔ [1] قوله عموما وخصوصا من وجه الخ ليس المراد بالعموم والخصوص من وجه هو مصطلح اهل الميزان صدقا كان او تحققا بل المراد انهما يجتمعان بحسب المفهوم فی امر واحد وهی المخالفة للارجح ويفترقان فيما ان راوی الشاذ مقبول وراوی المنكر ضعيف فكان بينهما عموما خصوصا من وجه هكذا وجه الشراح فتامل ١٢ عيـ

[2] قوله وقد غفل ای عن هذا الاصطلاح او عن هذا التحقيق من سوى بينهما اراد به ابن الصلاح فانه سوى بينهما حيث لم يميز بينهما وقال المنكر بمعنى الشاذ . وقال التلميذ وقد اطلقوا فی غير موضع النكارة علی رواية الثقة مخالفا لغيره ومن ذالك حديث نزع الخاتم حيث قال ابو داؤد هذا حديث منكر مع ان رواية همام بن يحيی وهو ثقة احتج به اهل الصحيح قلت العبرة فی الاصطلاح للاغلب فاذا جاء خلافه يؤول مع انه يحتمل ان لا يكون همام ثقة عند ابی داؤد ولانه مجتهد لا يجب عليه تقليد غيره ثم لا يخفی ان الفرق بينهما بحسب غالب الاستعمال والا فقد يطلق احدهما مكان الآخر ١٢ ش

والمتابعۃ[1] علی مراتب ان حصلت للراوی نفسہ فھی التامۃ وان حصلت لشیخہ فمن فوقہ فھی القاصرۃ ویستفاد منھا التقویۃ مثال المتابعۃ التامۃ مارواہ الشافعیؒ فی الام عن مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم قال الشھر تسع وعشرون فلا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین فھذا الحدیث بھذا اللفظ ظن قوم ان الشافعیؒ تفرد بہ عن مالک فعدوہ فی غرائبہ[2] لان اصحاب مالک رووہ عنہ بھذا الاسناد بلفظ فان غم علیکم فاقدروا لہ

ترجمہ اور متابعت چند مراتب و درجات پر ہیں اگر یہ متابعت نفس راوی متفرد کیلئے ہو تو یہ متابعت تامہ ہے اور اگر یہ متابعت راوی متفرد کے شیخ یا اس کے اوپر کے کسی راوی کیلئے ہو یہ متابعت قاصرہ ہے اور متابعت (کا فائدہ یہ ہے کہ اس) سے تقویت (فی الاسناد) ہوتی ہے، متابعت تامہ کی مثال وہ حدیث ہے جسکو امام شافعی (اپنی کتاب) الام میں بایں طور روایت کرتے ہیں عن مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی الہ وصحبہ وسلم قال الشھر تسع و عشرون فلا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے پس تم (شعبان کے انتیس دن ختم ہوتے ہی رمضان کا) روزہ نہ رکھو یہانتک کہ تم رمضان کا چاند دیکھ لو اور (رمضان کے انتیس دن ختم ہوتے ہی) تم افطار مت کرو یہانتک کہ تم شوال کا چاند دیکھ لو پس اگر (غبار وغیرہ کی وجہ سے چاند تم پر پوشیدہ ہو جائے تو تم تعداد مہینہ کو تیس ۳۰ دن تک پورا کرو پس ایک جماعت محدثین نے گمان کیا کہ اسی حدیث کو اسی لفظ (ای فاکملوا العدۃ ثلاثین) کیساتھ امام شافعیؒ امام مالکؒ سے روایت کرنےمیں متفرد ہیں لہذا وہ اس حدیث کو امام شافعی کی غرائب احادیث میں شمار کئے ہیں کیونکہ مالکؒ کے اصحاب وتلامیذ (ای ماسوا الشافعی) نے اس حدیث کو آپ سے بسند مذکور بایں الفاظ روایت کیا ہے فان غم علیکم فاقدروا لہ یعنے اگر تم پر چاند مخفی ہو جانے تو تم چاند کے تحقق کیلئے ایام مہینہ کا اندازہ لگاؤ (یعنی ایام کو شمار کرکے تیس ۳۰ تک پہونچاؤ) وہ اگرچہ اس حدیث کو غرائب میں شمار کئے ہیں)

تشریح [1] قولہ والمتابعۃ علی مراتب الخ متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ میں متابعت تامہ ہی افضل ہے اور تامہ ہونیکے لئے ضروری یہ ہے کہ متابع ومتابَع سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متفق ہو گیا ہو کہ اولاً موافقت کیا پھر اگرچہ صحابی میں بھی ہو مفارقت ہو گئی تو تامہ نہ ہوگی اور متابعت قاصرہ میں متابعت جتنی قریب ہوگی اتنا ہی اتم ہوگی من التی بعدت عنہا ۱۲ عب [2] قولہ فی غرائبہ الغرائب جمع غریب کی ہے اور حدیث غریب وہ ہے جسکی روایت کرنے میں بعض راوی متفرد ہوتا ہے یا تو وہ حدیث جسکے بعض حصہ کی روایت میں کوئی راوی متفرد ہو کہ اس حصہ کو اسکے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور غرابت یا تو متن میں ہوگی یا اسناد میں ۱۲ شرح الشرح

لکن وجدنا للشافعی متابعاً وھو عبد اللہ بن مسلمۃ القعنبی کذالک اخرجہ البخاری عنہ عن مالک وھذہ متابعۃ تامۃ ووجدنا لہ[1] ایضاً متابعۃ قاصرۃ فی صحیح ابن خزیمۃ من روایۃ عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بلفظ فکملوا ثلثین وفی صحیح مسلم من روایۃ عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر بلفظ فاقدروا ثلثین ولا اقتصار[2] فی ھذہ المتابعۃ سواء کانت تامۃ او قاصرۃ علی اللفظ بل لو جاءت بالمعنی لکفی لکنہا مختصۃ بکونہا من روایۃ ذالک الصحابی

ترجمہ لیکن (تتبع سے) ہم نے شافعیؒ کا ایک متابع پایا وہ عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی ہے کہ اسی حدیث کو ایسا ہی راوی بلفظ فاکملوا العدۃ ثلاثین) بخاریؒ نے عن عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی عن مالک الخ تخریج کیا ہے (یعنی مالک سے اس مثل روایت کرنے میں عبد اللہ ابن مسلمہ بھی شافعیؒ کے ساتھ شریک ہے) پس یہ متابعت تامہ ہے اور ہم نے صحیح ابن خزیمہ میں آپ کی متابعت قاصرہ بھی پائی ہیں اور صحیح مسلم میں بھی ہم نے بروایت عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر بلفظ فاقدروا ثلثین متابعت قاصرہ پائی ہیں (پس یہ دو متابعت قاصرہ اور ایک متابعت تامہ کے باوجود یہ روایت غرائب سے نہیں ہوسکتی ہے) اور چونکہ اس متابعت میں چاہئے متابعت تامہ یا قاصرہ ہو اسمیں متابعت و موافقت صرف لفظ پر اقتصار و انحصار نہیں بلکہ اگر متابعت بالمعنی (لا باللفظ) بھی وجود میں آئی تو (متابعت کیلئے) کافی ہے لیکن (ایک شرط یہ ہے کہ) متابعت اس صحابی کی روایت ہونے کے ساتھ مختص ہے (جس سے راوی متفرد نے روایت کی خلاصہ کلام یہ ہے کہ متابعت میں موافقت باللفظ ہونا ضروری نہیں بلکہ موافقت بالمعنے ہی کافی ہے البتہ متابِع بالکسر کی روایت اور متابَع بالفتح کی روایت ایک ہی صحابی سے ہو یہ بات لازم ہے اور یہاں پر متابِع و متابَع دونوں کی روایت ایک ہی صحابی یعنی ابن عمرؓ سے ہے فلا تفرد ہہنا))

تشریح [1] قولہ ووجدنا لہ ایضاً حدیث صحیح ابن خزیمہ میں متابع محمد بن زید اور حدیث مسلم میں متابع نافع ہے۔ دونوں نے اس حدیث کو ابن عمر سے روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن دینار کی جو کہ امام شافعیؒ کا اسی روایت میں شیخ الشیخ ہے متابعت کی ہے (لہذا یہ متابعت قاصرہ ہوئی) شرح الشرح۔ [2] قولہ ولا اقتصار الخ مصنفؒ یہ ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں سوال یہ ہے کہ اخیری دونوں متابع میں تو موافقت نہیں کیونکہ ایک میں بجائے فاکملوا العدۃ ثلاثین کے فکملوا ثلثین اور دوسرا میں فاقدروا ثلثین ہے، مصنفؒ اسکا جواب دیتے ہیں کہ متابعت میں موافقت فی اللفظ ضروری نہیں بلکہ موافقت فی المعنی ہی کافی ہے جبکہ دونوں کی روایت ایک ہی صحابی سے ہو اور یہاں پر تو یہ امر موجود ہے کیونکہ ہر ایک کا مطلب ہی تیس۳۰ دن تک پورا کرتا ہے ۱۲ شرح الشرح۔

وان وجد متن یروی من حدیث صحابی آخر یشبھہ فی اللفظ والمعنی او فی المعنی فقط فھو الشاھد ومثالہ فی الحدیث الذی قدمناہ ما رواہ النسائی من روایۃ محمد ابن حنین عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم۔ فذکر مثل حدیث عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر سواء فھذا باللفظ واما بالمعنی فھو ما رواہ البخاری من روایۃ محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃؓ بلفظ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین وخص قوم المتابعۃ بما حصل باللفظ سواء کان من روایۃ ذالک الصحابی ام لا والشاھد ما حصل بالمعنی کذالک وقد یطلق المتابعۃ علی الشاھد وبالعکس والامر فیہ سھل۔

ترجمہ اور اگر کسی حدیث کو فرد نسبی گمان کرنے کے بعد کسی دوسرے صحابی کی حدیث سے ایسا متن مل گیا جو کہ اس حدیث فرد نسبی کیساتھ لفظا ومعنی یا صرف معنی مشابہ ہو تو وہ (ای حدیث صحابی آخر) شاہد ہے (یعنی اسکو شاہد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے) اس کی مثال اس حدیث کے بارے میں جسکو ہم نے مقدم کر چکا (ای عن الشافعی وغیرہ عن ابن عمرؓ) وہ ہے جس حدیث کو امام نسائی نے بہ روایت محمد بن حنین عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم الحدیث روایت کیا ہے پس آپ نے اس حدیث کو بالکل حدیث عبد اللہ بن دینار عن ابن عمرؓ کے برابر ومثل ذکر کیا ہے پس یہ شاہد لفظی (ومعنوی) ہے اور (آگے حدیث ابن عمرؓ کا) صرف شاہد معنوی کی مثال وہ حدیث ہے جسکو امام بخاریؒ نے بہ روایت محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃؓ بہ لفظ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین روایت کیا ہے (یعنی یہاں پر فاکملوا العدۃ ثلثین کے بجائے فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین ہے لفظ میں تفاوت ہے لیکن معنے بالکل متحد) اور ایک گروہ محدثین نے متابعت کو اس حدیث کے ساتھ خاص کر لیا جس میں موافقت باللفظ ہو چاہے یہ روایت وہی صحابی سے مروی ہو یا نہ ہو (یعنی دونوں روایت کی متابعت وموافقت لفظا ضروری ہے لیکن دونوں ایک ہی صحابی سے ہونا لازم نہیں دو صحابی کی روایت میں بھی اگر لفظا موافقت ہو جائیں تب بھی اسکو متابع کہا جائیگا) اور شاہد کو اس حدیث کے ساتھ خاص کر لیا جسمیں صرف موافقت بالمعنی ہو چاہے دونوں روایت ایک ہی صحابی سے ہو یا نہ ہو (یعنی دو صحابی کی روایت ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر روایت ایک ہی صحابی کی ہو اور دونوں روایت میں موافقت بالمعنے لا باللفظ ہو تو بھی اسکو شاہد کہا جائیگا حاصل کلام یہ ہے کہ جمہور محدثین متابع اور شاہد میں اس طریقہ سے فرق بیان کرتے ہیں کہ دونوں روایت میں لفظاً یا معنےً اگر موافقت ہو بشرطیکہ دونوں ایک ہی صحابی کی روایت ہو تو وہ متابع ہے اور اگر دونوں روایت میں لفظاً یا معنےً موافقت ہو لیکن دو صحابی کی روایت ہے تو وہ شاہد ہے لیکن ایک گروہ محدثین دوسرا طریقہ سے فرق بیان کرتے ہیں کہ متابع میں صحابی کا اتحاد کی شرط نہیں لیکن موافقت باللفظ ضروری ہے اور شاہد میں صحابی کے اندر مغایرت لازم نہیں البتہ صرف موافقت بالمعنے مشروط ہے)) اور کبھی شاہد پہ متابعت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور متابعت پہ شاہد کا، اور اس بارے میں معاملہ آسان ہے (کیونکہ مقصود تو تقویت ہے اور وہ ہر ایک ہی سے حاصل ہوتی ہے چاہے اسکا نام متابع رکھا جائے یا شاہد) ۱۲ تشریح آئندہ صفحہ پر

واعلم ان تتبع الطرق من الجوامع والمسانيد والاجزاء لذالك الحديث الذی یظن انہ فرد لیعلم هل لہ متابع ام لا هو الاعتبار وقول ابن الصلاح معرفة الاعتبار والمتابعات والشواهد قد یوهم ان الاعتبار قسیم لهما ولیس کذالك بل هو هیئة التوصل الیهما وجمیع ما تقدم من اقسام المقبول تحصل فائدة تقسیمہ باعتبار مراتبہ عند المعارضة واللہ اعلم۔

ترجمہ جان تو کہ جوامع و مسانید و اجزاء میں اس حدیث کے طرق و اسانید کا تتبع و تلاش کرنا جسکو فرد گمان کیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ اس حدیث کا کوئی متابع (یا شاہد) ہے یا نہیں اسکو (یعنے تتبع کرنیکو) اعتبار کہتے ہیں معرفة الاعتبار والمتابعات و الشواہد (الی آخرہ) جو کہ ابن الصلاح کا قول ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اعتبار متابعات و شواہد کا قسیم و مقابل ہے (یعنے اعتبار و متابعات و شواہد تینوں تتبع کی قسم ہے تو تینوں آپس میں ایک دوسرے کا قسیم ہوئے) حالیکہ (فی الواقع) ایسا نہیں بلکہ اعتبار وہ متابعات و شواہد کی معرفت کیطرف متوصل ہونے کی ایک ہیئت و کیفیت ہے (یعنے اعتبار متابعات و شواہد کو دریافت کرنے کا ذریعہ ہے نہ کہ وہ دونوں کا قسیم ہے) حدیث مقبول کے جتنے اقسام کا ذکر مقدم ہو چکا ہے تعارض کے وقت ان (اقسام) کا ثمرہ و فائدہ اپنے مراتب و درجات کے اعتبار سے حاصل ہوگا (یعنے جبکہ ادنیٰ قسم کا تعارض اعلیٰ قسم سے ہو تو اعلیٰ ہی کو مقدم کیا جائیگی مثلاً اذا تعارض الصحیح لذاتہ والصحیح لغیرہ یقدم الصحیح لذاتہ)۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ لہ قولہ فهو الشاہد الخ ای فالمتابع لذالک المتن هو الشاہد والمصنفؒ اطلق المسئلۃ وہم قیدوہا فقالوا ثم بعد فقد المتابعات علی الوجہ المشروح اذا وجد متن آخر فی الباب عن صحابی آخر یشبہہ فهو الشاہد فلو قال ثم وجد لکان توضیحا ولو قال فان وجد لکان تلویحا الی کلام القوم تخلیصا من مخالفتہم ۱۲ شرح الشرح

صفحۂ ہذا:۔ لہ قولہ من الجوامع الخ جوامع جامع کی جمع جامع وہ کتاب ہے جسمیں حدیثیں ابواب فقہیہ کی ترتیب پر جمع کیگئیں کالکتب الستة یا تو جسمیں عنوانوں کے اول حرف ہجا کی ترتیب سے جمع کیگئیں ککتاب الایمان وکتاب البر وکتاب التوبہ وکتاب الثواب ایسا ہی آخری حرف تک کما فعلہ صاحب جامع الاصول یا تو جسمیں الفاظ حدیث کے اول حروف کی ترتیب کے لحاظ سے جمع کیگئیں کما فعلہ شیخ مشائخنا الحافظ السیوطی فی الجامع الصغیر مسانید وہ مسند کی جمع ہے مسند وہ کتاب ہے جسمیں صحابہ کی ترتیب سے ان کی جمیع مرویات چاہے صحیح ہو یا ضعیف جمع کیگئیں ہیں (جیسے مسند امام احمد بن حنبل ہے) اجزاء وہ جزء کی جمع ہے جزء وہ کتاب ہے جسمیں صرف ایک ہی شخص کی حدیثیں جمع کیگئیں یا تو ایک جماعت کی حدیثیں ایک ہی مسئلہ کے متعلق جمع کیجائیں ۱۲ کذا فی شرح الشرح مع زیادة، اور سہل الاصول فی حدیث الرسول میں جامع و مسند و جزء کی تعریف یہ کیگئی ہے کہ جامع حدیث کی وہ کتاب ہے جسمیں سیر[1] عقائد[2] تفسیر[3] فتن[4] آداب[5] احکام[6] اشراط[7] مناقب[8] ان ابواب ثمانیہ کی حدیثیں موجود ہوں مثلاً بخاری، ترمذی جامع ہیں اور مسند حدیث کی وہ کتاب ہے جسمیں صحابہ کی ترتیب سے حدیثیں جمع کی گئیں مثلاً پہلے مرویات ابوبکرؓ پھر مرویات عمرؓ فاروق وعلی ہذا القیاس جیسے مسند امام احمد بن حنبلؒ اور جزء وہ ہے جسمیں ایک خاص مسئلہ کے متعلق حدیثیں جمع کی جائیں جیسے قرأۃ خلف الامام اور سنن حدیث کی وہ کتاب ہے جسمیں ابواب فقہیہ کی ترتیب سے حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔ بقیہ آئندہ صفحہ

ثم المقبول[۱] ینقسم ایضًا الی معمول بہ وغیر معمول بہ لانہ ان سلم من المعارضۃ ای لم یأت خبر یضادہ فھو المحکم وامثلتہ کثیرۃ وان عورض فلا یخلو اما ان یکون معارضہ مقبولًا مثلہ[۲] او یکون مردودًا والثانی لا اثر لہ لان القوی لا یؤثر فیہ مخالفۃ الضعیف وان کانت المعارضۃ بمثلہ فلا یخلو اما ان یمکن الجمع بین مدلولیھما بغیر تعسف اولا فان امکن الجمع فھو النوع المسمی

ترجمہ پھر حدیث مقبول معمول بہ وغیر معمول بہ کیطرف بھی منقسم ہوتی ہے کیونکہ حدیث مقبول اگر معارض سے سالم ہو یعنے اس کی منافی کوئی حدیث نہ آئی ہو تو وہ محکم ہے اور (صحاح میں) اس کی مثالیں بہت ہیں اور اگر اس کے معارضہ (کوئی حدیث) سے اکیا جائے تو اس کی معارض حدیث یا تو مقبولیت میں اس کے مثل ہوگی یا مردود ہوگی اور ثانی (یعنے وہ حدیث مردود ہونیکی صورت میں) اسکا معارض ہونے میں کوئی اثر ہی نہیں ہے کیونکہ حدیث قوی کے اندر حدیث ضعیف کی مخالفت اثر نہیں کرتی ہے (لانہ لا یعمل بہ فی نفسہ) اور اگر (بظاہر) معارضہ اس کے مثل سے ہو تو وہ (دو حال سے) خالی نہ ہوگی یا تو دونوں حدیث کے معنی و مدلول کے درمیان (بطریق اعتدال) بغیر تعسف کے جمع ممکن ہوگی یا نہ پس اگر جمع ممکن ہو تو یہ نوع مسمی۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ جیسے ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی انتہی۔ مصنفؒ نے احادیث کی صرف تین قسم کتاب کا ذکر کیا ہے انکا ذکر تمثیلاً ہے نہ کہ تحدیداً کیونکہ احادیث کی بہت قسم کتابیں ہیں اور مصنفؒ کا مراد ہر ایک کا تتبع کرنا ہے ۱۲ منہ ۲ قولہ قسیم لہا الخ ای حیث اضیفت المعرفۃ الی الاعتبار وما بعدہ والاحسن ان یقول والاعتبار ھو تتبع المتابعات والشواہد ۱۲ عب ۳ قولہ وجمیع ما تقدم الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مقبول کو اپنے مراتب کی طرف تقسیم کرنا یہ بلا فائدہ دراز ہے کیونکہ ہر ایک قسم تو مقبول ہے پھر تقسیم کی کیا ضرورت اسکا جواب یہ ہے کہ جب دو قسم حدیث میں تعارض واقع ہوگا تو اسوقت اس تقسیم کا فائدہ ظاہر ہوگا کہ اعلی قسم کو ادنی پر ترجیح دیجائیگی۔ فاذا تعارض الصحیح لذاتہ ولغیرہ یقدم الصحیح لذاتہ وعلی ہذا القیاس ۱۲ عب ۴ قولہ تتبع الطرق الخ تتبع کا اصل اعراب رفع ہے کیونکہ اصل متن ایسا ہے تتبع الطرق الخ لیکن چونکہ شرح ومتن بمنزلہ ایک کتاب ہوگئی لہذا اب اسکا اعراب نصب ہی ہوگا بدخول انّ علیہ پس گویا کہ شرح متن کے اعراب کے لئے ناسخ ہے ۱۲ شرح الشرح عب قولہ فرد الخ ظاہرہ الاطلاق الشامل للنبی وغیرہ ۱۲ ش ۵ قولہ المتابعات بکسر الموحدۃ ویجوز فتحہا ۱۲ ش

صفحہ ھذا :۔ ۱ قولہ ثم المقبول الخ حدیث مقبول فی نفسہ مقبول دلحوظ ہونیکی حیثیت سے اگرچہ اس پر عمل واجب ہے جیسا کہ گذرچکا مگر جبکہ نظر الی الغیر کیجائیں تو وہ معمول بہ وغیر معمول بہ کیطرف منقسم ہوتی ہے جسکا بیان لانہ ان سلم الخ سے کیا گیا خلاصہ بات یہ ہے کہ خبر احاد باعتبار صفات رواۃ کے دو قسم ہیں مقبول و مردود پھر مقبول اولا باعتبار ذاتہ چار قسم ہیں صحیح لذاتہ صحیح لغیرہ حسن لذاتہ حسن لغیرہ۔ خبر مقبول پھر باعتبار عوارضہ و بالنظر الی الغیر دو قسم ہیں معمول بہ وغیر معمول بہ ۱۲ عب مع زیادۃ ۲ مقبولًا مثلہ الخ اس عبارت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مثلہ سے کیا مراد ہے اگر مثل سے مراد مثل فی مرتبۃ الحسن والصحۃ ہو تو اتنا واؤ سے جو تردید ہے وہ غیر حاصر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ حدیث مقبول وہ معارض ہو ایسی حدیث کا۔ باقی آئندہ

عن سببہ کما فی غیرہ من الاسباب کذا جمع بینھما ابن الصلاح تبعا لغیرہ و الاولی فی الجمع بینھما ان یقال ان نفیہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم للعدوی باقٍ علی عمومہ وقد صح[ل] قولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم لایعدی شیء شیئا وقولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم لمن[ع] عارضہ بان البعیر الاجرب یکون فی الابل الصحیحۃ فیخالطھا فتجرب حیث ردّ علیہ بقولہ فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ سبحانہ ابتدأ ذالک فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول و اما الامر بالفرار من المجذوم فمن[ع] باب سد الذرائع لئلا یتفق

ترجمہ جیسا کہ اس کے سوا دوسرے سببوں میں (متخلف) ہوتی ہے (یعنے سبب پایا جاتا ہے لیکن کبھی مسبب نہیں پایا جاتا ہے ایسا ہی کبھی مخالطت مریض مع الصحیح پائی جاتی ہے لیکن اعداء و تجاوزی نہیں ملتی ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ مرض کا تجاوز کرنا یہ اللہ تعالی کے حکم سے ہوتا ہے نہ کہ مرض میں بالذات کوئی قوت ہے) ابن صلاح نے دوسروں کے اتباع کرتے ہوئے ایسا ہی ان دونوں حدیث کے درمیان تطبیق دی اور (مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک) ان دونوں کے درمیان تطبیق دینے میں اولی یہ ہے کہ کہا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدوی کی جو نفی کی وہ اپنے عموم پر باقی ہے (یعنے کوئی مرض تجاوز نہیں کرتا ہے لا بالطبع ولا بالسببیت کیسے نہو حالیکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صحیحاً مروی ہے کہ کوئی چیز دوسری چیز پر تجاوز نہیں کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس شخص کیلئے جس نے آپ سے معارضہ (یعنے اشکال وسوال) کیا تھا کہ کھجلی والا اونٹ ابل صحیحہ کے اندر ہوتا ہے صحیح سالم اونٹ بعیر اجرب سے مخالطت کرتا ہے تو وہ بھی کھجلی والا ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رد کیا اپنے اس قول سے کہ اول اونٹ (یعنی بعیر اجرب) کو کس نے (مرض) پہونچایا یعنے تحقیق کہ اللہ سبحانہ نے ثانی کے اندر ابتداءً بھی اسی مرض کو پیدا کیا جیسا کہ اول میں ابتداء پیدا کیا اور بہرحال فرار من المجذوم کا حکم سد ذرائع کے قبیل میں سے ہے تاکہ ایسا نہ ہو۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ ظاہر بات یہ ہے کہ فرار من المجذوم کا حکم یہ ضعفاء کیلئے رخصت ہے اور کاملین ومتوکلین علی اللہ کے حق میں ٹھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحیحاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کیساتھ کھانا کھایا اور فرمایا بسم اللہ ثقۃً باللہ وتوکلاً علیہ۔ قولہ وکلاھما فی الصحیح اول حدیث کو امام احمد ومسلم نے روایت کیا اور ثانی کے بارے میں زرکشیؒ نے فرمایا کہ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے وقد یقال الجمع بینھما بان النفی للاعتقاد والامر بالفرار للفعل کما نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الدخول فی بلد الطاعون مع ان المعتقد ان لا تاثیر لغیر اللہ تعالی وانہ اذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ ولایستقدمون ۱۲ شرح الشرح۔

ع قولہ لمختلف الحدیث بکسر اللام ای مختلف مدلول حدیثہ وضبط بعضھم بفتح اللام علی انہ مصدر میمی وقال محشی صححہ الشیخ الجزری علی صیغۃ اسم الفاعل وبعضھم علی صیغۃ اسم مفعول ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ھذا:۔ ل قولہ وقد صح قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس حدیث کو لا کر مصنفؒ یہ دکھانا مقصد ہے کہ حدیث اول اپنے عموم پر باقی ہے بعض محشی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث بھی ابن الصلاح کی تاویل کو قبول کرتا ہے۔ باقی آئندہ

للمشخص الذی یخالطه شیٔ من ذالك بتقدیر الله تعالی ابتداءً لا بالعدوی المنفیة فیظن ان ذالك بسبب مخالطته فیعتقد صحة العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبه حسما للمادة والله اعلم وقد صنف فی هذا النوع الامام الشافعی کتاب اختلاف الحدیث لکنه لم یقصد استیعابه وصنف فیه بعده ابن قتیبة والطحاوی وغیرهما

ترجمہ کہ جس نے جذام والے سے اختلاط کیا اسکو کبھی جذام وغیرہ میں سے کوئی چیز بتقدیر الٰہی ابتداءً ہی ہوجائیں نہ کہ اس عدوی کے سبب سے جسکی نفی کیگئی پس وہ شخص مصاب گمان کریگا کہ یہ جذام وغیرہ (جذامی) اس کے اختلاط کیوجہ سے ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مادہ (سوء اعتقاد) کو ختم کرنے کیلئے اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے واللہ اعلم (یعنے اللہ تعالی نے جس کے لئے جذام وغیرہ ہونا مقدر رکھا وہ اتفاقاً کسی مجذوم وغیرہ سے مخالطت کیا اور اسکے بعد اسکو اپنا مقدر کے اعتبار سے جذام وغیرہ ہوا لیکن وہ گمان کرلیگا کہ یہ اسی اختلاط ہی کے سبب ہے لہٰذا اس سے دور رہنے کا حکم دیا تاکہ علیحدہ رہنے کے باوجود بھی جبکہ اسکو یہ مرض ہونے والا ہے تو عدوی کے بدگمان سے محفوظ رہیگا)) اور بیشک اس نوع (یعنے جمع بین الحدیثین) میں امام شافعیؒ نے (مسمی بہ) کتاب اختلاف الحدیث تصنیف کی ہے لیکن آپ نے اکمال واستیعاب کا قصد نہیں کیا (ہذا کنایۃ عن عدم استیعابہ والا فمن این یعلم قصدہ) اس بارے میں آپ کے بعد ابن قتیبہ (جوکہ امام بخاریؒ ومسلمؒ کے استاد ہے بمسمی تاویل مختلف الحدیث) اور امام طحاویؒ وغیرہما نے تصنیف کی ہے۔

تشریح صفحہ گذشتہ:- تو میں اسکے جواب میں کہونگا کہ یہ اعتراض مسلم ہے لیکن تعدد عبارات حدیث دال ہے اس پر کہ ان عبارات سے جو معنے ومفہوم متبادر ہوتا ہے یہی معنے مراد ہے انتہی کلامہ لیکن اس محشی کے کلام پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن صلاح نے ظاہر حدیث سے خواہ مخواہ عدول نہیں کیا بلکہ دوسری حدیث بظاہر اسکا معارض ہونیکی وجہ سے اور اس تاویل ابن صلاح کو مشاہدہ بھی تائید کرتا ہے پس یہ بات متعین ہوگئی کہ نفی عدوی بالطبع وفی الحقیقۃ کے اعتبار سے ہے اور اثبات عدوی سبب ومجاز کے اعتبار سے ہے کما جمعوا فی قولہ تعالی وما رمیت اذ رمیت ای ما رمیت خلقا اذ رمیت کسبا وکذا قولہ تعالی فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم ای ما قتلتموھم حقیقۃ بل صورۃ ولکن اللہ قتلھم حقیقۃ ۱۲ش ۲ قولہ لمن عارضہ الخ ای بحسب الظاھر والا فمعارضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الحقیقۃ کفر مع ان المعارض کان مسلما کما یفھم من سیاق الحدیث فحمل المعارضۃ علی المعارضۃ اللغویۃ لا الاصطلاحیۃ فالمعنی استشکلہ وسألہ وقابل کلامہ ۱۲ اشرح الشرح مع زیادۃ ۳ قولہ من باب سد الذرائع الخ اسی پر مجذوم کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا بھی دال ہے کیونکہ آپؐ یہ جانتے تھے کہ آپکو کوئی چیز نہ پہونچیگی اللہ تعالی کے اذن کے بغیر اور آپؐ ظن سوء میں واقع ہونے سے بالکل مامون تھے اگرچہ آپکو کوئی برائی لاحق ہو بھی جائیں فالامر لیس الا لمن لم یجد فی نفسہ صدق الیقین ویتوھم ان تحدثہ نفسہ بشیٔ لو اصیب شفقۃ علیہ ۱۲ عب ۴ قولہ فتجرب الخ بفتح الفوقیہ وسکون الجیم وفتح الراء وفی نسخۃ بضم الفوقیہ وسکون الجیم ای فتصیر الابل جرباء ۱۲ ش

صفحہ ھذا:- ۱ قولہ وغیرہما الخ قال ابن خزیمہ لا اعرف حدیثین صحیحین متضادین فمن کان عندہ شیٔ فلیأتنی لاؤلف بینہما ۱۲ شرح الشرح۔

وان لم یمکن الجمع فلا یخلو اما ان یعرف التاریخ اولا فان عرف وثبت المتأخر بہ او باصرح منہ فهو الناسخ والآخر المنسوخ والنسخ[١] رفع تعلق حکم شرعی بدلیل شرعی متأخر عنہ والناسخ مایدل علی الرفع المذکور وتسمیتہ ناسخا مجاز لان[٢] الناسخ فی الحقیقۃ هو اللہ تعالیٰ ویعرف النسخ بامور اصرحها ماورد فی النص کحدیث بُرَیْدَۃ فی صحیح مسلم کنت نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها فانها تذکر الآخرۃ ومنها مایجزم الصحابی بانہ متأخر کقول جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم ترک الوضوء مما مستہ النار

ترجمہ اگر (اصلاً ہی یا بدون تعسف کے) جمع وتطبیق ممکن نہ ہو تو (دو حال سے) خالی نہ ہوگی یا تو (دونوں حدیث کی) تاریخ معلوم ہوگی۔ (یعنے کسکو کب بیان فرمایا ہے) یا نہ پس اگر تاریخ معلوم ہو اور تاریخ کے ذریعہ یا اس سے زیادہ صریح چیز سے حدیث متاخر کا ثبوت ہو جائے تو وہ حدیث متاخر ناسخ اور دوسری حدیث منسوخ ہے اور ناسخ کہا جاتا ہے کہ کسی حکم شرعی کے تعلق (مع العبد) کو اٹھا دینا ایسی کوئی دلیل شرعی کے ذریعہ جو کہ اس حکم سے متاخر ہو اور ناسخ اسے کہا جاتا ہے جو کہ اس رفع مذکور پر دال ہو اور اس (نص دال علی الرفع المذکور) کو ناسخ کر کے نام رکھنا مجاز ہے (ای من باب اضافۃ الفعل الی السبب) کیونکہ حقیقۃً تو نسخ کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور نسخ پہچانا جاتا ہے چند چیزوں سے (اولاً) انہیں سے زیادہ صریح وواضح وہ ہے جس کا نسخ ہونیکا ذکر نص ہی میں وارد ہو جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث بریدہؓ کنت نهیتکم الخ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس (اب) تم اسکی زیارت کرو کیونکہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے (اس حدیث میں لفظ فزوروها نہی عن زیارۃ القبور کیلئے بالکل صریح ناسخ ہے) اور (ثانیاً) ان میں سے وہ ہے جسکے بارے میں صحابی یقین کرے کہ وہ متاخر ہے (تو اس متاخر کو ناسخ قرار دیا جائیگا) جیسے حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ آگ سے پکی ہوئی خوراک کھانے کے بعد وضو نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الامرین تھا۔

تشریح [١] قولہ والنسخ الخ نسخ کی تعریف میں رفع تعلق الحکم فرمایا نہ کہ رفع الحکم کہا (کما قال غیرہ) کیونکہ حکم تو وہ اللہ کا خطاب ہے اور اللہ کا خطاب قدیم ہے اور قدیم رفع کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے (البتہ حکم کا تعلق مع العبد رفع ہو سکتا ہے ١٢ عب) [٢] قولہ لان الناسخ الخ یعنی حکم کا ناسخ حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی ہے چاہے نسخ کی تصریح اپنے کلام میں کردے یا اپنے نبی کی طرف اس کی وحی بھیج دے لان الدال علی النسخ کما یکون الآیۃ یکون الحدیث ایضاً ١٢ ملخص شرح الشرح

اخرجه اصحاب السنن ومنها ما يعرف بالتاريخ وهو كثير[١] وليس منها ما يرويه الصحابي
المتاخر الاسلام معارضاً للمتقدم عليه لاحتمال ان يكون سمعه من صحابي آخر
اقدم من المتقدم المذكور او مثله فارسله لكن ان وقع التصريح بسماعه له
من النبي صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم فيتجه ان يكون ناسخاً بشرط
ان يكون لم يتحمل عن النبي صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم شيئاً قبل[٢]
اسلامه واما الاجماع[٣] فليس بناسخ بل يدل[٤] على ذالك وان لم يعرف التاريخ

ترجمہ اس کو اصحاب سنن نے تخریج کیا ہے ((یعنی اولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما مستہ النار کھانے سے وضوء فرماتے تھے لیکن بعد میں وضوء کرنا چھوڑ دیا لہذا ثانی فعل اول فعل کے لئے ناسخ ہے لیکن اس میں نسخ کے علاوہ تعلیق بھی ممکن ہے کہ وضوء کرنا علی الاستحباب ہے اور ترک وضوء یہ بیان جواز کیلئے ہے)) اور (ثانیا) انہیں سے وہ ہے جسکا نسخ ہونا تاریخ کے ذریعہ معلوم ہو (یعنی کون مقدم اور کون موخر ہے اسکی تاریخ معلوم ہو پس موخر حدیث مقدم کیلئے ناسخ ہوگی) اور وہ بہت ہیں (یعنی اسکی مثال بہت ہیں) اور ان امور میں سے نہیں ہے جسکو متاخر الاسلام صحابی ایسے صحابی کے معارض و مخالف روایت کرے جو کہ (اسلام لانے کے اعتبار سے) اس پر مقدم ہو (یعنی حدیث متاخر الاسلام حدیث متقدم الاسلام کیلئے ناسخ نہیں ہے) کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے دوسرے ایسے کوئی صحابی سے وہ معارض حدیث سنی ہو جو کہ اسی متقدم مذکور سے بھی مقدم ہو یا تو متقدمیت میں اس کے مثل ہو پس اس نے اسکو (ای الصحابی المتقدم الذی سمعہ منہ) چھوڑ دیا (یعنی اس کے ذکر کو حذف کر کے حدیث کو آپؐ کی طرف منسوب کر دیا اسکا نام مرسل صحابی ہے وہو غیر مرسل التابعی) لیکن اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو وہی متاخر الاسلام صحابی سننے کی تصریح واقع ہو (بان قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ) تو وہ حدیث ناسخ ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس نے اپنے اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز تحمل و سماع نہ کی ہو اور بہر حال اجماع (اگر کسی حکم شرعی پر دوسرے کوئی حکم شرعی کے مخالف واقع ہو جائے تو اول حکم کیلئے) وہ ناسخ نہیں ہے بلکہ وہ ناسخ پر دلالت کرتا ہے۔ (یعنی ایسی کوئی دلیل کے وجود پر دلالت کرتا ہے جو کہ اول حکم کیلئے ناسخ ہے اور اگر (تقدم و تاخر کی) تاریخ معلوم نہ ہو۔

تشریح [١] قولہ وہو کثیر الخ قال الشارح ای لایحتاج الی ذکرہ جیسا کہ شداد ابن اوسؓ وغیرہ کی حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افطر الحاجم والمحجوم وحدیث ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وہو صائم حضرت امام شافعیؒ نے بیان فرمایا کہ ثانی حدیث اول حدیث کے لئے ناسخ ہے کیونکہ ثانی حدیث سنہ دس ہجری کا ہے اور اول حدیث سنہ آٹھ ہجری میں بیان فرمایا ہے کذا فی الخلاصہ اول کو منسوخ کہنا یہ اس وقت ہے جبکہ اسکو اپنے ظاہری معنے پر محمول کرے ورنہ یہ حدیث موؤل ہے جیسا کہ ترجمات حدیث میں مذکور ہے پس منسوخ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ امام طحاویؒ نے اول حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حجامت کی وجہ سے افطار کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ وہ دونوں چونکہ بوقت حجامت غیبت کر رہے تھے اس لئے افطر فرمایا تو افطار سے اسقاط اجر صوم مراد ہے اور محی السنہ امام بغویؒ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ دونوں افطار کے قریب ہوگئے اس لئے کہ محجوم کو ضعف لاحق ہوگا اور شاید حاجم کے پیٹ میں چوسنے کی وجہ سے خون پہنچ جائے خطابیؒ نے کہا کہ وہ دونوں قبیل المغرب شام کیوقت۔ باقی آئندہ پر

فلا يخلو اما ان يمكن ترجيح احدهما على الآخر بوجه من وجوه الترجيح المتعلقة بالمتن او بالاسناد او لا فان امكن الترجيح تعين المصير اليه والا فلا فصار ما ظاهره التعارض واقعا على هذا الترتيب الجمع ان امكن فاعتبار الناسخ والمنسوخ فالترجيح ان تعين ثم التوقف عن العمل باحد الحديثين والتعبير بالتوقف اولى من التعبير بالتساقط ـ

ترجمہ تو وہ (دو حال سے) خالی نہ ہوگی کہ یا تو متن یا اسناد کیساتھ متعلقہ وجوہ ترجیح میں سے کسی طریقہ کے ذریعہ ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح ممکن ہوگی یا نہ پس اگر ترجیح ممکن ہو تو اسیطرف لوٹنا ہی متعین ہوگا (یعنی ترجیح دیجائیگی) اور اگر ممکن نہ ہو تو ترجیح نہ دیجائیگی (بلکہ توقف عن العمل کیا جائیگا) پس جس (دو) حدیث کے ظاہر متعارض ہو وہ اسی ترتیب پر کہ اگر ممکن ہو تو تطبیق دیجائیگی پس اس کے بعد (یعنے اگر جمع ممکن نہ ہو تو) ناسخ ومنسوخ کا اعتبار کیا جائیگا اور (اگر ناسخ ومنسوخ کا اعتبار کرنا ممکن نہ ہو تو) اس کے بعد ترجیح دی جائیگی اگر وہ متعین ہو پھر (اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو) توقف کیا جائیگا دونوں حدیث سے کسی پر عمل کرنے سے (ای یتوقف حتی یظہر حکمہ ویتبین امرہ) اور (اس آخری قسم کو) توقف سے تعبیر کرنا تساقط کے ذریعہ تعبیر کرنے سے اولیٰ ہے۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ حجامت کا کام کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے ہوئے افطر فرمایا ای دخلا فی وقت الافطار۔ کذا فی البذل وغیرہ ۱۲ منہ ۲ھ قولہ قبل اسلام الخ کیونکہ وہ اگر اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز تحمل وسماع کرے اور بعد الاسلام روایت کرے تب تو اسے اسکی مروی حدیث ناسخ ہونا لازم نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اسکی سنی ہوئی حدیث متقدم الاسلام کی حدیث سے بھی مقدم ہو اور ناسخ کیلئے ضروری ہے کہ متاخر ہو مولانا علی القاریؒ نا قلاعن المحشی فرماتے ہیں کہ اس پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ متاخر الاسلام صحابی اپنے اسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز تحمل نہ کرنا یہ ثابت نہیں کرتا ہے اسکی مروی حدیث متقدم الاسلام کی مروی حدیث سے متاخر ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے اپنی مروی حدیث کو متقدم الاسلام کے سننے سے پہلے ہی سنا ہو بلکہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اس شرط کیساتھ اور ایک قید کا اضافہ کر دیا جائے کہ متاخر الاسلام صحابی اسلام لانے سے پہلے متقدم الاسلام صحابی کی وفات بھی ہو جائیں یا تو اس بات کا علم ہو کہ متقدم صحابی نے متاخر صحابی کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز نہ سنی ہو انتہی پھر اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں قید کا اعتبار کرنا واضح ہونیکی وجہ سے انکا ذکر نہیں کیا فلا اشکال فیہ ۱۲ شرح الشرح ۳ھ قولہ اما الاجماع الخ یعنے وہ اجماع جو کہ کسی حکم شرعی پر واقع ہو اور وہ معارض ہو دوسرے کسی متقدم حکم شرعی کا پس وہ متقدم حکم کیلئے ناسخ نہیں ہے کیونکہ اجماع تو امت کا اجماع ہے اور امت ایسے حکم کو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں نسخ نہیں کر سکتے ہیں کذا قیل اور بعض نے یہ علت فرمائی کہ اجماع تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہی کے بعد ہوتا ہے اور آپکی وفات کے بعد تو نسخ مرتفع ہے ۱۲ شرح الشرح ۴ھ قولہ بل یدل الخ یعنی اجماع کے ذریعہ ایسی کوئی دلیل کے وجود پر استدلال ہوتا ہے جس سے نسخ واقع ہوا مثلاً چوتھی مرتبہ میں شارب خمر کے قتل کے بارے میں ابو ہریرہؓ ومعاویہؓ سے جو حدیث مروی ہے یہ حدیث منسوخ ہے بدلالۃ اجماع علی ترک العمل بہ علاوہ ازیں اسکے لئے ناسخ حدیث بھی ظاہر ہے امام ترمذیؒ اپنی جامع میں فرمایا کہ یہ قتل کا حکم اولاً تھا پھر بعد میں منسوخ ہو گیا۔ باقی آئندہ پر

لان خفاء ترجیح احدھما علی الآخر انما ھو بالنسبۃ للمعتبر فی الحالۃ الراھنۃ[ع] مع احتمال ان یظھر لغیرہ ماخفی علیہ واللہ اعلم ثم المردود وموجب الرد[ع] اما ان یکون لسقط من اسناد او طعن فی راو علی اختلاف وجوہ الطعن اعم من ان یکون لامر یرجع الی دیانۃ الراوی او الی ضبطہ

ترجمہ کیونکہ ایک حدیث کی دوسری حدیث پر ترجیح مخفی ہونا یہ تو بحالت موجودہ معتبر کی نسبت سے ہے ساتھ ساتھ اسکا احتمال رکھنے کہ (فی الحال یا آئندہ زمانہ میں) اس کے غیر کیلئے (یا تو اس کو ہی دوسرے وقت) وہ چیز ظاہر ہو جائیگی جو کہ (فی الحال) اس پر مخفی ہے (علاوہ ازیں ادلہ شرعیہ پر تساقط کا لفظ استعمال کرنا ادب کے خلاف ہے) واللہ اعلم۔ پھر خبر مردود اور موجب رد یا تو اسناد سے کسی راوی کے سقوط کی وجہ سے یا تو کسی راوی کے اندر طعن کی وجہ سے ہوئی بنابر اختلاف وجوہ طعن کے عام ازیں کہ طعن ایسے امر کے سبب ہو گا جو کہ راوی کی دیانت یا ضبط کیطرف راجع ہو (راوی کے سقوط و حذف کے اعتبار سے خبر مردود چار قسم ہیں معلق، مرسل، معضل، منقطع)۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ ہکذا روی محمد بن اسحاق عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ قال ثم اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذالک برجل قد شرب فی الرابعۃ فضربہ ولم یقتلہ ۱۲ عب [۱] قولہ المتعلقۃ بالمتن الخ مثلا ایک حدیث مثبت اور دوسری حدیث منفی ہوتا ہے پس راجح مثبت ہی ہے بالشروط المذکورۃ فی موضعہا اور مثلا ایک کا محرم ہونا اور دوسری مبیح پس ترجیح محرم ہی کی ہے وعلی ہذا القیاس ۱۲ عب [۲] قولہ او بالاسناد الخ مثلا دونوں میں کا کوئی ایسے اسناد کیساتھ مروی ہو جو کہ متصف بالاصحیت ہو اور مثلا کوئی ایک سماعا یا عرضا ہو اور دوسری کتابۃ یا مناولۃ ہو اور مثلا کوئی ایک طرق کثیرہ سے مروی ہو وعلی ہذا القیاس ۱۲ ملخص شرح الشرح [۳] قولہ فصار ما ظاہرہ التعارض الخ ما ظاہرہ التعارض اس قید کو اس لئے لگایا کیونکہ فی الواقع کوئی دو نص کا تعارض نہیں ہو سکتا ہے اور نفس الامر میں کوئی دو متناقض شرعی واقع نہیں ہوتا ہے ۱۲ عب۔ ع قولہ والا الخ معناہ باعتبار المتن والا یثبت المتاخر فالترجیح ثم التوقف وباعتبار الشرح وان لم یمکن الترجیح فلا ای فلم یتعین المصیر الیہ بل یتوقف الحکم لالہ ولا علیہ کذا فی شرح الشرح اقول اخترتہ فی الترجمۃ تسہیلا للطالبین ۱۲ منہ۔

صفحہ ہذا:۔ [۱] قولہ مع الاحتمال ان یظہر لغیرہ الخ فان فوق کل ذی علم علیم اما سمعت قول امام الائمہ ابن خزیمۃ لا اعرف حدیثین صحیحین متضادین فمن کان عندہ شیٔ فلیأتنی بہ لاؤلف بینہما ۱۲ عب۔ ع قولہ الراھنۃ ای الثابتۃ الموجودۃ ففی الصحاح یقال رہن دام وثبت وقیل ای الحاضرۃ سمیت بہا لان الرہن ہو الحبس لغۃ والمرء محبوس فیہا لا فیما قبلہا ولا فیما بعدہا ۱۲ شرح الشرح۔ ع قولہ وموجب الرد الخ ای مقتضاہ وہو حرمۃ العمل بہ ولفظ موجب الظاہر انہ اسم مفعول من الایجاب ای ما اوجب ردہ ای واجبیۃ الرد قال محشی یجوز ان یقرأ علی صیغۃ اسم الفاعل کما صح فی بعض النسخ ای ما اوجب ردنفسہ وذالک باعتبار اشتمالہ علی السقوط او باعتبار اشتمالہ علی کونہ مقرونا بالطعن وہذا معنی قولہ لسقط او طعن وعلی التقدیرین قولہ وموجب الرد عطف تفسیری للمردود ولک ان تقول الموجب۔ ۱۲ منہ

ان وقع الحذف فی کتاب التزمت صحتہ کالبخاری و مسلم فما اتی فیہ بالجزم دل علی انہ ثبت اسنادہ عندہ و انما حذف لغرض من الاغراض و ما اتی فیہ بغیر الجزم ففیہ مقال وقد اوضحت[۱] امثلۃ ذالک فی النکت[ع] علی ابن الصلاح و الثانی وھو ما سقط عن آخرہ من بعد التابعی ھو المرسل[۲] وصورتہ ان یقول التابعی سواء[۳] کان کبیرا او صغیرا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذالک

ترجمہ کہ اگر حذف ایسی کتاب میں واقع ہو جس کی صحت کا التزام کیا گیا ہو مثلاً بخاری شریف و مسلم شریف پس اس کے اندر جس حدیث کو جزم و یقین کیساتھ لایا ہو تو یہ لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مصنف کے پاس اسی حدیث کا اسناد ثابت و صحیح ہے اور جز ایں نیست کہ حذف کردیا لغرض من الاغراض (مثلاً اختصار کی نیت سے حذف کیا ہو) اور جزم کیساتھ لانے کی صورت یہ کہ مثلاً کہے قال فلان او روی فلان او ذکر فلان او نحو ذالک)) اور جسکو اسی کتاب میں بغیر جزم و یقین لایا پس اسکی مقبولیت میں کلام ہے (بغیر جزم کی صورت یہ کہ کہے یذکر عن فلان او روی عن فلان اور غیر ذالک) اور میں نے اس کی مثالوں کو نکت علی ابن الصلاح میں واضح کیا ہوں۔ اور ثانی یہ کہ جس کے آخر سے بعد التابعی راوی ساقط ہوئے ہو وہ مرسل ہے اور اس کی صورت یہ کہ کوئی تابعی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے یا ایسا کیا یا تو آپ کے سامنے ایسا کیا گیا یا اس کے مثل کوئی۔ چنیز کہے ربان یقول کان النبی علیہ السلام کذا)۔

تشریح [۱] قولہ وقد اوضحت الزای اور دتھا واضحۃ وقیل حق العبارۃ اوضحت ذالک بامثلۃ واضحۃ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس ایضاح میں غایت ابہام ہے کیونکہ راوی معلق کی تصریح کرے میں جنکو حذف کروں گا سب ثقہ ہیں ایسا ہی جو کہے حدثنی ثقۃ اس کا یہ قول جب کہ جمہور محدثین کے نزدیک مقبول نہیں تو وہ لوگ کیسے قبول کرتے ہیں انکی تعلیقات کو جنہوں نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے حالانکہ انہوں نے تصریح بھی نہیں کی کہ ان کی تعلیقات صحیح ہیں یا نہ اور اگر صحیح ہونے کی تصریح بھی کرتے تو ماسبق کے قبیل میں سے ہوتی علامۃ عبد اللہ ٹونکیؒ فرماتے ہیں کہ راوی مبہم کو عدالت کیطرف نسبت کرنیوالے اگر کوئی امام من ائمۃ الحدیث ہو تو بلاشک اسکی تعدیل مقبول ہوگی ورنہ نہیں اور امام بخاریؒ وغیرہ ملتزم صحت چونکہ ائمۃ من ائمۃ الحدیث ہیں لہذا انکی تعلیقات جو کہ صیغۂ جزم کے ساتھ ہیں مقبول ہو گیں لانہ تعدیل حکماً ۱۲ عب مع زیادۃ۔

[۲] قولہ ھو المرسل الارسل وہ ارسال بمعنے اطلاق و عدم المنع سے ماخوذ ہے کقولہ تعالیٰ انا ارسلنا الشیطین علی الکفرین پس گویا کہ راوی مرسل نے اسناد کو مطلق چھوڑ دیا اور کسی راوی معروف کے ساتھ مقید نہ کیا ہو تو وہ اہل عرب کا قول ناقۃ مرسلۃ ای سریعۃ السیر سے ماخوذ ہے گویا کہ مرسل نے اس میں جلدی کیا اور بعض اسناد کو حذف کر دیا ۱۲ شرح النوع ع قولہ فی النکت علی ابن الصلاح بضم النون وفتح الکاف اسم کتاب للمصنفؒ مشتمل علی اعتراضات اور ردھا علی ابن الصلاح ۱۲ اش۔ [۳] قولہ سواء کان کبیراً، تابعی کبیر وہ ہے جس نے کثیر صحابہ کرام سے ملاقات اور مجالست کی ہو اور اسکی اکثر روایت صحابہ کرام ہی سے ہو جیسے قیس بن ابی حازم و سعید ابن المسیب۔ باقی آئندہ

وانما[1] ذکر فی قسم المردود للجهل بحال المحذوف لانہ یحتمل ان یکون صحابیا و یحتمل ان یکون تابعیا وعلی الثانی ان یکون ضعیفا و یحتمل ان یکون ثقۃ وعلی الثانی یحتمل ان یکون حمل عن صحابی ویحتمل ان یکون حمل عن تابعی آخر وعلی الثانی فیعود الاحتمال السابق ویتعدد اما بالتجویز العقلی فالی ما[2] لا نہایۃ لہ واما بالاستقراء فالی ستۃ[3] او سبعۃ وھو اکثر ما وجد من روایۃ بعض التابعی عن بعض فان عرف من عادۃ التابعی ان لا یرسل الا عن ثقۃ فذھب[4] جمہور المحدثین الی التوقف لبقاء الاحتمال وھو احد قولی احمد۔

ترجمہ اور جزایں نیست کہ مرسل کو راوی محذوف کا حال مجہول و نامعلوم ہونیکی وجہ سے مردود کی قسم میں ذکر کیا گیا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ راوی محذوف صحابی ہو اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ وہ تابعی ہو اور تابعی ہونیکی تقدیر پر احتمال رکھتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اور ثقہ ہونیکا بھی احتمال رکھتا ہے اور ثانی (یعنی ثقہ ہونیکی) تقدیر پر احتمال رکھتا ہے کہ اس نے کسی صحابی سے (اسی حدیث کو) اخذ کیا ہو اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ اس نے دوسرے کسی تابعی سے اخذ کیا ہو اور بر تقدیر ثانی (اخذ عن التابعی) پھر احتمال سابق لوٹتا ہے (یعنی وہ تابعی عادل ہوگا یا ضعیف) اور یہ احتمال متعدد ہوتا رہیگا (یہاں تک کہ یہ احتمال) بہرحال بلحاظ تجویز عقل لانہایہ تک ہوسکتا ہے اور بہرحال استقراء و تتبع سے چھ یا سات تک ہوتا ہے اور بعض تابعی کا بعض تابعی سے جو روایت پائی جاتی ہے ان میں سے یہی عدد (یعنی سلسلہ تابعین کا عدد چھ یا سات تک پہونچنا) سب سے زائد ہے پس اگر کسی تابعی کی یہ عادت معلوم ہو کہ وہ ثقہ راوی کے علاوہ کسی سے ارسال نہیں کرتا ہے تو جمہور محدثین کے مذہب (اسکو قبول و رد کرنیمیں) توقف ہی ہے بسبب باقی رہنے احتمال کے کہ خصوصا (یہ ارسال اپنی عادت کیخلاف ہے) اور یہ امام احمدؒ کا ایک قول ہے۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ اور صغیر تابعی سے مراد وہ ہے جس نے صحابہ میں سے صرف عدد قلیل کی ملاقات کی ہو یا تو ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی لیکن اسکی اکثر روایت کبار تابعین سے ہے جیسے یحیی بن سعید انصاری ذکرہ السخاوی وقولہ سوار کان کبیرا وصغیرا سے ان لوگوں پر رد ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ صغار تابعین کی حدیث مرسل نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ منقطع ہے کیونکہ انہوں نے صرف دو ایک صحابہ سے ملاقات کی ہوتیں ا ان کی اکثر روایت تابعین ہی ہے۔ ومنشأ اختلافہم فی التابعی الصغیر بوان روایتہ عن الصحابی قلیلۃ نادرۃ والحکم انما یکون مبنیا علی الغالب فاذا تحقق عدم روایتہ عن الصحابی فلا وجہ للاختلاف فی کون حدیثہ مرسلا بل یکون منقطعا قطعا ۱۲ شرح الشرح صفحہ ہذا:۔ [1] قولہ انما ذکر فی قسم المردود الخ جان تو کہ حدیث مرسل وہ ضعیف و مردود اور غیر محتج بہ ہونا یہ بعض محدثین کا مذہب ہے ایسا ہی امام شافعی اور فقہاء و اصحاب اصول میں سے ایک جماعت کا مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اور امام مالکؒ و احمدؒ سے مشہور روایت کہ حدیث مرسل وہ صحیح اور محتج بہ ہے بلکہ ابن جریر نے نقل کیا کہ تابعین کا اجماع اسکے مقبول ہونے پر ہے اور نہ ان سے، نہ رأس مأتین تک۔ آئندہ پر

وثانیهما وهو قول[1] المالکیین والکوفیین یقبل مطلقًا وقال الشافعیؒ ان اعتضد بمجیئه من وجهٍ آخر یباین الطریق الاولی مسندًا کان او مرسلًا[2] لیترجح احتمال کون المحذوف ثقةً فی نفس الامر ونقل ابوبکر الرازی من الحنفیة وابو الولید الباجی من المالکیة ان الراوی اذا کان یرسل عن الثقات وغیرهم لایقبل[2] مرسله

ترجمہ اور آپ کا ثانی قول اور یہ مالکیین وکوفیین کا بھی قول ہے کہ حدیث مرسل مطلقا مقبول ہے (وھو الاشبہ بالحق) اور شافعیؒ نے فرمایا کہ حدیث مرسل قبول کی جائیگی اگر وہ متقوی ہو بسبب آنے وہ دوسرے طریق سے جو کہ طریق اولی کا مغائر ہو جاہے وہ ثانی طریق مسند ہو یا مرسل (سواء کان الثانی صحیحا او حسنا او ضعیفا اور یہ شرط اس لئے کہ) تاکہ نفس الامر میں راوی محذوف ثقہ ہونیکا احتمال راجح ہو جاتے اور حنفیہ سے ابوبکر رازی اور مالکیہ سے ابوالولید باجی نے نقل فرمایا کہ کوئی راوی جب کہ ثقات وغیر ثقات سے ارسال کرے تو اسکی حدیث مرسل بالاتفاق قبول نہیں کیجائیگی۔ (کیونکہ اس پر کوئی اعتماد نہیں)

تشریح بقیہ گذشتہ کسی امام سے اسکا انکار مروی ہے بلکہ بعض نے تو حدیث مرسل کو مسند پر قوی بتایا ہے لان من اسند فقد احالک ومن ارسل فقد تکفل لک۔ یہ جو اختلاف یہ اسی وقت ہے جبکہ تابعی مرسل کا حال معلوم نہ ہو اور اگر اسکی عادت معلوم ہو تو اسکا بیان فان عرف من عادة التابعی الخ سے فرمایا ہے ۱۲ شرح الشرح ۲ قولہ فالی مالا نہایۃ لہ الخ ظاہر بات یہ کہ مصنفؒ اسے کثرت مراد لیا ہے اور مبالغۃً مالا نہایۃ لہ کا لفظ استعمال کیا ہے ۱۲ شرح الشرح ۳ قولہ ستۃ او سبعۃ الخ بعض محشی نے فرمایا کہ اَوْ بمعنی بَلْ ہے اسوقت مطلب یہ ہوگا کہ سلسلۂ روایت تابعی عن التابعی تتبع وتلاش سے چھ بلکہ سات تک ہو کتا ہے لیکن مصنفؒ کے شاگرد خاص نے مصنفؒ سے نقل کیا کہ اَوْ یہاں پر شک کیلئے ہے کیونکہ جس سند میں سات تابعی واقع ہوئے ان میں سے ایک کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ صحابی ہے یا تابعی پس اگر اسکا صحابی ہونا صحیح ہو تو تابعی چھ ہونگے ورنہ سات کذا فی شرح الشرح اقول وصاحب البیت ادری بما فیہ ولذا اخترتہ فی الترجمۃ ۱۲ منہ ۴ قولہ مذہب جمہور یعنی جبکہ تابعی کی یہ عادۃ معلوم ہو کہ وہ صرف ثقہ راوی سے مرسلاً روایت کرتے ہیں تو جمہور محدثین کے نزدیک اسکو قبول یا رد کرنے میں توقف کیا جائیگا بسبب باقی رہنے یہ احتمال کہ راوی محذوف اس تابعی کے نزدیک ثقہ ہے لیکن نفس الامر میں وہ ثقہ نہیں۔ مصنفؒ نے جمہور محدثین کا جو مذہب نقل کیا ہے یہ اپنے زعم وگمان کے اعتبار سے ہے ورنہ جمہور علماء کا مذہب اسکو قبول کرنا ہی ہے اور آپنے توقف کی جو علت بتائی کہ لبقاء الاحتمال یہ بھی ٹھیک نہیں ہے لان الکلام مبنی علی فرض انہ لایرسل الاعن ثقۃ وعلم ذالک من دابہ بالتتبع لابناءً علی قولہ فالصواب ان یقال لبقاء الاحتمال ان یکون ہذا الارسال بخصوصہ من غیر عادتہ کذا فی شرح الشرح اقول ہذا الاحتمال ایضا غیر صحیح لانہ ناش من غیر دلیل ۱۲ منہ

صفحہ ھذا :- ۱ قولہ وہو قول المالکیین الخ مرسل کی مقبولیت میں اختلاف ہونیکے باوجود مصنفؒ نے اس کو مردود کی قسم میں شمار کرنا یہ اہل حدیث کے مذہب اختیار کرنے کی بناء پر ہے والظاہر انہ اراد بقولہ مطلقا سواء اعتضد بمجیئہ من وجہ آخر اولا ۱۲ شرح الشرح ۲ قولہ لایقبل مرسلہ الخ یعنی جبکہ یہ معلوم ہو کہ وہ ثقہ راوی سے ارسال کرنیکو لازم پکڑنیوالا نہیں (بلکہ کبھی ثقہ وکبھی غیر ثقہ سے ارسال کرتا ہے) تو اسکی حدیث مرسل بالاتفاق مقبول نہیں اور جبکہ اسکا حال معلوم نہ ہو۔ باقی آئندہ

اتفاقاً والقسم الثالث من اقسام السقط من الاسناد ان كان باثنين فصاعداً مع التوالي فهو المعضل [1] والا بان كان السقط اثنين غير متواليين في موضعين مثلاً فهو المنقطع [2] وكذا ان سقط واحد فقط او اكثر من اثنين لكن بشرط عدم التوالي ثم ان السقط من الاسناد قد يكون واضحاً يحصل الاشتراك في معرفته لكون الراوي مثلاً لم يعاصر من روى عنه او يكون خفياً فلا يدركه الا الائمة الحذاق المطلعون على طرق الحديث وعلل الاسانيد فالاول وهو الواضح ـ

ترجمہ اور سقوط من الاسناد کے اقسام میں سے تیسری قسم (معضل اور وہ) یہ کہ سقوط راوی پئے درپئے اگر دو یا دو سے زائد ہو تو معضل ہے ورنہ بایں طور کہ مثلاً دو جگہ میں بطور غیر متوالی دو راوی ساقط ہوئے ہوں تو وہ منقطع ہے ایسا ہی اگر صرف ایک راوی یا دو سے زائد راوی لیکن بشرط عدم التوالی ساقط ہوئے ہوں (تو وہ بھی منقطع ہے خلاصہ یہ کہ اگر ایک راوی یا دو یا دو سے زائد راوی متعدد مقام سے ساقط ہوں تو منقطع ہے)) تحقیق کہ سقوط من الاسناد پھر کبھی واضح وظاہر ہوتا ہے کہ اسکو پہچانتے ہیں (حاذق وغیر حاذق کے درمیان) اشتراک حاصل ہوتا ہے بسبب مثلاً راوی اپنے مروی عنہ کے معاصر نہ ہونے کے، یا تو سقوط من الاسناد کبھی خفی اور پوشیدہ ہوتا ہے پس اسکو پہچان نہیں سکتے ہیں سوائے ان ائمہ حاذقین کے جو طرق حدیث اور اسانید کی علل و بیماریاں پر مطلع ہیں پس اول قسم یعنی واضح ـ

تشریح صفحہ گذشتہ :ـ تو اسکی مرسل حدیث بالاتفاق بین الحنفیۃ والمالکیۃ مقبول ہے (ہذا مراد قول ابی بکر الرازی وابی الولید الباجی) ۱۲ شرح الشرح ع قولہ ان اعتضد الخ اسمیں دو بحث ہیں ایک یہ کہ جبکہ روایت ثانیہ بھی مرسل ہو تو اس وقت وجہ ترجیح ظاہر نہیں ہوتی ہے اذ الضعیف لا یقوی الضعیف ہاں البتہ طرق ضعیفہ کی کثرت کبھی تقویت پہنچتی ہے اور حدیث ضعیف حسن لغیرہ کیطرف پہونچتی ہے بحث دوم یہ کہ حدیث مرسل کی تقویت جبکہ حدیث مسند سے ہوئی تو اسوقت قابل اعتماد حدیث مسند ہی ہوگی اور مرسل کی کوئی حاجت ہی نہیں رہتی البتہ اسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ یہ اسوقت ہے جبکہ حدیث مسند بھی ضعیف ہو اور اس کے ذریعہ سے راوی ساقط کی قوت وصلاحیت للاحتجاج ظاہر ہو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں دلیل ہیں کیونکہ مسند تو مستقل دلیل ہی ہے اور مرسل مسند کے ذریعہ قوی ہوتی ہے اور وہ دوسری دلیل بنجاتی ہے اور جس حدیث مسند کی صرف ایک سند کے علاوہ دوسری کوئی سند نہیں ہے اسکے ساتھ جبکہ اس حدیث مرسل کا تعارض ہوگا تو اسوقت حدیث مرسل ہی دو سند سے مروی ہونیکی وجہ سے راجح ہوگی ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا :ـ [1] قولہ فہو المعضل الخ المعضل من اعضلہ ای اعیاہ فہو معضل بہ او فیہ فکان المحدث الذی حدث بہ اعضلہ واعیاہ فلم ینتفع بہ من یرویہ عنہ قال ابو عبید ہو من العضال الامر الشدید الذی لا یقوم لہ صاحبہ انتہی۔ فکان المحدث الذی حدث بہ اعضلہ حیث ضیق المجال علی من یؤدیہ الیہ وحال بینہ وبین معرفۃ رواتہ بالتعدیل او الجرح وشدد علیہ الحال ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ فہو المنقطع الخ الصحیح الذی ذہب الیہ الجمہور منہم الخطیب وابن عبد البر وغیرہما من المحدثین ان المنقطع ما لم یتصل اسنادہ علی ای وجہ کان انقطاعہ سواء ترک ذکر الراوی ـ باقی آئندہ صفحہ پر

يدرك بعدم التلاقي بين الراوي وشيخه بكونه لم يدرك عصره او ادركه لكن لم يجتمعا وليست له منه اجازة[۱] ولا وجادة ومن ثم احتيج الى التاريخ لتضمنه تحرير مواليد الرواة ووفياتهم[۲] واوقات طلبهم وارتحالهم وقد افتضح اقوام ادعوا الرواية عن شيوخ ظهر بالتاريخ كذب دعواهم والقسم[۳] الثاني وهو الخفي المدلس بفتح اللام سمي بذلك لكون الراوي لم يسم من حدثه واوهم

ترجمہ کہ اسکو راوی اور اپنے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے بسبب ہونے وہ راوی کہ اس نے اپنے شیخ کا زمانہ نہ پایا ہو یا تو زمانہ پایا ہو لیکن (خارج میں معلوم ہو کہ) دونوں (کبھی ایک جگہ میں) اجتماع نہ ہوئے اور اسکو اسی شیخ سے نہ اجازت حاصل نہ وجادت اسی وجہ سے (فن حدیث میں) علم تاریخ کیطرف احتیاج ہوئے بوجہ متضمن ہونے وہ علم رواۃ کے اوقات ولادت ووفات اور ان کے طلب علم وکوچ کرنیکے اوقات کی تحریر کو، اور بیشک اس سے چند گروہ لوگوں کو رسوا کیا گیا جنہوں نے ایسے بہت سارے شیوخ سے (سماعًا) روایت کرنے کا دعویٰ کیا کہ تاریخ کے ذریعہ (ان شیوخ سے ان کا سماع کا) دعوی جھوٹ ہونا ظاہر ہو گیا ہو، اور قسم ثانی یعنی خفی وہ مدلّس بفتح لام ہے اسکو مدلس کرکے اسلئے نام رکھا گیا کہ راوی نے اس شیخ کا نام نہیں لیا جس نے اسکو حدیث بیان ہے اور اس نے ایسے شیخ سے سماع حدیث کا وہم پیدا کر دیا

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ من اول الاسناد او وسطه او آخره بحيث يشمل المرسل والمعلق والمعضل الا ان اكثر ما يوصف بالانقطاع في الاستعمال رواية من دون التابعي عن الصحابي كمالك عن ابن عمرؓ وقال الحاكم هو ما اختل فيه قبل الوصول الى التابعي رجل سواء كان محذوفا او مذكورا مبهما كمالك عن رجل عن ابن عمرؓ واكثر ما يوصف بالارسال من حيث الاستعمال رواية التابعي عن النبي صلى الله عليه وسلم وفي الخلاصة التحقيقي ان المرسل في اصطلاح المحدثين ان يترك التابعي الواسطة بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم فان ترك الراوي واسطة بين الراويين فهذا يسمى منقطعا وان ترك اكثر من واحد فهو المسمى بالمعضل عندهم والكل يسمى مرسلا عند الفقهاء والاصوليين فالمراد بالارسال الارسال اللغوي ۱۲ شرح الشرح [۳] قوله لكون الراوي مثلا لم يعاصر من روى عنه الخ قوله مثلا یہ لم يعاصر کی قید ہے اس سے یہ فائدہ دیتا ہے کہ قسم اول میں وہ بھی داخل ہے جہاں راوی مروی عنہ کے زمانہ پایا ہے لیکن دونوں آپس میں کبھی اجتماع نہ ہوئے ۱۲ شرح الشرح ۔

صفحہ ہذا :۔ [۱] قوله اجازة ولا وجادة الخ يعني تفصيلها وانما اثبت اجازت او وجادة على تقدير عدم الاجتماع فانه حينئذ يثبت تلاقي معنوي فنفيهما معتبر في عدم التلاقي لكن عده من الواضح لا يخلو عن خفاء فكانه امر اضافي ۱۲ شرح الشرح [۲] قوله وفياتهم الخ بكسر الفاء وتشديد التحتية اي انتهاء حياتهم وكذالك امكنة حياتهم ومماتهم ۱۲ ش [۳] قوله الثاني المدلس الخ تدلیس کی دو قسمیں ہیں ایک تدلیس اسناد، دوم تدلیس شیوخ، تدلیس اسناد کہتے ہیں کہ روایت کرنا ایسے شخص سے جسکے ساتھ ملاقات ہوئی یا تو اسکے زمانہ پایا ایسی حدیث جسکو اس سے سنا نہیں اور ایسے صیغے کے ذریعہ روایت کرنا جس سے مروی عنہ سے سننے کا وہم ہوتا ہے عن فلان یا قال فلان یا تو ان جیسے الفاظ جس میں سماع وعدم سماع کی تصریح نہ ہو ایسے کرنیوالا اکثر علماء کے نزدیک بہت مذموم جسکو تدلیس کے ساتھ پہچانا جائے ایک جماعت علماء کے نزدیک مجروح ہو جاتا ہے آئندہ

سماعه للحديث ممن لم يحدثه به واشتقاقه من الدلس بالتحريك وهو اختلاط الظلام سمّي بذالك لاشتراكهما في الخفاء ويرد المدلس بصيغة من صيغ الاداء يحتمل[51] وقوع اللقى بين المدلس ومن اسند عنه كعن وكذا قال ومتى وقع بصيغة صريحة كان كذبا وحكم من ثبت عنه التدليس اذا كان عدلاً ان لا يقبل منه الا ما صرح فيه بالتحديث على الاصح[52] وكذا المرسل الخفي[53] اذا صدر من معاصر لم يلق من حدث عنه بل بينه وبينه واسطة والفرق بين

ترجمہ جنی اسکو بھی حدیث بیان نہ کیا ہو اور اسکا اشتقاق دَلَسْ بتحریک (اولین) سے ہے اور دَلَس وہ سفیدی کیساتھ اندھیرا کا اختلاط ہونا ہے (کمایکون فی اول اللیل) حدیث کو مدلس کرکے نام رکھا گیا بوجہ اشتراک ہوتے (راوی محذوف (ور نور) دونوں خفا میں (یعنے اختلاط ظلام کے وقت جیسا کہ نور کی معرفت مخفی ہوجاتی ہے ایسا ہی راوی ایسے شیخ سے روایت کرنے سے جس سے وہ حدیث نہیں سنا ہے اس کے اصل شیخ کے ادراک میں خفا ہوگیا) اور حدیث مدلس صیغ ادا میں سے ایسے صیغہ کے ذریعہ وارد ہوتی ہے جو کہ راوی مدلّس اور جس سے اسناد کیا ہے دونوں میں ملاقات (یعنے سماع حدیث) کا احتمال رکھتا ہے مثلاً عن فلان ایسا ہی قال فلان (کہے) اور جبکہ تدلیس صریح صیغہ کے ذریعہ (کان یقول سمعت فلانا) واقع ہو تو یہ کذب ہوا (لہذا اسکی حدیث ہرگز مقبول نہ ہوگی) اور جس سے تدلیس (بصیغہ محتملہ) ثابت ہوئی جبکہ وہ عادل ہو تو اس کا حکم بقول اصح یہ ہے کہ اس سے کوئی حدیث قبول نہ کیجائیں مگر جسکے اندر تحدیث کی تصریح کیا ہو کہ وہ مقبول ہوگی/ اور جسطرح خبر مدلس قبول نہیں کی جاتی) اسیطرح مرسل خفی (بھی مقبول نہیں ہوتی ہے) جبکہ وہ ایسے ہم عصر سے صادر ہو کہ مروی عنہ سے اس کا لقا نہیں ہوا بلکہ وہ اور مروی عنہ کے درمیان واسطہ ہے (تقیم ثانی کا حاصل یہ ہے کہ اولاً وہ دو قسم ہیں ظاہر و خفی پھر خفی دو قسم پہ ہیں مدلّس و مرسل خفی، ظاہر کا دوسرا نام مرسل جلی ہے)

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ اسکی کوئی روایت مقبول نہ ہوگی چاہے سماع کا بیان کرے یا نہ لیکن صحیح یہ کہ اسمیں تفصیل ہے کہ جس روایت کے اندر اتصال کا بیان کردے مثلاً کہے سمعت فلاناً و حدثنا فلان وغیرہ الفاظ جو کہ سماع پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں تو یہ روایت مقبول ہے صحیحین وغیرہما میں اس قسم روایت بہت موجود ہیں اور تدلیس شیوخ یہ ہے کہ راوی جس شیخ سے روایت کرتے ہیں اسکے مشہور نام کے علاوہ دوسرا نام ذکر کرے یا تو اسکی صفت غیر معروفہ یا کنیت غیر معروفہ ذکر کرے تاکہ لوگ اسکو نہ پہچانے یہ اول قسم سے اخف ہے ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا :۔ [51] قولہ یحتمل وقوع اللقاء الخ قال السخاوی کفی شیخنا باللقاء عن السماع لتصریح غیر واحد من الائمۃ فی تعبیرہ بالسماع ۱۲ شرح الشرح [53] قولہ وکذا المرسل الخفی الخ واعلم انہ لیس المراد بالارسال ہہنا ما سقط من سندہ الصحابی کما ہو المشہور فی حد المرسل وانما المراد ہہنا مطلق الانقطاع ثم الارسال بہذا المعنی علی نوعین ظاہر و خفی فالظاہر ہو ان یروی الرجل عمن لم یعاصرہ ای لم یثبت معاصرتہ اصلا والخفی ہو ان یروی عمن سمع منہ مالم یسمع منہ او عمن لقیہ ولم یسمع منہ او عمن عاصرہ ولم یلقہ فہذا قد یخفی علی کثیر من اہل الحدیث لکونہما قد جمعہما عصر واحد۔ باقی آئندہ صفحہ پر

المدلس والمرسل الخفی دقیق یحصل تحریرہ بما ذکر ھھنا وھو ان التدلیس یختص بمن روی عمن عرف لقائہ ایاہ فاما ان عاصرہ ولم یعرف انہ لقیہ فھو المرسل الخفی ومن ادخل فی تعریف التدلیس المعاصرۃ ولو بغیر لُقی لزمہ دخول المرسل الخفی فی تعریفہ والصواب[۱] التفرقۃ بینھما ویدل علی ان اعتبار اللقی فی التدلیس دون المعاصرۃ وحدھا لابد منہ[۲] اطباق اھل العلم بالحدیث علی ان روایۃ المخضرمین[۳] کابی عثمان النھدی وقیس بن ابی حازم عن النبی ﷺ

ترجمہ حدیث مدلس ومرسل خفی کے درمیان دقیق فرق ہے یہاں جو کچھ ذکر کیا گیا اس سے اسکی تحریر وتوضیح حاصل ہو جائیگی اور وہ یہ کہ بیشک تدلیس ایسے راوی کیساتھ مختص ہوتی ہے جس نے روایت کی ایسے شیخ سے جسکے ساتھ اس کی ملاقات معروف ومعلوم ہو بہر حال اگر (صرف) اس کے ہم عصر ہوا اور یہ معلوم نہ ہو کہ اسکے ساتھ ملاقات ہوئی تو مرسل خفی ہے اور جسنے تدلیس کی تعریف میں (تنہا) معاصرت کو داخل کیا اگرچہ بغیر ملاقات (ہی) ہو (کالنووی والعراقی و صاحب الخلاصہ) تو تدلیس کی تعریف میں مرسل خفی کا دخول اسکو لازم ہوا (یعنے اس نے دونوں میں مساوات ثابت کر دی) حالانکہ دونوں میں مغائرت ہوتا ہے (ٹھیک ہے تدلیس کے اندر ملاقات کا اعتبار کرنا ضروری ہونے نہ کہ تنہا معاصرت (ہی) کا فی ہونے) پر دلالت کرتا ہے محدثین کا اتفاق ہونا اس بات پر کہ مخضرمین جیسے ابو عثمان نہدی وقیس بن ابی حازم ان کی جو روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بلا ذکر واسطہ) ہے۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ وہذا اشبہ بروایات المدلس کذا حققہ العراقی ۱۲ شرح الشرح۔ [۳] قولہ اذا صدر من معاصر لم یلق الخ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ قولہ اذا صدر من معاصر یہ قید واقعی ہے نہ کہ احترازی معنی یہ کہ مرسل خفی وہ ہے جو کہ صادر ہو ایسے راوی سے جو اپنے مروی عنہ کے ہم عصر ہو لیکن اس سے ملاقات نہ ہوئی بلکہ اس کے اور مروی عنہ کے درمیان کوئی واسطہ ہے مصنفؒ کو زیادہ مناسب تھا کہ ایسا کہے ہو الصادر من معاصر لم یلق ۱۲ن۔

صفحہ ہذا:۔ [۱] قولہ والصواب الخ وفیہ انہ لامنع من ان یکون بینھما عموماً وخصوصاً مطلقا ۱۲ ش [۲] قولہ لابد منہ الخ خبر ان مقدم علی قولہ دون المعاصرۃ وحدہا وفاعل یدل قولہ اطباق اہل العلم بالحدیث الخ ۱۲ ش [۳] قولہ روایۃ المخضرمین الخ مخضرمین یہ مخضرم کی جمع ہے یقال خضرم عما ادرکہ ای قطعہ مخضرم وہ شخص ہے جس نے جاہلیت کا زمانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا (اور آپ پر ایمان لایا) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں۔ مخضرمین کو بعضوں نے صحابہ میں شمار کیا لیکن صحیح یہ کہ وہ حضرات کبار تابعین میں سے ہیں امام مسلم نے مخضرمین کی تعداد بیس تک گنا ہے ۱۲ شرح الشرح۔

صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم من قبيل الارسال لا من قبيل التدليس ولو كان مجرد المعاصرة يكتفى به فى التدليس لكان هؤلاء مدلسين لانهم عاصروا النبى صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم قطعاً ولكن لم يعرف[۱] هل لقوه ام لا وممن قال باشتراط اللقاء فى التدليس الامام الشافعى وابوبكر البزار وكلام الخطيب فى الكفاية يقتضيه وهو المعتمد ويعرف بعدم الملاقاة باخباره[۲] عن نفسه بذالك او بجزم[۳] امام مطلع ولا يكفى ان يقع فى بعض الطرق زيادة راو

ترجمہ وہ ارسال (خفی) کے قبیل میں سے ہے نہ کہ تدلیس کے قبیل سے، اور اگر تدلیس کے اندر تنہا معاصرت سے کفایت ہوتی تو یہ مخضرمین حضرات مدلسین ہوتے (نہ کہ مرسلین) کیونکہ انہوں نے تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی یا نہ (حالانکہ کسی نے بھی ان کو مدلسین نہیں کہا) اور جنہوں نے تدلیس کے اندر اشتراط لقاء کے قائل ہوئے ان میں امام شافعیؒ و ابو بکر ہیں اور کفایہ میں خطیب کا جو کلام وہ بھی اشتراط لقاء کے مقتضی ہے اور یہی قول معتمد و معتبر ہے (مدلس و مرسل خفی کے درمیانی فرق بیان کرنے کے بعد آپ راوی اور مروی عنہ کے درمیان عدم ملاقات کی طریق معرفت بیان فرماتے ہیں کہ) اور عدم ملاقات کا علم ہوتا ہے راوی خود اپنے بارے میں اسکی خبر دینے سے یا تو ایسے کوئی امام کے جزم و یقین سے جو کہ (احوال رجال اور ان کے طبقات کے بارے میں) مطلع ہے اور (اثبات عدم لقاء کے لئے) یہ کافی نہیں کہ حدیث کی بعض طریق میں راوی اور مروی عنہ کے درمیان کوئی ایک

تشریح [۱] قوله لا يعرف الخ والظاهر ان المخضرم من عرف عدم لقيه لا من لم يعرف انه لقيه وبينهما فرق كما لا يخفى فيكون حديثهم من المرسل الجلى قريب من مراسيل الصحابة رضى الله تعالى عنهم ۱۲ شرح الشرح [۲] قوله باخباره عن نفسه الخ جیسا کہ علی بن خشرمؒ نے حکایت کی کہ ہم ایک روز سفیان بن عیینہؒ کے پاس تھے آپ نے عن الزہری کہا تو ان کو کہا گیا کہ کیا آپ کو زہری نے حدیث بیان کی ہے آپ نے سکوت اختیار کی پھر فرمایا قال الزہری تو ان کو کہا گیا کہ کیا آپ نے زہری سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں اسی حدیث کو نہ زہری سے سنا نہ اس سے بھی سنا جس نے زہری سے سنا بلکہ حدثنی عبد الرزاق عن معمر عن الزہری ۱۲ شرح الشرح [۳] قوله امام مطلع الخ جیسا کہ عوام بن حوشب کی حدیث عبد اللہ بن ابی اوفیؓ سے کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال بلال قد قامت الصلوٰۃ نهض وكبر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ عوام نے عبد اللہ بن ابی اوفی کو نہیں پایا ۱۲ شرح الشرح۔

او اكثر بينهما الاحتمال ان يكون من المزيد[١] ولا يحكم في هذه الصورة بحكم كلي لتعارض احتمال الاتصال والانقطاع وقد صنف فيه الخطيب كتاب التفصيل لمبهم المراسيل وكتاب المزيد في متصل الاسانيد وانتهت ههنا[٢] اقسام حكم الساقط من الاسناد ثم الطعن يكون بعشرة اشياء بعضها اشد في القدح من بعض خمسة منها تتعلق بالعدالة وخمسة تتعلق بالضبط ولم يحصل الاعتناء بتمييز احد القسمين من الآخر لمصلحة اقتضت ذالك وهي ترتيبها على الاشد فالاشد في موجب الرد على سبيل[٣] التدلي -

---

ترجمہ یا تو اس سے زائد راوی کی زیادت واقع ہو لبسبب احتمال ہونے کہ یہ زیادت مزید کے قبیل میں سے ہے اسی صورت میں تدلیس کا قطعی حکم نہیں لگایا جائیگا کیونکہ (اس میں) اتصال وانقطاع کا احتمال متعارض ہے بیشک خطیب نے اس (تدلیس، مرسل خفی ومزید اور مدلس ومرسل خفی کے درمیان فرق) کے بارے میں کتاب التفصیل لمبہم المراسیل اور کتاب المزید فی متصل الاسانید لکھی، یہاں پر ساقط من الاسناد کے اقسام کا حکم ختم ہوا۔ پھر (راوی کے اندر) طعن دس چیز کی وجہ سے ہوتی ہے ان میں کا بعض بعض سے عیب میں اشد ہے ان میں سے پانچ چیز عدالت سے متعلق ہوتی ہے اور پانچ چیز ضبط سے اور ایک قسم کو دوسری قسم سے علیحدہ کرنیکا اہتمام نہ ہوسکا کسی مصلحت کی وجہ سے جو کہ اس کے مقتضی ہوئی اور وہ یہ کہ موجب رد میں اشد فالاشد کو تدلی کے طریقہ پر انہیں چیزوں کو ترتیب دینا (مقصود) ہے (اور یہ مقصود بغیر اختلاط کے حاصل نہیں ہوسکتا ہے اب مصنفؒ وجوہ طعن دس میں منحصر ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ)

تشریح سلہ قولہ من المزید الخ مزید کہتے ہیں کہ راوی کسی ایک اسناد میں کوئی ایک رجل یا اس سے زائد رجل کی زیادت وہما وغلطاً کر دے ۱۲ اشرح الشرح سلہ قولہ انتہت ہھنا الخ قیل الانسب ان یقول وانتہت أحکام اقسام الساقط من الاسناد، اذ الاقسام للساقط والاحکام للاقسام ووقع فی بعض النسخ حکم بدل أحکام وفی بعضہا أحکام ووجدت فی النسخۃ المنقولۃ عنہا حکما فلذا اخترتہ فی العبارۃ والترجمۃ ۱۲ منہ سلہ قولہ علی سبیل التدلی الخ تدلی یہ ترقی کے عکس ہے کیونکہ ترقی کہتے ہیں ادنی سے اعلی کیطرف چڑھنا اور تدلی کہتے ہیں اعلی سے ادنی کیطرف آنا۔ بعض نے کہا کہ علی سبیل التدلی یہ عبارت استدراک سے خالی نہیں کیونکہ اشد فالاشد ہی سے تو یہی معنی مفہوم ہوتے ہیں لیکن بعض کا یہ قول ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اشد فالاشد یہ عبارت ترقی اور تدلی دونوں کا احتمال رکھتی ہے بلکہ ترقی کا احتمال ہی ذہن میں سبقت کرتا ہے لہذا علی سبیل التدلی یہ عبارت فائدہ سے خالی نہیں بلکہ اس کی ضرورت ہی ہے حاصل بات یہ کہ مصنفؒ کا ارادہ یہ ہے کہ اشدیت فی القدح میں ایک دوسرے کی جو قریب ہو اس کو ترتیب وار ذکر کرے بعض نے کہا کہ اشد فالاشد کی جگہ بحسب الشدۃ والضعف کہنا جی زیادہ واضح ہے کیونکہ بالکل آخری سبب کو اشدیت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ اشد اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو کہ دوسرے کی نسبت سے ہونا تقاضا کرتا ہے۔ باقی آئندہ صفحہ پر

لان الطعن اما ان یکون لکذب[1] الراوی فی الحدیث النبوی بان یروی عنہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مالم یقلہ متعمدا[2] لذالک او تہمتہ بذالک بان لا یروی ذالک الحدیث الا من جہتہ ویکون مخالفا للقواعد المعلومۃ وکذا من عرف بالکذب فی کلامہ وان لم یظہر منہ وقوع ذالک فی الحدیث النبوی وھذا[3] ادون الاول او فحش غلطہ ای کثرتہ[4] او غفلتہ عن الاتقان او فسقہ بالفعل او القول مما لم یبلغ الکفر وبینہ وبین الاول عموم وانما افرد الاول

ترجمہ کیونکہ طعن یا تو حدیث نبوی میں راوی کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوگی بایں طور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمداً ایسی چیز روایت کرے جو کہ آپؐ نے فرمایا نہیں یا تو راوی متہم بالکذب ہونیکی وجہ سے ہو بایں طور کہ (راوی ایسی حدیث روایت کرے کہ) وہ حدیث اس کے طریق کے علاوہ دوسری جہت سے مروی نہ ہو اور وہ قواعد معلومۃ (بالضرورۃ) کے مخالف ہو اور ایسا ہی (متہم بالکذب کے اندر داخل ہے) جو اپنے کلام میں معروف بالکذب ہو اگرچہ اس سے حدیث نبوی میں کذب کا واقع ہونا ظاہر نہ ہو اور یہ ثانی صورت ادنی ہے اول صورت سے) یا تو طعن راوی سے بکثرت غلطی ہونے سے ہو یا تو حفظ واتقان سے بکثرت غفلت ونسیان ہونیکی وجہ سے ہو یا تو راوی کے فعلی (جیسے زنا، شرب خمر وغیرہ) یا قولی فسق (جیسے غیبت وغیرہ) جو کہ حد کفر تک نہ پہونچے اس کی وجہ سے ہو اور اگر حد کفر تک پہونچ جائے تو اس کی حدیث نامقبول ہونا تو بدیہی ہے) فسق اور اول (یعنے کذب عمدی) کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے (اول اخص اور فسق اعم ہے اعتراض نیست کہ اس فن کے اندر اول قسم -

تشریح صفحہ گذشتہ: اور سبب اخیر کے بعد تو کوئی سبب ہی نہیں جسکی نسبت سے وہ اشد ہو لیکن یہ اعتراض بھی ٹھیک نہیں کیونکہ یہ عبارت ما بین البلغاء مشہور ہے اور حدیث شریف میں بھی وارد ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل رواہ البخاری وغیرہ، مصنف کی عبارت کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر وہاں طعن کا کوئی دوسرا سبب موجود ہوتا تو یہی سبب اخیر اس سے اشد ہوتا ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ -

صفحہ ہذا:- [1] قولہ لکذب الخ بفتح الکاف وکسر الذال افصح من کسر اولہ وسکون ثانیہ ۱۲ اش [2] قولہ متعمداً لذالک یعنے متن میں جو کذب کا ذکر ہے اس سے کذب عمدی مراد ہے بخلاف کذب اگر سہواً صادر ہو جائے تو یہ طعن میں شامل نہیں پس مصنفؒ اگر متن میں کذب کے بدل افتراء کہتے جس کے معنی کذب عمدی ہے تو اولی ہوتا پھر جبکہ اس خاص قسم کا کذب انواع فسق میں سب سے سخت ہے اور اسباب طعن میں سب سے زیادہ قبیح ہے یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرنیوالا کو بعض نے کافر کہا ہے تو اسکو گویا کہ دوسرا جنس قرار دیکر تنہا ذکر کیا اور اسکو تمام اسباب پر مقدم کیا ۱۲ شرح الشرح [3] قولہ وہذا ادون الاول الخ ہذا سے اشارہ وکذا من عرف بالکذب فی کلامہ کیطرف ہے اور اول سے مراد لا یروی ذالک الحدیث الا من جہتہ الخ ہے اول سے یہاں اول اضافی مراد ہے نہ کہ حقیقی ۱۲ شرح الشرح [4] قولہ ای کثرتہ الخ ان یکون خطاءہ اکثر من صوابہ او مساویا ۱۲ اش -

لكون القدح به اشد في هذا الفن واما الفسق بالمعتقد فسيأتي بيانه او وهمه بان يروي على سبيل التوهم او مخالفته اي للثقات او جهالته بان لا يعرف فيه تعديل ولا تجريح معين[۱] او بدعته[۲] وهي[۳] اعتقاد ما احدث على خلاف المعروف عن النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم لا بمعاندة[۴] بل بنوع شبهة او سوء حفظه وهي عبارة عن ان لا يكون غلطه اقل من اصابته ۔

ترجمہ سے سخت عیب ہونیکی وجہ اسکو (فسق) تنہا ذکر کیا اور بہر حال فسق اعتقادی پس اسکا بیان عنقریب آئیگا یا تو (طعن) راوی کے وہم کے سبب ہو بایں طور کہ وہم کے طریقہ پر روایت کرے (مثلاً حدیث مرسل یا منقطع کو موصول یا حدیث موصول کو مرسل یا حدیث مرفوع کو موقوف بنا لیوے) یا تو (طعن) راوی کا ثقات کی مخالفت کیوجہ سے ہو یا تو اس کی مجہولیت کی وجہ سے ہو بایں طور کہ اس کے بارے میں نہ تعدیل نہ تجریح معین معلوم ہو یا تو راوی میں بدعت کے پائے جانیکی وجہ سے ہو اور بدعت وہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ کے اصحاب) سے جو طریقہ معلوم ہے اس کے برخلاف جو چیز احداث کی گئی اسکا اعتقاد رکھنا عناداً نہیں بلکہ کسی قسم شبہ سے ہو (جو کہ دلیل باطل سے پیدا ہوئے) یا تو (طعن) راوی کے بدحافظہ ہونیکی وجہ سے ہو اور بدحافظہ وہ ہے جیکے صواب سے خطا کم نہ ہو (عام ازیں خطا صواب سے زائد ہو یا برابر اور اگر خطا کم ہو تو وہ مقبول ہے)۔

تشریح [۱] قولہ ولا تجریح معین الخ تجریح کیساتھ قید معین سے اسی طرف اشارہ ہے کہ اگر اسکے بارے میں کسی نے صرف جرح وقدح کرے تو یہ مقبول نہیں جبتک وجہ جرح نہ بتائے بخلاف تعدیل کہ اس میں مثلاً صرف ہو عدل یا ثقہ کہنے سے ہی کافی ہوتا ہے ۱۲ شرح الشرح [۲] قولہ او بدعتہ الخ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ بیشک بدعت اپنے مقدم و موخر سببوں سے اضعف ہے کیونکہ خلاف معروف اعتقاد رکھنا یہ تو ایسی کوئی دلیل کے سبب ہے جو کہ اس کے پاس ظاہر ہوئی پس اسکے علاوہ سببوں راوی پر اعتماد نہ ہونے میں جیسے موثر ہوتے ہیں اس سے ایسا اثر نہ ہوگا اسلئے صحیحین کے رجال اسناد میں بھی کبھی ایسے شخص پایا جاتا ہے جو کہ رافضی یا خارجی یا معتزلی ہے حضرت عبد اللہ ٹونکیؒ فرماتے ہیں کہ اسبابِ طعن میں بدعت کو شمار کرنا یہ اس لئے کہ اپنے معتقد کی ترویج کے لئے بدعت کبھی کذب فی الحدیث کا داعی ہوتی ہے اور بعض مبتدع کے بعد التوبہ اقرار سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے ورنہ بدعت میں تو اصلاً کوئی طعن نہیں یہ سبب ضعیف ہے جیسا کہ ملا علی قاری کا کلام اسکا مقتضی ہے اب جبکہ یہ بات ثابت ہوئی تو ہم آپ کا قول تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ وہ اپنے ماسوا کے مانند عدم اعتماد میں موثر نہیں ہاں اگر کسی محدث کے پاس کسی مبتدع کی دیانت و تقوی اس کے مذہب کے موافق ثابت ہو تو اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں صحیحین میں مبتدع کی حدیث ملنے کی یہی وجہ ہے علاوہ ازیں ممکن ہے کہ اس قسم حدیث شواہد و متابعات میں ہو ۱۲ عب [۳] قولہ وہی اعتقاد الخ اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے اور اصطلاح شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنیکی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ائمہ مجتہدین وسلف صالحین کے قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے بعد اختیار کیا گیا ۔ باقی آئندہ صفحہ پر۔

[۴] قولہ لا بمعاندۃ الخ فان ما یکون بمعاندۃ کفر۔ قولہ بل بنوع شبہۃ الخ ای دلیل باطل سمی بہا لانہ یشبہ الثابت ولیس بثابت ۱۲ ش۔

فالقسم الاول وهو الطعن بكذب الراوی فی الحدیث النبوی هو الموضوع والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق[1] الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب لکن لاهل العلم بالحدیث ملکة قویة یمیزون بها ذالک۔

ترجمہ پس قسم اول اور وہ یہ ہے کہ حدیث نبوی کے اندر راوی جھوٹ بولنے کی طعن ہو وہ موضوع ہے (یعنے ایسی کوئی حدیث جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر نہ ہوئی اس کی روایت آپ سے عمداً کرنا جس حدیث کے راوی میں یہ طعن موجود ہو اس حدیث کو موضوع کہا جاتا ہے یعنے اس راوی کی تمام روایات متفردہ پر وضع کا حکم لگایا جاتا ہے) اور اس روایات پر وضع کا حکم لگانا یقطعی طور پر نہیں بلکہ بطریق ظن غالب ہے کیونکہ جھوٹا کبھی سچ بھی بولتا ہے (جیسا کہ سچا شخص کبھی جھوٹ بھی بولتا ہے) لیکن حدیث کے اہل علم (یعنے محدثین) کو ایسا ایک قوی ملکہ حاصل ہے جسکے ذریعہ سے وہ لوگ حدیث موضوع کو (غیر موضوع سے) امتیاز کر لیتے ہیں۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے عہد مبارک میں اسکا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً کذا فی الطریقۃ المحمدیہ للعلامۃ البرکویؒ و فی کتاب الاعتصام للشاطبیؒ اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ البدعۃ اصلہا ما احدث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع الخ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کیلئے جو نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں انکا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ سب بطور عبادت اور بہ نیت ثواب نہیں کئے جاتے یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً یا صراحۃً یا اشارۃً وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے بحیثیت ذرائع ووسائل پیدا ہو گئی وہ بھی بدعت میں داخل نہیں جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ اور تعلیمی اور تبلیغی اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے صرف ونحو وغیرہ علوم عربیہ یا مخالفین اسلام باطل فرقوں کا رد کرنے کیلئے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کیلئے جدید اسلحہ اور جدید طریق جنگ کی تعلیم وغیرہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں موجود نہ تھی مگر پھر بھی انکو بدعت اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ انکا سبب و داعی اس عہد مبارک میں موجود نہ تھا بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علماء امت نے اسکو پورا کرنے کیلئے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کر لیں الغرض :۔ اکثر محققین کے نزدیک بدعت شرعی کی صرف ایک ہی قسم ہے حسنہ وسیئہ کی طرف منقسم نہیں والیہ یشیر قولہ علیہ السلام کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ بعض حضرات جسکو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ درحقیقت بدعت شرعی نہیں بلکہ لغوی بدعت ہے چنانچہ تراویح کی جماعت کے بارے میں عمرؓ کا قول نعمت البدعۃ ہذہ وہی معنی پر محمول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جسطرح بدعت اور اہل بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ بدعت سے دین کا اصل حلیہ اور صحیح نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل ونقل میں اور حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی اور قرآن کریم نے صراحت سے اس امر کو بیان کیا ہے کہ دین کی مٹنے جانیکی دو طریقہ ہیں۔ باقی آئندہ صفحہ پر۔

وانما یقوم بذالک منہم من[۱] یکون اطلاعہ تاماً وذہنہ ثاقباً وفہمہ قویاً و معرفتہ بالقرائن الدالۃ علی ذالک متمکنۃ وقد یعرف[۲] الوضع باقرار واضعہ

ترجمہ اور جز ایں نیست کہ حدیث پر وضع کا حکم لگانا محدثین میں صرف وہی شخص کا کام ہے جسکے معلومات کامل ہوں اور اسکا ذہن صاف ہو اور اسکا فہم وسمجھ قوی ہو اور اس قرائن کی معرفت اسکو ثابت ہو جو کہ وضع پر دال ہوں اور کبھی وضع پہچانا جاتا ہے (حدیث متفرد بہ کے) واضع کے اقرار سے ۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ کتمان حق وتلبیس حق وباطل ۔ صاحب بدعت کی شناعت بیان کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوماً ولا صلوٰۃ ولا صدقۃً ولا عمرۃ ولا جہاداً ولا صرفاً ولا عدلاً یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرۃ من العجین (ابن ماجۃ ص۶) وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ (ابن ماجۃ ص۶)۔ وعن ابراہیم بن میسرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام (مشکوۃ ج۱ ص۳۱) بدعت کے بارے میں اگر زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو البیان الفاصل بین الحق والباطل لاستاذی الجلیل مولانا احمد شفیع صاحب مدظلہ اس رسالہ کو مطالعہ کر لینا ہی کافی ہوگا ۱۲ منہ سلہ قولہ لطریق الظن الغالب الخ ظن تو غالب گمان ہی کا نام ہے پھر بھی ظن کے بعد غالب کا اضافہ کرنیکی وجہ کیا ہے اس کے جواب میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ صفت کاشفہ ہے بوجہ تاکید لائی گئی کیونکہ ظن کبھی علم کے معنے میں مجازاً استعمال ہوتا ہے کقولہ تعالی الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم انتہی ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہٰذا :۔ سلہ قولہ من یکون اطلاعہ الخ دارقطنیؒ کا فرمان ہے کہ آئے اہل بغداد تم یہ گمان مت کرو کہ میں جب تک زندہ ہو کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول سکتا ہے ذکرہ السخاوی اور ربیع بن خیثم نے فرمایا کہ دن کے مانند حدیث کا ایسا ایک نور ہے کہ ہم اس کو پہچانتے ہیں اور اسکے لئے ایسی ایک ظلمت ہے رات کے مانند کہ ہم اس کو منکر سمجھتے ہیں ۔ وقال ابن الجوزی الخ الحدیث المنکر تقشعر لہ جلد الطالب للعلم وینکر منہ قلبہ فی الغالب ۱۲ شرح الشرح ۔ سلہ قولہ وقد یعرف الوضع باقرار واضعہ الخ یعنی وضع کبھی حدیث متفرد بہ کے واضع کے اقرار سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عمر بن صبیح کا قول ہے أنا وضعت خطبتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای التی نسبہا الیہ اور جیسے وہ طویل حدیث جو کہ فضائل سور قرآن کے بارے میں ابی بن کعبؓ سے مروی ہے راوی نے اس کے وضع کا اقرار کیا ہے بیضاوی وثعلبی وغیرہما مفسرین جنہوں نے اسی حدیث کو اپنی تفاسیر میں اسکے وضع کا بیان کئے بغیر ذکر کر لئے ان پر انکار کیا گیا ہے ٭٭ شرح الشرح ۔

٭٭٭٭

٭

قال ابن دقیق العید لکن[۱] لا یقطع بذالک لاحتمال[۲] ان یکون کذب فی ذالک الاقرار انتہی وفہم منہ بعضہم ان لا یعمل بذالک الاقرار اصلاً لکونہ کاذباً ولیس ذالک مرادہ وانما نفی القطع بذالک ولا یلزم من نفی القطع نفی الحکم لان الحکم یقع[۳] بالظن الغالب وھو ھٰھنا کذالک ولولا ذالک لما ساغ قتل المقر بالقتل ولا رجم المعترف بالزنا لاحتمال ان یکونا کاذبین فیما اعترفا بہ ومن القرائن التی یدرک بہا الوضع ما یوجد من حال الراوی کما وقع لمامون بن احمد انہ ذکر بحضرتہ الخلاف فی کون الحسن سمع عن ابی ھریرۃؓ

ترجمہ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا کہ لیکن (اس کے اقرار کے باوجود بھی) وضع حدیث کا یقین نہیں کیا جا سکتا ہے بسبب احتمال ہونے کہ وہ اسی اقرار میں بھی کاذب ہو، انتہی کلامہ۔ آپ کے اس قول سے بعض نے یہ سمجھ لیا کہ بوجہ وہ کاذب ہونے اس کے اقرار پر بالکل ہی عمل نہیں کیا جائیگا، حالانکہ یہ آپ کا مراد نہیں آپنے تو صرف وضع کے یقین کی نفی کی ہے اور نفی یقین سے نفی حکم لازم نہیں ہوتی ہے کیونکہ (وضع وغیرہ کا) حکم تو ظن غالب (ہی) سے لگایا جاتا ہے اور یہاں پر وہ ایسا ہی ہے ((یعنی واضع کے اقرار کی صورت میں بھی وضع کا حکم غالب گمان پر ہوگا)) اور اگر غالب گمان پر حکم لگانا جائز نہ ہوتا تو مقر بالقتل کو قتل کرنے کی گنجائش نہ ہوتی اور نہ مقر بالزنا کو رجم کی گنجائش ہوتی بوجہ احتمال ہونے کہ دونوں نے جب کا اعتراف واقرار کیا ہے اس میں دونوں کاذب ہوں (ولما جاز الحکم علیہما بالظن جاز حکم الوضع باقرارہ ایضا لانہ لیفید الظن) اور منجملہ ان قرائن میں سے جن سے موضوع حدیث کا ادراک ہوتا ہے ایک قرینہ وہ ہے جو کہ حال راوی سے حاصل ہو جیسا کہ مامون بن احمد کو واقع ہوا کہ (کہ ایک وقت) اس کے سامنے حسن بصریؒ ابوہریرہؓ سے (کوئی حدیث) سنا ہے۔

تشریح [۱] قولہ لکن لا یقطع الخ بعض نے کہا کہ دوسرے قرائن سے بھی تو یقین حاصل نہیں ہوتا ہے تو صرف اس کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اقرار کی صورت میں حصول یقین کا وہم ہوتا ہے کیونکہ وہ تمام قرائن سے اقرب الی الیقین ہے اس لئے اس کو خاص کرکے ذکر کیا ۱۲ شرح الشرح [۲] قولہ لاحتمال ان یکون کذب الخ یعنی احتمال تو ہے کہ وہ اسی اقرار وضع میں بھی کاذب ہو اگرچہ یہ بات بعید ہے کہ کوئی شخص اپنی طرف بغیر کسی وجہ دینی ودنیوی کے ایسے امر شنیع کی نسبت کرے اور اکثر یہ کہ اسی اقرار کی طرف داعی تو یہ ہی ہوتا ہے اسی وقت تو بعید ہوگا کہ وہ اپنی اقرار میں کاذب ہو لیکن تب بھی وضع کا یقین نہ کیا جائیگا بوجہ احتمال ہونے کہ خلق سے اس کی قلت حیا ہو یا تو روایت کے اندر فساد پیدا کرنا اور اسی پر عمل نہ کرنا اس کا مقصود ہو، ہاں جب کہ کوئی دلیل قطعی اس کی صداقت پر دال ہو تو یقین حاصل ہوگا) اقرار بالوضع کے قائم مقام وہ روایت بھی ہوتی ہے کہ راوی لفظ سمعت کے ذریعہ ایسے شخص سے روایت کرے جس کے ساتھ اس کی ملاقات کبھی نہ ہوئی ہو ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ [۳] قولہ یقع الخ بعض نسخوں میں بجائے یقع یقطع ہے اور شرح الشرح ملا علی القاری میں یقع ہے اور بندہ کے خیال میں یقع ہی صحیح ہے اس لئے اسی ہی کو اختیار کیا ۱۲ منہ

اولاً فساق فى الحال اسناداً الى النبى صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم انه
قال سمع الحسن من ابى هريرة وكما وقع لغياث بن ابراهيم حيث دخل
على المهدى[1] فوجده يلعب بالحمام فساق فى الحال اسناداً الى النبى صلى الله
عليه وعلى اله وصحبه وسلم انه قال لا سبق[2] الا فى نصل او خف او حافر
او جناح فزاد فى الحديث او جناح فعرف المهدى انه كذب لاجله فامر بذبح
الحمام ومنها ما يوجد من حال المروى كان يكون مناقضاً لنص القرآن۔

ترجمہ جسمیں راوی نے یہ فرمایا کہ حسن بصریؒ ابو ہریرہؓ سے سنا ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ذکر کیا گیا تو اس نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک سند (متصل) ذکر کیا اور جیسا کہ واقع ہوا غیاث بن ابراہیم نخعی کو جبکہ وہ داخل ہوا مہدی کے پاس پس اسکو کبوتر سے کھیلتا ہوا پایا (یعنی کبوتر بازی میں پایا) تو اس نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک اسناد کا ذکر کیا (یعنے فی الحال اس نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسابقت پر مال لینا جائز نہیں ہے مگر تیر یا اونٹ یا گھوڑا یا پرندہ کے اندر (کہ ان چاروں میں سے ہر ایک کے اندر مال لینا جائز ہے) پس اس نے حدیث کے اندر او جناح کا لفظ زائد کیا تو مہدی نے پہچان لیا کہ غیاث نے اسکی وجہ سے (یعنی اسکو خوش کرنے کیوجہ سے حدیث رسول کے اندر) جھوٹ بولا ہے اسکے بعد مہدی نے کبوتر کو ذبح کرنیکا حکم دیا (تاکہ وہ آئندہ بھی وضع حدیث کا سبب نہ بنے) منجملہ قرائن وضع سے اور ایک وہ ہے جو کہ حدیث مروی کی حالت سے حاصل ہوتا ہے مثلاً مروی نص قرآن

تشریح ۱؎ قولہ المہدی الخ مہدی وہ بفتح المیم وسکون ہا وتشدید یا، مہدی وہ محمد بن منصور عباسی جو کہ ہارون الرشید کا والد ہے ۱۲ ثنائی
۲؎ قولہ لا سبق الا الخ خطابیؒ نے فرمایا کہ روایت صحیحہ یہ کہ سبق بفتح با ہے سبق اسی مال کو کہتے ہیں جسکو مسابقت پر بطور رہن رکھا جاتا ہے حدیث کے معنے یہ کہ مسابقت پر مال لینا جائز نہیں ہے مگر انہی تین کے اندر (ملخص الحواشی) اصل لغت میں نصل کے معنے تیر کا پیکان مگر مراد اس سے تیر ہے علی طریقہ تسمیۃ الکل باسم الجزء اور خف کے معنی اونٹ کا کھر لیکن یہاں اس سے اونٹ مراد ہے اور حافر گھوڑے کے کھر کو کہتے ہیں اور یہاں پر گھوڑا مراد ہے جناح لغت میں پرندہ کے بازو کو کہتے ہیں مگر اس سے مراد پرندہ ہے اس حدیث میں جناح کا لفظ زائد وموضوع ہے (شرح الشرح مع زیادہ) مسابقت یعنی بازی کے بارے میں تفصیل یہ کہ اگر وہ بقصد تلہی وتلعب ہو تو ناجائز ہے اور اگر بقصد ریاضت بدنی یا تعلیم جنگ کے ہو تو انہیں چیزوں یا دوسری چیزوں میں بھی مسابقت جائز ہے بشرطیکہ مال ایک جانب سے ہو اور دو طرفہ شرط نہ ہو مثلاً زید وعمر گھوڑوں دوڑ میں بازی لگا رہے ہیں زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اسکو ایک ہزار انعام دونگا دوسری طرف سے یہ نہ ہو کہ اگر زید بڑھ گیا تو عمر ایک ہزار دیگا دو طرفہ شرط کی صورت قمار حرام ہے یا تو مسابقت پر مال دینے والا ثالث اور کوئی شخص ہو جو کہ مسابقت کے اندر شریک نہ ہو دو طرفہ شرط کے وقت بھی حنفیہ ایک صورت جائز کہتے ہیں وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھوڑے سوار کو مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کرلیں پھر اسکی دو صورتیں ہیں (الف) شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید بڑھے تو عمر ایک ہزار روپیہ - آئندہ

او السنة المتواترة او الاجماع[1] القطعي او صريح العقل حيث لا يقبل شئ من ذالك التاويل ثم المروی تارة يخترعه الواضع وتارة ياخذ من كلام غيره كبعض[2] السلف الصالح او قدماء الحكماء او الاسرائيليات او ياخذ حديثا ضعيف الاسناد فيركب له اسنادا[3] صحيحا ليروج[4] والحامل للواضع على الوضع

ترجمہ یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی یا عقل صریح کے ایسے مخالف ہو کہ ان میں کا کوئی بھی تاویل قبول نہیں کرتا ہے (جب کسی حدیث کا حال ایسا ہو تو وہ موضوع قرار دی جائیگی) پھر حدیث مروی کو کبھی خود واضع ہی (اپنی جانب سے) اختراع کر لیتا ہے اور کبھی دوسرے کے کلام مثلاً بعض سلف صالحین (کے کلام کالصحابۃ والتابعین) یا حکماء متقدمین (کے کلام کسقراط وغیرہ) یا اسرائیلیات (یعنے اقاویل بنی اسرائیل) سے لیتا ہے یا تو کبھی کسی حدیث ضعیف کو لیتا ہے پس اس کے لئے کوئی صحیح اسناد جوڑ دیتا ہے تاکہ (اسی حدیث ضعیف کو) رواج دیوے اور واضع کو وضع پر برانگیختہ کرنیوالا۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ اسکو دے اور عمر آگے بڑھے تو زید اتنے ہی رقم اسکو ادا کرے اور اگر خالد بڑھ جائے تو اسکو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں (ب) شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو تو زید و عمر دونوں اسکو ایک ہزار روپیہ دیں اور زید و عمر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں لیکن زید و عمر میں باہم جو آگے بڑھے دوسرے پر اسکو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے اسی تیسرا آدمی کو حدیث کی اصطلاح میں محلل کہا گیا ہے مگر اسکے لئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ تیسرا گھوڑا زید و عمر کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جسکی وجہ سے اسکے بڑھنے اور پیچھے رہ جانیکے دونوں احتمال مساوی ہو ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اسکا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چالاک ہونے کی وجہ سے اسکا آگے بڑھ جانا یقینی ہو ۱۲ بدائع الصنائع ج۶ ص۲۰۶ نیز عالمگیری کتاب الحظر والاباحۃ باب ۶ اور شامی ج۵ ص۲۵۴ میں یہ سب تفصیل موجود ہے [3] قولہ فامر بذبح الحمام الخ مروی ہے کہ اولاً مہدی نے اس روایت کو بہت مستحسن سمجھا اور غیاث بن ابراہیم کو دس ہزار درہم عطا کیا پس جبکہ وہ چلا گیا تو مہدی کے قلب میں یہ بات القا ہوئی کہ اس نے اس کو خوش کرنے کے لئے جھوٹ بولا ہے تو اس نے کبوتر ذبح کردینے کا حکم فرمایا کیونکہ وہ کبوتر وضع حدیث وکذب علی الرسول کا سبب بنا لیکن غیاث کا کچھ درپے نہ کیا اور جو کچھ اسکو عطا کیا تھا اسکو بھی واپس نہ لیا پس یہ حدیث جزء اخیر کے اعتبار سے موضوع ہے بخلاف سابق حدیث کہ وہ تمام کے تمام موضوع ہے ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا:۔ [1] قولہ او الاجماع القطعی الخ کالاجماع الغیر السکوتی المنقول بطریق التواتر بخلاف الاجماع السکوتی و المنقول بطریق الاحاد قیل تقیید الاجماع بالقطعی یدل علی ان الاجماع الظنی مثل الذی یثبت بخبر الواحد لایجعل الخبر المناقض لہ موضوعاً ۱۲ ش [2] قولہ کبعض السلف الخ منہا کلمات علی رضی اللہ تعالی عنہ ومنہا موقوفات الحسن حیث قیل فی حقہ کلامہ یشبہ کلام الانبیاء ونحو کلام مالک بن دینار وفضیل بن عیاض ومعارف الجنید وغیرہم والظاہر ان المضاف مقدر قبل بعض السلف ای کلام لبعض السلف وکذا قبل قدماء الحکماء ای کلام قدماء الحکماء ۱۲ شرح الشرح [3] قولہ اسناداً صحیحاً الخ جس حدیث ضعیف کو رواج دینے کیلئے کوئی اسناد صحیح جوڑ لیتے ہیں اسکو موضوع الاسناد کہتے ہیں۔ آئندہ پر

اما عدام الدين كالزنادقة[۱] او غلبة[۲] الجهل كبعض المتعبدين او فرط[۳] العصبية كبعض المقلدين او اتباع هوى بعض الرؤساء او الاغراب لقصد[۴] الاشتهار وكل ذالك حرام باجماع من يعتد به الا ان[۵] بعض الكرامية وبعض المتصوفة

ترجمہ بے دینی ہونا ہے جیساکہ زندیقوں (کی زندیقیت) یا غلبۂ جہالت جیسے (جاہل صوفیوں میں سے) بعض متعبدین یا تو شدت تعصب جیسے بعض مقلدین (جوکہ اپنے امام کی مدح میں اور اپنے امام کے قول ثابت کرنیکے لئے احادیث بنالیتے ہیں) یا بعض رؤسار کی خواہش کا اتباع کرنا یا تو بقصد شہرت نوادرت کا بیان کرنا (یعنے شہرت بین الناس کیلئے ایسی انوکھی حدیث کا بیان کرنا جس میں لوگوں کو ترغیب دیوے) اور یہ مذکورہ سببیں، تمام کے تمام باجماع علماء معتمدین حرام ہے مگر تحقیق کے بعض کرامیہ اور بعض (جاہل) صوفیوں سے۔

تشریح صفحۂ گذشتہ :۔ نہ کہ موضوع المتن اور راوی کبھی ایسے کلام کو زائد کرتے ہیں جسکا کوئی اصل نہیں ہے جیساکہ اہل تعاویذ دعا وغیرہ کے اسانید کے اندر ذکر کرتے ہیں وہ لوگ دعا وغیرہ کے ایسے اسناد ذکر کرتے ہیں جسکے رجال بڑے بڑے محدثین ہیں اور اسکا انتہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی اکابر امت مثلا حضرت حسن بصری امام جعفر صادق تک پہونچتا ہے اور اس کے آخر میں کبھی یہ ذکر کرتے ہیں کہ جوکوئی اس کے بارے میں شک کرے وہ کافر ہے[۱۲] شرح الشرح [۵] قولہ لیروج الخ بتشدید الواو المکسورۃ ای الاسناد او المفتوحۃ ای الحدیث ۱۲ ش ۔

صفحۂ ھذا :۔ [۱] قولہ کالزنادقۃ الخ یہ اور باقی سب واضع کی مثالیں ہیں نہ کہ سبب وضع کی اور زندیق وہ لوگ ہیں جوکہ اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور کفر کو پوشیدہ رکھتے ہیں یا تو وہ لوگ ہیں جوکہ کسی دین کا بھی یقین نہیں رکھتے ہیں اور وہ لوگ دین کو خفیف سمجھکر ایسا ہی کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو گمراہ کرے ۔ حماد بن زید نے فرمایا کہ زندیقوں نے چودہ ہزار احادیث وضع کئیں ہیں اور مہدی نے فرمایا کہ میرے پاس ایک زندیق شخص نے اقرار کیا کہ اس نے ایک سو الیسی احادیث وضع کئیں ہیں جوکہ لوگوں کے ہاتھوں گھومتی ہیں یعنے لوگوں میں شائع وذائع ہیں ۔ ذکرہ السخاوی اور ابن عدی نے کہا کہ جس عبدالکریم بن عوجاء کی گردن مارنے کا حکم محمد بن سلیمان بن علی نے دیا تھا اسکو جبکہ مارنے کیلئے پکڑا گیا تو اس نے کہا میں تمہیں درمیان چار ہزار احادیث وضع کیا جسمیں بہت ساری چیزوں کو میں حلال کرتا ہوں اور حرام بھی کرتا ہوں اور واضعین میں حارث کذاب بھی ایک ہے جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا وغیرہ وغیرہ واضعین نے ہزاروں احادیث وضع کئیں پس نقاد حدیث حضرات نے انہیں تمام احادیث میں وضع کا اظہار کردیا اور ان پر انکا حال مخفی نہیں رہا جیساکہ دوسروں پر مخفی رہا ہے ۱۲ شرح الشرح [۲] قولہ او غلبۃ الجہل کبعض المتعبدین الخ یعنے جن لوگوں کو زہد وعبادت کیطرف منسوب کئے جاتے ہیں یعنے لوگ انکو عابد وزاہد کہتے ہیں انہوں نے فضائل وترغیب کے بارے میں ساری احادیث وضع کئیں ہیں جیساکہ لیلۃ البرات ولیلۃ الرغائب کی نماز وغیرہ کے بارے میں اور اسی وضع کو وہ لوگ اپنی گمان میں دینداری سمجھتے ہیں وہ لوگ اپنی نفس اور دوسرے پر ضرر کے اعتبار سے سب سے بڑھکر ہے کیونکہ وہ اسی وضع احادیث کو عبادت سمجھتے ہیں اور اسی پر اجر کی امید رکھتے ہیں لہذا ان کیلئے یہ کام چھوڑنا ممکن نہیں اور لوگوں ان پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان کیطرف ہر معاملہ میں رجوع کرتے ہیں بسبب منسوب ہونے وہ لوگ زہد وصلاح کیطرف ۱۲ شرح الشرح [۳] قولہ او فرط العصبیۃ الخ یعنے اپنے مذہب کیلئے شدت تعصب ہونیکی وجہ سے اپنے مذہب کی تائید میں کبھی وضع حدیث کرتا ہے ۔ آئندہ

نقل عنهم اباحة الوضع فی الترغیب والترهیب وهو خطاء من فاعله[۱] نشاء عن جهل
لان الترغیب والترهیب من جملة الاحکام الشرعیة واتفقوا علی ان تعمد الکذب
علی النبی صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم من الکبائر[۲] وبالغ ابو محمد الجوینی

ترجمہ ترغیب و ترہیب کے بارے میں اباحتِ وضع منقول ہے اور یہ ان کی جانب سے غلطی ہے کہ جو کہ جہالت سے ناشی ہوئی کیونکہ ترغیب و ترہیب (بھی) از قبیل احکام شرعیہ ہے (اور جبکہ دوسرے تمام احکام شرعیہ کیلئے وضع بالاتفاق جائز نہیں لہذا ترغیب کیلئے بھی وضع جائز نہ ہوگی) جمہور کا اتفاق ہوا ہے اس بات پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھنا اکبر الکبائر میں سے ہے اور (امام الحرمین کے والد) ابو محمد جوینی نے (اس بارے میں اور) تشدد و مبالغہ کیا۔

تشریح [۱] صفحۂ گذشتہ ابن ابی حاتم نے ایک شیخ خارجی سے روایت کی ہے کہ وہ شیخ خارجیت سے توبہ کرنے کے بعد کہتے تھے کہ تم نظر کرو کہ اپنے دین کس سے اخذ کر رہے ہو (یعنی اس کے احوال سے خوب واقف ہو کر اخذ دین کرو) کیونکہ ہم جبکہ کسی چیز کی خواہش کرتے تھے تو ہم اسکو حدیث بنا لیتے تھے زاد غیرہ فی روایة ونحتسب الخیر فی اضلالکم ذکرہ السخاوی۔ تعصباً وضع کرنیوالے قوم میں مثلاً مامون بن احمد ہروی ہے اس کے وضع کردہ احادیث سے ایک حدیث یہ ہے یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس یکون اضر علی امتی من ابلیس یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری امت میں محمد بن ادریس نامی ایک شخص ہوگا وہ میری امت کیلئے ابلیس سے بڑھکر ضرردہ ہوگا و کحدیث ابو حنیفہ سراج امتی ۱۲ ملتقط شرح الشرح [۲] قولہ لقصد الاشتهار الخ یعنی انوکھی حدیث اس غرض سے بیان کرتا ہے تاکہ عوام کیپاس یہ شہرت حاصل ہو کہ وہ بڑے علماء میں سے ہے یا تو اس غرض سے کہ یہ حدیث اہل دنیا کے درمیان شہرت حاصل کرلیں اور خلاصۃ الطیبی میں ذکر کیا گیا کہ واضعین میں سے ایک گروہ جو کہ سائلین میں سے ہیں وہ لوگ مساجد و بازاروں میں کھڑا ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احادیث وضع کرتے ہیں ایسے صحیح اسانید کیساتھ جسکو وہ لوگ یاد کرلیتے ہیں پس اسی اسانید کے ساتھ موضوعات کا ذکر کرتے ہیں جعفر بن محمد طیالسی نے فرمایا کہ ایک روز احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین مسجد رصافہ میں نماز پڑھا پس ایک شخص دونوں کے سامنے کھڑا ہوا فقال حدثنا احمد بن حنبل ویحیی بن معین قالا حدثنا عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن قتادۃ عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ یخلق من کل کلمۃ منہا طائر امنقارہ من ذہب وریشہ من مرجان ایسا ہی تقریباً بیس ورق تک بیان کرنے لگے تو احمد بن حنبل یحییٰ بن معین کیطرف اور یحییٰ بن معین احمد بن حنبل کیطرف نظر کرنے لگے پس احمد بن حنبل نے کہا یحییٰ کو کیا تو نے اسی حدیث کو اس کے پاس بیان کیا ہے تو یحییٰ نے فرمایا کہ قسم بخدا میں اسی حدیث کو سنا ہی ابھی پس دونوں چپ رہے یہانتک کہ وہ اپنے بیان سے فارغ ہوئے تو یحییٰ نے اسکو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آؤ پس وہ جائزہ پانیکے گمان سے آیا تو یحییٰ نے اسکو کہا کہ تجھکو یہ حدیث کس نے بیان کی کہا کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے آپنے فرمایا کہ میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہے ہم نے تو حدیث رسول ۲ میں اسکو کبھی نہیں سنا پس اگر تجھکو جھوٹ بولنا ہی ہو تو ہمیں خبر پر۔ اس نے کہا کہ میں ہمیشہ سنتا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق ہے اور مجھے صرف ابھی اسکا علم ہوا تو یحییٰ نے کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں احمق ہوں تو اس نے کہا کہ کیا دنیا میں تم دونوں کے علاوہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل دوسرا کوئی نہیں ہے میں اسکے علاوہ سترہ احمد بن حنبل سے لکھا ہوں پس احمد بن حنبلؒ نے اپنا ہاتھ یحییٰ بن معین کے چہرا پر رکھا اور فرمایا چھوڑ دو اسکو تو وہ شخص گویا ان دونوں سے مذاق کرتے ہوئے اٹھ گیا۔ شرح الشرح

باقی آئندہ صفحہ پر

اى على الوهم بالقرائن الدالة على وهم راويه من وصل مرسل او منقطع او ادخال حديث فى حديث او نحو ذالك من الاشياء القادحة ويحصل معرفة ذالك بكثرة التتبع وجمع الطرق[1] فهذا هو المعلل[2] وهو من اغمض انواع علوم الحديث وادقها ولا يقوم[3] به الا من رزقه الله تعالى فهما ثاقبا وحفظا واسعا ومعرفة تامة بمراتب الرواة وملكة قوية بالاسانيد والمتون ولهذا لم يتكلم فيه الا قليل من اهل هذا الشان كعلى بن المدينى واحمد بن حنبل والبخارى

ترجمہ اگر ایسے قرائن کے ذریعہ وہم پر مطلع ہوئے جو کہ راوی کے وہم پر دال ہوں تو وہ حدیث معلل ہے (قرائن دالہ علی الوہم کا بیان یہ ہے) یعنی حدیث مرسل یا منقطع کو موصول قرار دینے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینے یا اسکے مثل ضرر دہ اشیاء کے ذریعہ اور وہم کی معرفت کثرت تتبع واحاطۂ اسانید سے حاصل ہوتا ہے اور (معلل) کا علم علوم حدیث کے تمام انواع (جو کہ پیشہ فن ہے) میں سے غمیض و دقیق ترین (فن) ہے اسکو انجام نہیں دے سکتا ہے مگر وہی شخص جسکو اللہ تعالیٰ فہم کامل وحفظ واسع اور مراتب رواۃ (من العدالۃ والضبط) کے بارے میں کامل معرفت اور اسانید و متون کے بارے میں قوی مہارت عطا فرمایا ہے اسلئے تو اس کے بارے میں تکلم نہیں کیا مگر قلیل اشخاص جو کہ اس شان کے لائق ہیں مثلاً علی بن مدینی و احمد بن حنبل و بخاری رح۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ لہذا تمام اسباب میں صرف معلل کو قید اطلاع کیا تھ مخصوص کرنیکی کوئی وجہ نہیں حضرت عبداللہ ٹونکی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ وہم راوی پر مطلع ہونا جبکہ تمام علوم میں دقیق ترین فن ہے اور یہ ہر ایک کو حاصل نہیں ہو سکتا ہے مگر جسکو اللہ تعالیٰ اسکا ملکہ عطا فرمائے بخلاف دوسرے تمام اسباب طعن کہ وہ اسی درجہ کا نہیں لہذا اس کے اندر قید اطلاع کو خاص کر کے ذکر فرمایا فلا اشکال ۱۲ ع‍ عـہ قولہ لطول الفصل اى بابه والبحث فيه وهو مقتض للاهتمام به كما فى الاقسام الآتية ولذا ايضا عطف بثم الدال على التراخى اشارة الى ان التراخى بحسب الرتبة ۱۲ ش۔

صفحۂ ھذا:۔ سلہ قوله وجمع الطرق اى الاسانيد المشتملة على المتون واستقصائها من الجوامع المسانيد والنظر فى اختلاف رواة كل حديث وضبطهم واتقانهم ليحصل الترجيح بذالك ويعلم انه موصول او مرسل او نحوهما ودراية غيرهم على سبيل التوہم فقد روى عن على بن المدينى انه قال الباب اذا لم يجتمع طرقه لم يتبين خطاؤه ۱۲ ش۔ سلہ قوله فهذا هو المعلل نفس وہم کو معلل کہنے میں مسامحت ہے کیونکہ معلل وہی حدیث ہے جس میں وہم ہو اور بہت سارے محدثین مثلاً بخاری، ترمذی ابن عدی دار قطنی نے اسکا نام معلول کر کے رکھا لیکن ابن صلاح نے اسکو رد کیا اور کہا کہ اسکا نام معلل ہے اور معلول ہونا مناسب نہیں قال العراقى الاجود فى تسميته المعلل ۱۲ شرح الشرح سلہ قوله ولا يقوم به الخ مثاله مارواه زہیر بن محمد عن عثمان بن سليمان عن ابيه انه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقرأ فى المغرب بالطور حاکم ابو عبداللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث تین وجہ سے معلول ہے اول یہ کہ عثمان وہ ابی سلیمان ہے نہ کہ ابن سلیمان دوم یہ کہ عثمان نے یہ حدیث نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ سے روایت کی ہے سوم یہ کہ ابو سلیمان نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور نہ آپ سے کوئی حدیث سنی اور ابو سلیمان وہ نافع کا بھائی ہے ۱۲ کذا فى بعض الحواشى۔

ویعقوب بن ابی شیبۃ وابی حاتم وابی زرعۃ والدارقطنی وقد یقصر[۱] عبارۃ المعلل[۲] عن اقامۃ الحجۃ علی دعواہ کالصیرفی فی نقد الدینار والدرہم ثم المخالفۃ وہو القسم السابع ان کانت واقعۃ بسبب تغیر السیاق ای سیاق الاسناد فالواقع فیہ ذالک التغیر مدرج الاسناد[۳] وہو اقسام الاول[۴] ان یروی جماعۃ الحدیث باسانید مختلفۃ فیرویہ عنہم راو فیجمع الکل علی اسناد واحد من تلک الاسانید۔

ترجمہ یعقوب بن ابی شیبۃ ابو حاتم، ابو زرعہ اور دارقطنی اور کبھی معلِّل (بالکسر) کی عبارت اپنے دعوی پر حجت قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے (یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث میں کوئی نقص ہے یہ جاننے کے بعد کبھی اس نقص کے اظہار کرنے کہ اس میں فلاں نقص ہے اسے عاجز ہونا ہے اور صرف ہذا الحدیث معلل کہنے پر اکتفا کرتا ہے) دینار و درہم پر کھنے میں جیساکہ صراف (کو ہوتا ہے کہ دراہم و دنانیر پر کھنے والا کبھی اسکو جید یا ردی کہہ دیتا ہے لیکن اس پر دلیل قائم نہیں کرسکتا) پھر مخالفت (یعنی راوی کا ثقات کی مخالفت کرنا) اور وہ قسم سابع ہے (مخالفت کی چند صورتیں ہیں پس مخالفت) اگر سیاق یعنی سیاق اسناد میں تغیر کرنیکے سبب سے واقع ہو تو جس کے اندر یہ تغیر واقع ہو وہ مدرج الاسناد ہے (یعنی اسکو مدرج الاسناد کہتے ہیں) اور وہ (یعنی مدرج الاسناد) چند قسمیں (یعنی چار قسمیں) ہیں قسم اول یہ کہ ایک جماعت رواۃ کوئی ایک حدیث کو اسانید مختلفہ سے روایت کرے پھر ان سے (دوسرا) کوئی راوی روایت کرتا ہے پس ان اسانید مختلفہ میں سے ایک اسناد پر سب کو متفق و مجتمع کرلیتا ہے۔

تشریح [۱] قولہ وقد یقصر عبارۃ المعلل الخ ابن مہدی نے فرمایا کہ حدیث کی معرفت یہ الہامی ہے پس اگر تو اسکو کہے کہ یہ کہاں سے فرمایا تو اسکے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی ایک شخص نے ابو زرعہ کو کہا کہ آپ حضرات کیپاس حدیث کو معلل کہنے پر کیا حجت ہے تو آپ نے فرمایا کہ حجت یہی بات ہے کہ تو مجھے ایسی کوئی حدیث کے بارے میں سوال کرے جسکی کوئی علت ہو پس میں اسکی علت تجھے ذکر کرونگا اسکے بعد تو محمد بن مسلم کے پاس جاکر اس کے بارے میں سوال کرے اور ان کے پاس یہ ذکر نہ کرے کہ تونے اس بارے میں مجھے بھی سوال کیاہے پس وہ تجھے اسکی علت ذکر کریگا۔ پھر ابو حاتم کے پاس جاؤ اور اسکو بھی سوال کرو اسکے بعد اسکی علت کے بارے میں ہمارے کلام کو تمیز کرو پس اگر ہمارے کلام کے درمیان کوئی اختلاف ملے تو جان لو کہ ہم میں سے ہرایک اپنے مقصود پر کلام کیاہے اور اگر ہمارے کلام میں اتفاق ہو تو اس علم کی حقیقت معلوم کرلو (یعنی یہ جان لو کہ یہ کوئی من مانی بات نہیں بلکہ اسکی کوئی حقیقت جسکو پہچاننا ہرایک کا کام نہیں) پس اس شخص نے ایسا ہی کیا اور ہرایک کا کلام اسکے بارے میں متفق پایا تو اس نے کہا اشہد ان ہذا العلم الہام ۱۲ ملخص الشروح والحواشی [۲] قولہ المعلل الخ بکسر اللام ای الناقد فی علۃ الحدیث المعلل ۱۲ ش [۳] قولہ مدرج الاسناد الخ انما سمی بہ لان المغیر دخل فلہا فی الاسناد فالاسناد مدخل فیہ ۱۲ ش [۴] قولہ الاول ان یروی جماعۃ الحدیث الخ فیہ مسامحۃ ذحق العبارۃ ما یرویہ جماعۃ باسانید مختلفۃ وکذا فی الیواقیت خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی ایسے چند رواۃ سے کوئی حدیث سنا کہ اس حدیث کے اسناد میں ہرایک مختلف ہیں پس وہ انکو ایک اسناد پر متفق کرکے روایت کرلیا اور اختلاف اسناد کا بیان نہیں کیا مثالہ حدیث رواہ الترمذی عن بندار عن عبدالرحمن بن مہدی عن سفیان الثوری عن واصل ومنصور والاعمش عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبداللہ قلت یا رسول اللہ ای الذنب اعظم الحدیث ایسا ہی محمد بن کثیر عبدی نے سفیان سے روایت کی ہے پس واصل کی یہ روایت منصور واعمش کی روایت کے اندر مدرج ہے ۔۔ باقی آئندہ صفحہ پر

باقی آئندہ صفحہ پر

ولا يبين الاختلاف الثاني ان يكون المتن عند راو الاطرفا منه فان عنده باسناد آخر فيرويه عنه راو تاما بالاسناد الاول ومنه ان يسمع الحديث من شيخه الا طرفا منه فيسمعه عن شيخه بواسطة فيرويه راو عنه تاما بحذف الواسطة الثالث ان يكون عند الراوي متنان مختلفان باسنادين مختلفين فيرويهما راو عنه مقتصرا على احد الاسنادين او يروي احد الحديثين باسناده الخاص به لكن يزيد فيه من المتن الآخر ما ليس في الاول الرابع ان يسوق الاسناد فيعرض

ترجمہ اور اختلاف اسانید کا بیان نہیں کرتا ہے قسم دوم یہ کہ کسی راوی کے پاس (ایک اسناد سے) کوئی متن سوائے اسکے ایک حصہ کے کہ بیشک وہ حصہ اسکے پاس دوسرے اسناد سے ہے پس کوئی راوی اس متن کو اسی سے اسناد اول کے ذریعہ (اسی حصہ کے ساتھ بھی) کامل طور پر روایت کرتا ہے اور قسم دوم میں سے یہ بھی ہے کہ راوی اپنے شیخ سے (بلا واسطہ) کوئی حدیث سوائے اس کے ایک حصہ کے سنے کہ وہ حصہ اپنے شیخ سے بالواسطہ سنا پس اسے (دوسرا کوئی راوی واسطہ حذف کرکے اس حدیث کو اسی حصہ کیساتھ) کامل طور پر روایت کرتا ہے (حالانکہ اسکے ایک حصہ راوی نے بالواسطہ سنا تھا) قسم سوم یہ کہ کسی راوی کیپاس دو مختلف اسناد سے دو مختلف متن ہوں پس (دوسرا) کوئی راوی ان دونوں متنوں کو دونوں اسنادیں سے صرف ایک پر اقتصار کرتے ہوئے روایت کرے یا تو دو (مختلف) حدیثوں میں سے ایک کو اسکے مخصوص اسناد سے روایت کرے لیکن اس کے اندر دوسرے متن سے ایسے لفظ کی زیادت کرے جو کہ اول متن میں نہیں قسم چہارم یہ کہ شیخ کوئی اسناد بیان کرے پس (اسکا متن بیان کرنے سے قبل) اس پر کوئی عارض پیش ہو جائے۔

تشریح صفحہ گذشتہ: کیونکہ واصل نے اپنے اسناد میں عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں کیا بلکہ اسی حدیث کو ابو وائل عن عبد اللہ سے روایت کیا ہے منصور و اعمش نے اسناد کے اندر عمرو بن شرحبیل کا ذکر کیا ہے پس سفیان نے واصل کی روایت کو بھی منصور و اعمش کی روایت کا موافق کردیا، یحیی بن سعید قطان نے سفیان سے اسکی روایت کرنے میں دونوں اسنادوں کو ایک ساتھ بیان کیا اور ایک کو دوسرے سے جدا کیا ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کتاب المحاربین کے اندر اسکی روایت کی ہے عن عمرو بن علی عن یحیی عن سفیان عن منصور والاعمش کلاھما عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبد اللہ وعن سفیان عن واصل عن ابی وائل عن عبد اللہ اسمیں عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ھذا ۱ قولہ الثانی ان یکون المتن الخ مثال حدیث رواہ ابوداؤد من روایۃ زائدۃ وشریک ورواہ النسائی من روایۃ سفیان بن عیینۃ کلھم عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن ابی وائل بن حجر فی صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال فیہ ثم جئتھم فی زمان فیہ برد شدید فرأیت الناس علیھم جل الثیاب تحرک ایدیھم تحت الثیاب قال موسی بن ہارون وذالک عندنا وہم فقولہ ثم جئت لیس بھذا الاسناد وانما ہو ادرج علیہ عن عاصم عن عبد الجبار بن وائل عن بعض اہلہ عن وائل ہکذا رواہ مبینا زہیر بن معاویۃ وابو بدر شجاع بن الولید فمیزا قصۃ تحریک الایدی تحت الثیاب وفصلاہا من الحدیث وذکراہا باسنادہا ۱۲ شرح الشرح ۲ قولہ او یروی احد الحدیثین الخ مثالہ حدیث رواہ سعید بن ابی مریم عن مالک عن الزہری عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تباغضوا۔ آئندہ پر

عليه عارض فيقول كلامًا من قبل نفسه فيظن بعض من سمعه ان ذالك الكلام هو متن ذالك الاسناد فيرويه عنه كذالك هذه[1] اقسام مدرج الاسناد واما مدرج[2] المتن فهو ان يقع في المتن كلام ليس منه فتارة[3] يكون في اوله وتارة[4] في اثنائه

ترجمہ تو وہ اپنی جانب سے کوئی کلام کہتا ہے پس سامعین کا بعض یہ گمان کرتا ہے کہ وہ کلام ہی اسی اسناد کا متن ہے تو وہ اسی کلام کو اسے ایسا ہی (یعنی یہ اسی اسناد کا متن گمان کرکے) روایت کرتا ہے یہ (چار صورتیں) مدرج الاسناد کی اقسام ہیں اور بہرحال مدرج متن وہ ہے کہ متن حدیث کے اندر ایسے کلام واقع ہو جو کہ (حقیقۃً) اس متن سے نہیں پس کبھی وہ مدرج کیا متن کے اول میں ہوتا ہے اور کبھی وسط میں۔

تشریح صفحہ گذشتہ :- ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تنافسوا الحدیث قوله ولا تنافسوا مدرج في الحدیث ادرجھا ابن ابی مریم من حدیث آخر لمالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا وکلا الحدیثین متفق علیہ من طریق مالک ولیس فی الاول ولا تنافسوا وانما ھو فی الحدیث الثانی ۱۲ شرح الشرح سے قوله احد الحدیثین ای المختلفین لیظھر الفرق بین ھذا الوجہ والقسم الثانی ۱۲ ش سے قوله الرابع ان یسوق الخ یعنے چوتھی قسم یہ ہے کہ محدث متن حدیث کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف سند ہی بیان کیا اتنے میں کوئی عارض پیش ہوگیا تو اپنی جانب سے کوئی کلام کیا پس بعض سننے والا یہ گمان کرلیا کہ یہ کلام ہی اسی سند کا متن ہے حالانکہ اسکا متن مذکور نہیں (کذا قال السخاوی فی شرح الالفیۃ جیسا کہ بعض مسندین نے بیان اسناد کے وقت خوبصورت چہرہ والا ایک کا شخص کو دیکھتے ہوئے فرمایا من کثرت صلوٰتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار یعنے رات میں جسکی نماز کثیر ہو دن میں اسکا چہرہ خوبصورت ہوتی ہے، یہ کلام اس شخص کے حال کی مناسبت سے فرمایا پس بعض سامع کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ اسناد اسی کلام ہی کیلئے بیان کیا گیا حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے نہیں ۱۲ تمام

صفحہ ہذا :- ملہ قوله ھذه اقسام مدرج الاسناد ای اما الثلاثۃ الاول فظاھر واما الاخیر فتغیر السیاق فیہ باعتبار ان سیاق الاسناد یقتضی ان یذکر الحدیث بعدہ لا کلامًا من قبل نفسہ ۱۲ شرح الشرح سے قوله واما مدرج المتن الخ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ راوی خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی اپنا کلام یا دوسرے کا کلام ذکر کرکے متصلاً ہی حدیث بیان کرتا ہوئے اور ایسا کوئی فاصلہ ذکر نہ کرے جو کہ حدیث سے ممتاز رکھے بایں طور کہ اس کلام کو اسکے قائل کیطرف صراحۃً یا کنایۃً منسوب کرے جو شخص حقیقت حال سے واقف نہیں اسکو یہ کلام حدیث ہونے کا وہم ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ۱۲ شرح الشرح سے قوله فتارۃ یکون فی اوله الخ مثاله مارواہ الخطیب من روایۃ ابی قطن وشبابۃ فرقہما عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار فقوله اسبغوا الوضوء یہ ابو ہریرۃ کا قول ہے جسکو حدیث کے اول میں ملادیا کذالک رواہ البخاری فی صحیحہ عن آدم بن ایاس عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ رضی قال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم قال ویل للاعقاب من النار۔ خطیب نے فرمایا کہ شعبۃ سے یہ حدیث روایت کرنیمیں ابو قطن وشبابۃ کو وہم ہوگیا کیونکہ اسبغوا الوضوء یہ ابو ہریرۃ کا کلام ہے اور ویل للاعقاب من النار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے

وتارةً[١] في آخره وهو الاكثر[٢] لانه يقع بعطف جملة على جملة او بدمج موقوف من كلام الصحابة او من بعدهم[٣] بمرفوع من كلام النبي صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم من غير فصل فهذا هو مدرج المتن ويدرك الادراج بورود رواية مفصلة للقدر المدرج مما ادرج فيه او بالتنصيص[٤] على ذالك من الراوي او من

ترجمہ اور کبھی آخر میں اور آخر میں واقع ہونا ہی اکثر ہے کیونکہ یہ تو ایک جملہ کو دوسرے جملہ پر عطف کرنے ہی سے واقع ہوتا ہے (مدرج کی یہ تعریف مصنف نے شرح میں کی ہے اور متن کے اندر بدمج موقوف الخ سے اسکی تعریف کرتے ہیں اس عبارت کا عطف قولہ بتغیر السیاق پر ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ثقات کی مخالفت یا تو سیاق اسناد کے تغیر سے ہوگی) یا حدیث موقوف یعنے صحابہ یا ان کے بعد والے (جیسے تابعین تبع تابعین) کے کلام کو حدیث مرفوع یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے اندر بلا فصل داخل کرنے سے (ہوگی) پس یہ (یعنے حدیث موقوف کو حدیث مرفوع کے اندر بلا فصل داخل کر دینا) مدرج المتن ہے اور ادراج کا پہچان ہوتا ہے ایسی روایت کے ورود سے جو کہ حدیث مدرج فیہ سے قدر مدرج کو ممتاز کرنیوالی ہو یا تو راوی کی جانب سے اس پر تصریح کرنے سے یا بعض

بقیہ گذشتہ (پس انہوں نے دونوں کو موصولاً بلا فصل روایت کرلیا) ۱۲ شرح الشرح ٤ قولہ وتارۃ فی اثنائہ الامثالہ ما

تشریح رواہ الدارقطنی فی سننہ من روایۃ عبدالحمید بن جعفر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن بسرۃ بنت صفوان قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من مس ذکرہ او انثییہ او رفغہ فلیتوضأ۔ دارقطنیؒ نے فرمایا کہ عبدالحمید بن جعفر نے ہشام سے اس حدیث کو ایسا ہی روایت کیا اور انثیین و رفغ کے ذکر کرنیمیں اسکو وہم ہوگیا صحیح یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے انتہی الرفغ لفم الراء وفتحہ الابط واصل الفخذ والظاہر ان الثانی ہو المراد ھہنا ۱۲ ملخص الشرح ٥ قولہ کلام لیس منہ الخ حاصلہ ان القسم الرابع من مدرج الاسناد یکون بتمامہ مما یظن انہ حدیث مستقل واما مدرج المتن فیظن انہ جزء من الحدیث ۱۲ ش

صفحہ ھذا: ١ قولہ وتارۃ فی آخرہ الامثالہ ما رواہ ابو خیثمۃ زہیر بن معاویۃ عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمرۃ عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ التشہد فی الصلوٰۃ فقال قل التحیات للہ فذکر حین قال اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ فاذا قلت ہذا فقد قضیت صلوٰتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد کذا رواہ ابو خیثمۃ فادرج فی الحدیث قولہ فاذا قلت الخ وانما ہو من کلام ابن مسعودؓ لا من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن الدلیل علیہ ان الثقۃ عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان رواہ عن ابن الحر المذکور ہکذا واتفق حسین الجعفی وابن عجلان وغیرہما فی روایتہم عن الحسن بن الحر علی ترک ہذا الکلام فی آخر الحدیث مع اتفاق کل من روی التشہد عن علقمۃ وغیرہ عن ابن مسعود علی ذالک ورواہ شبابۃ عن ابی خیثمۃ فوصلا ایضاً شرح الشرح ٢ قولہ وہو الاکثر الخ یعنی جو کلام مدرج آخر میں واقع ہونیوالا ہے یہی اکثر ہے ازروئے وقوع کے اور بعض نے کہا کہ مدرج اول میں ہونا ہی اکثر ہے کیونکہ راوی اولاً ایسے کلام کہتا ہے جس پر حدیث سے استدلال کرنا چاہتا ہے پس بلا فصل اسکے ساتھ حدیث ذکر کرتا ہے اور اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ تمام کے تمام حدیث واحد ہے جیسا کہ ابو ہریرۃ کا قول اسبغوا الوضوء الخ گذرا ہے ۱۲ تلخیص الحواشی ۔ باقی آئندہ پر ۔

بعض الائمۃ المطلعین او باستحالۃ[۱] کون النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم یقول ذالک وقد صنف[۲] الخطیب فی المدرج کتابا ولخصتہ وزدت علیہ قدرما ذکر مرتین او اکثر وللہ الحمد او ان کانت المخالفۃ بتقدیم وتاخیر ای فی الاسماء[۳] کمرۃ بن کعب وکعب بن مرۃ لان اسم احدھما اسم ابی الاخر فھذا ھو المقلوب وللخطیب فیہ کتاب رافع الارتیاب وقد یقع القلب فی المتن ایضا کحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند مسلم فی السبعۃ الذین یظلھم

ترجمہ ائمہ مطلعین کی تصریح سے یا محال ہونے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو کہے، خطیب نے مدرج کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے اور میں نے اسکو ملخص کیا اور اس پر ماذکر کے اندازہ دوچند یا زائد کی زیادت کی (نصار کتاب المصنف ثلثۃ اضعاف) وللہ الحمد یا اگر مخالفت اسماء میں تقدیم وتاخیر کے سبب سے ہو تو وہ مقلوب ہے مثلا مرۃ بن کعب وکعب بن مرۃ (یعنے کعب بن مرہ کی جگہ مرۃ بن کعب اور مرہ بن کعب کی جگہ کعب بن مرۃ ذکر کرے اور یہ وہم پیدا ہوا) کیونکہ ہر ایک راوی کا نام دوسرے کے باپ کا نام ہے اور مقلوب کے بارے میں خطیب کی ایک کتاب (مسمی بہ) رافع الارتیاب (فی المقلوب من الاسماء والانساب) ہے اور کبھی (نفس) متن میں بھی قلب واقع ہوتا ہے مثلا ان سات جماعت کے بارے میں جنکو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دینگے مسلم شریف میں ابوہریرۃؓ کی حدیث ہے ۔

تشریح صفحۂ گذشتہ :۔ ۳؎ قولہ من بعدہ الخ بفتح المیم عطفا علی الصحابۃ وفیہ تسامح من باب عموم المجاز والا فالموقوف ھو ماروی عن الصحابۃ لامن بعدہم فان قلت قد یطلق الموقوف علی ماروی عن غیر الصحابۃ قلت انما یطلق علیہ مقیدا فیقال حدیث کذا وقف فلان علی عطاء او طاؤس واما اذا اطلق فیختص بالصحابۃ ۱۲ شرح الشرح ۴؎ قولہ او بالتنصیص علی ذالک من الراوی الخ مثالہ کحدیث ابن مسعود سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من جعل للہ ندا دخل النار و قال کلمۃ اخری ا قولھا ولم اسمعھا منہ من مات لا یجعل للہ ندا دخل الجنۃ ۱۲ شرح الشرح

صفحۂ ھٰذا :۔ ۱؎ قولہ او باستحالۃ کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذالک الخ کحدیث البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعبد المملوک اجران والذی نفسی بیدہ لولا الجھاد فی سبیل اللہ وبر امی لاحببت ان اموت وانا مملوک بس والذی نفسی بیدہ الخ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ آپؐ کی ماں موجود ہی نہ تھی چہ جائیکہ خدمت کرے بلکہ یہ ابوہریرۃؓ کا کلام ہے جیساکہ ثقات کی روایت میں ہے والذی نفس ابی ہریرۃ بیدہ ۱۲ کذا فی بعض الحواشی ۲؎ قولہ وقد صنف الخطیب کتابا الخ سماہ الفصل للوصل المدرج فی النقل وقد لخصہ المصنف مرتبا علی الابواب مع الزیادۃ وسماہ تقریب النہج بترتیب المدرج جمہور محدثین نے فرمایا کہ ادراج بتمام اقسامہ حرام ہے کیونکہ اسمیں تلبیس وتدلیس ہے اگرچہ بعض بعض سے اخف ہے کتفسیر لفظ غریبۃ مثل المزابنۃ والمخابرۃ والعرایا ونحوھا کما فعلہ الزہریؒ وغیرہ من الائمۃ بلکہ اس مثل ادراج حرام ہی نہیں خصوصا حدیث متفق علیہ اندر حرمت کا ظہور ہوگا ابن سمعانی وغیرہ کا جو قول ہے کہ ادراج کرنیوالا وہ ساقط العدالت ہے اور وہ ممن یحرف الکلم من مواضعہ ہے اور وہ ملحق بالکذابین ہے اس قول کو لفظ غریب کی تفسیر کے ماسوا پر محمول کیا جائیگا ۔ مصنفؒ اور ابن دقیق العید اسکے جواز کے قائل ہیں ۱۲ ملتقط من شرح الشرح

آئندہ پر

الله فی ظل عرشه ففیه ورجل تصدق بصدقة اخفاها حتی لا تعلم یمینه ما تنفق شماله فهذا مما انقلب علی احد الرواة وانما هو حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه کما فی الصحیحین او ان کانت المخالفة بزیادة راو فی اثناء الاسناد ومن لم یزدها اتقن ممن زادها فهذا هو المزید فی متصل الاسانید وشرطه ان یقع التصریح بالسماع فی موضع الزیادة والا فمتی کان معنعنا مثلا ترجحت الزیادة

ترجمہ اس حدیث کے اندر ہے ورجل تصدق بصدقة اخفاها حتی لا تعلم یمینه ما تنفق شماله پس یہ لفظ اس قبیل میں سے ہے جو کہ رواۃ میں سے کسی پر منقلب ہو گیا اور جز این نیست کہ (حقیقت میں) وہ حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه ہے کما فی الصحیحین (ای فی جمیع طرق البخاری ولبعض طرق مسلم من غیر روایة ابی ہریرۃ رقم) یا اگر مخالفت اثناء اسناد میں کوئی راوی زائد کرنے کے سبب سے ہو اور جس نے اس کی زیادت نہ کی وہ اس سے احفظ و اتقن ہے جس نے اس کی زیادت کی تو وہ (قسم) مزید فی متصل الاسانید ہے اور اس (کے تحقق) کی شرط یہ ہے کہ (اس شخص کی روایت کے اندر جس نے اسکی زیادت نہ کی) محل زیادت میں سماع کی تصریح واقع ہو ورنہ جبکہ اسناد مثلا معنعن (یعنی عن فلان کہکر) ہو تو زیادت کی ترجیح ہوگی۔

تشریح صفحہ گزشتہ:۔ ۳۵ قوله ای فی الاسماء ای غالبا القول بعد ہذا وقد یقع القلب فی المتن ایضا ۱۲ ش۔

صفحہ ہٰذا:۔ ۱ قوله حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه الخ داہنی ہاتھ کا صدقہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہونیکا مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں سے انتہا درجہ کی پوشیدہ کرتا ہے یا تو شمال سے من علی شماله مراد ہے کہ محل ذکر کرکے مجازا حال مراد ہے ۱۲ شرح الشرح

۲ قوله اتقن ممن زادها الخ اتقن یہ اتقان سے اسم تفضیل ہے کافید من الافادة وابلغ من المبالغة جس مصدر کے صیغۂ ماضی چار حرفی ہو اسکا اسم تفضیل اس وزن پر ہونا سیبویہ کے نزدیک قیاسی ہے اور اس کے غیر کے نزدیک سماعی ہے کذا فی الموضح ۱۲ شرح الشرح

۳ قوله هو المزید فی متصل الاسانید الخ وهو ان یزید الراوی رجلا او اکثر وہما منه وغلطا مثاله ما رواه عن عبد الله بن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر قال حدثنی بسر بن عبید الله قال سمعت ابا ادریس یقول سمعت واثلة بن الاسقع یقول سمعت ابا مرثد الغنوی یقول سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها پس اس اسناد میں سفیان اور ابو ادریس کا ذکر کرنا یہ وہم ہے ابو ادریس کا ذکر کرنے میں وہم کی نسبت ابن المبارک کیطرف ہے کیونکہ ایک جماعت ثقہ رواۃ نے اسی حدیث کو عن ابن جابر عن بسر عن واثلة روایت کیا پس انہوں نے بسر و واثلہ کے درمیان ابو ادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض نے واثلہ سے بسر کا سماع کی تصریح کی ہے ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ بہت سارے وقت بسر ابو ادریس سے روایت کرتا ہے پس اسی سے ابن المبارک کو وہم ہو گیا اور یہ گمان کر لیا کہ یہی حدیث بھی ان میں سے ہے جنکو عن ابی ادریس عن واثلہ روایت کیا ہے حالیکہ ایسا نہیں بلکہ اسی حدیث کو بسر نے واثلہ سے سنا ہے اور سفیان کا ذکر کہ اسمیں وہم ہوا ابن المبارک کے بعد کا کسی راوی سے کیونکہ ایک جماعت ثقہ رواۃ نے اسی حدیث کو عن ابن المبارک عن ابن جابر بلا واسطہ ذکر کیا ہے اور انہیں کا بعض نے دونوں کے درمیان لفظ اخبار کی تصریح کی ہے ۱۲ شرح الشرح

۴ قوله وشرطه ان یقع التصریح بالسماع الخ محل زیادت میں تصریح کے ساتھ ساتھ ایسے کوئی قرینہ کی ضرورت ہے جو کہ دال ہو اس بات پر کہ یہ زیادت وہم ہے ورنہ صرف محل زیادت ۔ آئندہ پر

او ان كانت المخالفة بابدال[1] اى الراوى ولا مرجح[2] لاحدى الروايتين على الاخرى فهذا هو المضطرب[3] وهو يقع[4] فى الاسناد غالباً وقد يقع[5] فى المتن لكن قل ان يحكم المحدث على الحديث بالاضطراب بالنسبة الى الاختلاف فى المتن دون الاسناد وقد يقع[6] الابدال عمداً لمن يراد اختبار حفظه امتحانا من فاعله ـ

ترجمہ یا تو اگر مخالفت کسی راوی کے بدلنے سے ہو اور (جس روایت میں بدلا ہوا ہے اور جس میں نہیں) دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو دوسری پر کوئی مرجح نہیں تو وہ مضطرب ہے اضطراب اکثر اسناد (ہی) میں واقع ہوتا ہے اور کبھی واقع ہوتا ہے متن میں لیکن محدث کا کسی حدیث پر اسناد کے علاوہ (صرف) اختلاف فی المتن کی نسبت سے اضطراب کا حکم لگانا بہت کم ہے اور کبھی (سند یا متن میں) ابدال کرنیوالا کی جانب سے از روئے امتحان کے عمداً ایسے شخص کے واسطے ابدال واقع ہوتا ہے جسکا حافظہ ازمائش کرنا مقصود ہو ـ

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ میں تصریح بالسماع سے یہ لازم نہیں ہوتا ہے کہ زیادت وہم ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اولا راوی کسی رجل سے اور وہ دوسرے کسی شخص سے حدیث سنا تھا

پھر راوی اپنے استاد کے استاد سے خود ہی اسی حدیث کو سن لیا لہذا مرۃً اپنے استاد کے استاد سے بالواسطہ روایت کرتا ہے اور مرۃً بلا واسطہ سمعت فلاناً کہکر روایت کرتا ہے ۱۲ ملخص شرح الشرح

صفحہ ھذا :۔ [1] قولہ بابدال اى الراوى الخ یعنی راوی اپنے شیخ مروی عنہ کو بدلدینا یا بعض مروی کو بدلدینا۔ تلمیذ نے فرمایا کہ اسکی صورت مثلاً یہ ہے کہ دو شخص کسی حدیث روایت کرے ایک نے ایک شیخ سے دوسرا نے دوسرا شیخ سے لیکن اس کے بعد میں آخر سند تک دونوں متفق ہوں اور سخاوی نے فرمایا کہ اسکی صورت مثلاً یہ ہے کہ کسی حدیث کو دو یا زائد راویوں نے روایت کیا ان میں سے کسی ایک نے ایک مرتبہ ایک صورت اور دوسرا مرتبہ دوسری صورت سے روایت کی جو کہ صورت اولی کے مخالف ہو۔ قولہ بابدالہ اى الراوى الخ میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اضافت فاعل کیطرف ہے اور مفعول محذوف ہے اى الشيخ المروى او بعض مرويہ ۱۲ شرح الشرح ـ

[2] قولہ ولا مرجح الخ اگر کسی روایت کی ترجیح ہو بایں طور کہ اسکے راوی احفظ ہو یا اکثر صحبۃ المروی عنہ ہو خصوصاً جبکہ وہ مروی عنہ کا لڑکا یا اسکا کوئی قریبی رشتہ ہو او غیر ذالک من وجوہ الترجیح تو حکم راجح ہی کو ہوگا اور اسیوقت وہ حدیث مضطرب نہوگی ایسا ہی جبکہ دونوں روایت کے درمیان جمع ممکن ہو تو بھی حدیث مضطرب نہوگی ۱۲ شرح الشرح [3] قولہ المضطرب الخ بکسر الراء اسم فاعل من اضطرب کما ذکرہ السخاوی ۱۲ ش [4] قولہ وهو يقع فى الاسناد غالباً الخ اسناد میں اضطراب واقع ہونے سے حدیث کا ضعیف ہونا لازم ہوتا ہے کیونکہ اس سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ راوی کو ما ذکر کا ضبط نہیں مثالہ ما رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ من روایۃ اسماعيل بن اميۃ عن ابى عمرو بن محمد بن حريث عن جدہ حريث عن ابى هريرةؓ عن رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم قال اذا صلى احدكم فليجعل شيئاً تلقاء وجهه الحديث وفيه فاذا لم يجد عصاً ينصبها بين يديه فليخط خطا وقد اختلف فيه على اسماعيل اختلافاً كثيراً فرواه بشر بن المفضل وروح بن القاسم عن اسماعيل هكذا ورواه سفيان الثورى عنه عن ابى عمرو بن حريث عن ابيه عن ابى هريرة ورواه حميد بن الاسود عن اسماعيل عن ابى عمرو بن محمد بن حريث عن ابيه عن ابى هريرةؓ ورواه وهيب وعبد الوارث ـ ايضاً

كما وقع[۱۵] للبخاري والعقيلي[۱۶] وغيرهما وشرطه ان لا يستمر عليه بل ينتهي بانتهاء الحاجة فلو وقع الابدال عمداً لا لمصلحة بل للاغراب مثلاً فهو من اقسام الموضوع ولو وقع غلطا فهو[۱۷] من المقلوب او المعلل۔

ترجمہ جیسا کہ امام بخاریؒ وعقیلی وغیرہما کیلئے واقع ہوا اور (ابدال للامتحان ہونیکے لئے) اس کی شرط یہ ہے کہ مبدل ابدال پر قائم نہ رہے بلکہ حاجت ختم ہوتے ہی رک جائے پس اگر ابدال عمداً واقع ہو کسی مصلحت (شرعیہ) کی وجہ سے نہیں بلکہ اظہار غرابت کے لئے تو وہ اقسام موضوع میں سے ہے اور اگر غلطی سے ہو تو وہ مقلوب یا معلل کے اقسام میں سے ہے

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ عن اسماعیل عن ابی عمرو بن حریث عن جدہ حریث ورواہ ابن جریج عنہ عن حریث بن عمار عن ابی ہریرۃؓ وفیہ من الاضطراب اکثر من ہذا قال ابن عیینۃ لم نجد شیئاً نشد بہ ہذا الحدیث ۱۲ وجیہ الدینؒ [۵] قولہ وقد یقع فی المتن الخ مثالہ حدیث فاطمہ بنت قیس قالت سألت او سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الزکوٰۃ فقال ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ فہذا حدیث قد اضطرب لفظہ ومعناہ فرواہ الترمذی ہکذا من روایۃ شریک عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن فاطمۃ ورواہ ابن ماجہ من ہذا الوجہ بلفظ لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ فہذا اضطراب لایقبل التاویل ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو کہا گیا کہ یہ اضطراب تاویل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اسمیں کچھ بحث ہے کیونکہ حدیث نفی کو وجوب شرعی پر اور حدیث اثبات کو وجوب عرفی پر محمول کرنا ممکن ہے. یعنے حدیث نفی کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ کے علاوہ مال پر کوئی وجوب شرعی نہیں اور حدیث اثبات کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ کے علاوہ مال پر اور بھی وجوب عرفی ہے کالضیافۃ وغیرہا۔ یا تو حدیث نفی کے اندر المال میں جو الف لام ہے وہ للعہد ہے مطلب یہ ہوگا کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہے اس میں سوائے زکوٰۃ کے اور کوئی واجب نہیں اور حدیث اثبات میں المال کی الف و لام للجنس ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جنس مال میں زکوۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے جیسے نفقۃ الزوجۃ ونفقۃ ذوی الارحام ونحوہما فلا تعارض ۔ علاوہ ازیں قاعدہ مشہورہ یہ ہے کہ عند التعارض مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے ۱۲ اسنرہ الشرح [۶] قولہ وقد یقع الابدال عمداً الخ امتحان کیلئے عمداً تبدیل کرنیکو مصنفؒ نے ابدال کے اقسام سے قرار دیا اگرچہ دوسروں نے اسکو اقسام قلب سے قرار دیا ہے لیکن سخاوی کے فرمان کے موافق اسکو اقسام مرکب سے قرار دینا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہاں تو مقصود بالذات یہی ہے ایک متن کے اسناد کو دوسرا متن کیا تھ چھوڑ دینا نہ کہ صرف ایک اسناد کو دوسرا اسناد سے بدلنا بغیر لحاظ ہونے اسکا مرکب ہونے دوسرا متن کیا تھ، اور مرکب وہ حدیث ہے جسکا متن دوسرا کوئی ایسے اسناد کیا تھ مرکب کر دیا گیا جو کہ اسکا نہیں ۱۲ وجیہ الدین

صفحہ ہذا :۔ [۱] قولہ کما وقع للبخاری والعقیلی الخ یعنے بخاری وعقیلی کے حافظہ آزمانے کیلئے عمداً تبدیل واقع ہوئی مروی ہے کہ امام بخاریؒ جب بغداد تشریف لایا تو اس کی خبر محدثین کو پہونچی پس سب اجتماع ہوئے اور انہوں نے سو حدیث کا قصد کیا اور ان کے متون واسانید کو قلب کرکے اس اسناد کے متن کو دوسرا اسناد کیلئے اور اس متن کے اسناد کو دوسرا متن کیلئے قرار دیا اور دس رجل کو انتخاب کرکے ہر ایک کو دس دس احادیث سپرد کیا اور بخاریؒ کی مجلس میں حاضر ہونیکا وعدہ سب سے لیا پس جبکہ وہ سب حاضر ہوئے اور مجلس خراسان سے آنیوالے مسافرین اور اہل بغداد وغیرہم سے بالکل مطمئن ہوگئی تو ان دس میں سے ایک شخص سامنے بڑھا اور ایک ایک کرکے اپنے تمام احادیث کے بارے میں آپکو سوال کیا اور بخاریؒ ہر ایک کے جواب ۔ الخ

او ان كانت المخالفة بتغيير حرف او حروف مع بقاء صورة الخط في السياق فان كان ذالك بالنسبة الى النقط فالمصحف[1] وان كان بالنسبة الشكل فالمحرف[2] ومعرفة هذا النوع مهمة وقد صنف فيه العسكري والدار قطني وغيرهما

ترجمہ یا اگر مخالفت باوجود بقائے صورت خطی سیاق لفظ کے اندر ایک حرف یا چند حروف کے تغیر کے سبب سے ہو پس اگر یہ تغیر بہ نسبت نقط کے ہو (الجنسم وجسم) تو وہ مصحف ہے اور اگر بہ نسبت شکل کے ہو) کحفص وجعفر تو وہ محرف ہے اور اس قسم کا جاننا اہم وضروری ہے اس قسم کے بارے میں عسکری و دار قطنی وغیرہما نے تصنیف کی ہے۔

تشریح صفحہ گذشتہ میں کہتا ہے لا اعرفہ یعنی میں اسکو پہچانتا نہیں اور دوسرا شخص نے بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ دسوں نے سوکو تمام کیا اور آپ ہر ایک کے جواب میں بھی لا اعرفہ کہتے ہیں حاضرین میں جو سمجھ دار لوگ تھے وہ ایک دوسرے کیطرف التفات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے سمجھ لیا اور ان کے سوا دوسرے لوگ آپ پر عجز و قلت فہم کا حکم لگاتے ہیں کیونکہ اپ ان تمام احادیث میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پہچانا جب امام بخاریؒ قرینۂ حال سے انکا سوال ختم ہونا سمجھا تو اول سائل کیطرف التفات کیا اور کہا کہ تو نے مجھے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا یہ غلط ہے اور اسکا صواب یہ ہے یہاں تک اسکی اخیر حدیث تک صحیح کیا ہے بتایا ایسا ہی دوسروں کا بھی جواب دیا پس تمام سو احادیث کو اسکے قبل القلب کی حالت کیطرف لوٹایا تو لوگوں نے آپکے حافظہ کا اقرار کیا اور آپکے فضل کا اذعان کیا اور آپکے مرتبہ کو بلند کیا، عقیلیؒ کے سوانح میں سلمہ بن قاسم نے ذکر کیا کہ آپ کے پاس کوئی محدث آنے سے اس کے لئے اپنا اصل نسخہ نہیں نکالتے بلکہ (اپنے یاد سے حدیث بیان کرتے اور اسکو کہتے کہ تو اپنی کتاب میں پڑھ پس ہم نے اسکو برا سمجھا اور کہا کہ وہ شخص یا تو احفظ الناس یا اکذب الناس میں سے ہوگا پھر ہم نے اسکی مرویات احادیث لکھنے کا قصد کیا اور ان میں سے چند الفاظ کو بدلدیا اور چند الفاظ کو زائد کیا اور انمیں سے چند احادیث کو چھوڑ دیا اور ان کو لیکر ہم آپکے پاس گئے اور ان احادیث کو ہم نے آپ سے سننے کا سوال کیا پس آپنے مجھے کہا کہ پڑھ تو (اپنی کتاب سے) تو میں نے آپکے سامنے پڑھا جب میں زیادت و نقصان تک پہونچا تو آپ سمجھلیا اور مجھے کتاب لے لیا پس اسکے اندر اپنے خط سے نقصان کا الحاق کیا اور زیادت پر خط کھینچا (یعنی زائد حصہ کو کاٹ دیا) اور اولاً جیسا تھا تصحیح کر کے بالکل ایسا ہی کر دیا پھر انکو ہم پر پڑھا تو ہمارے نفس خوش ہوگیا اور ہم نے یہ معلوم کرلیا کہ وہ احفظ الناس میں سے ہے ذکرہ السخاوی ۱۲ شرح الشرح[2] قولہ العقیلی الخ بفتح العین و فتح القاف ۱۲ ش [3] قولہ فہو من المقلوب والمعلل الخ قال السخاوی بل کالموضوع ۱۲ ش۔

صفحہ ہذا:۔ [1] قولہ فالمصحف الخ مصحف یہ تصحیف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور وہ عام ہے چاہے اسکے ساتھ تغیر اعراب ہو یا نہ مثالہ حدیث من صام رمضان واتبعہ ستا من شوال پس ابو بکر صولی نے ستا کو تصحیف کر کے شیئا بالشین المعجمۃ والیاء التحتیہ بنالیا ۱۲ ملخص الشرح [2] قولہ فالمحرف الخ یہ بھی تحریف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے مثالہ حدیث جابرؓ رمی اُبَیّ یوم الاحزاب علی اکحلہ فکواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس غندر نے اسکو تحریف کر کے أبِي بالاضافہ بنالیا درحقیقت وہ ابی بن کعبؓ ہے، اور جابرؓ کے باپ تو جنگ احزاب سے پہلے ہی احد میں شہید ہوگئے تھے کما ذکرہ الجزری اور حسب منا فلا صاحب نے مصحف کو چند قسم قرار دیا ان میں سے ایک وہ ہے جو کہ محسوس بالبصر ہو وہ یا تو اسناد میں ہوگا جیسا کہ یحیی بن معین نے مراجم بالراء المہملہ کو مزاحم بالزاء والحاء المہملہ۔ آئندہ پر

واکثرما یقع فی المتون وقد یقع فی الاسماء التی فی الاسانید ولا یجوز تعمد تغییر صورۃ المتن مطلقا ولا الاختصار منہ بالنقص ولا ابدال اللفظ المرادف باللفظ المرادف لہ الا لعالم بمدلولات الالفاظ وبما یحیل المعانی علی الصحیح فی المسئلتین اما اختصار الحدیث فالاکثرون علی جوازہ بشرط ان یکون الذی یختصرہ عالما لان العالم لا ینقص من الحدیث الا ما لا تعلق لہ بما یبقیہ منہ

ترجمہ اور یہ تغیر اکثر متون (ہی) کے اندر واقع ہوتا ہے اور کبھی ان اسماء کے اندر جو کہ اسانید میں ہوتے ہیں اور صورت متن کو تغیر کرنیکا قصد کرنا خواہ مفردات میں ہو یا مرکبات میں) مطلقاً جائز نہیں اور نہ نقص کرتے ہوئے متن سے اختصار کرنا اور نہ لفظ مرادف کو اس کے مرادف لفظ سے بدلنا (جائز ہے) مگر معانی الفاظ اور جس سے معانی متغیر ہوتے ہیں اس کے جاننے والا کیلئے دونوں مسئلہ (یعنی مسئلہ اختصار حدیث ومسئلہ روایت بالمعنی) میں صحیح مذہب پر جائز ہے (یہاں سے دونوں مسئلہ در مذہب صحیح پر دونوں جائز ہونیکی تفصیل ہے کہ) بہرحال حدیث کا اختصار کرنا پس اکثر محدثین اسکے جواز پر ہے بشرطیکہ جو شخص اسکو اختصار کر رہے ہیں وہ عالم ہو کیونکہ عالم شخص حدیث سے نقص نہیں کریگا مگر اس حصہ کو جسکو اس کے ما باقیہ سے کوئی تعلق نہیں ۱۲

تشریح صفحہ گذشتہ ۱ سے تصحیف کیا یا متن میں جیسا کہ ابو بکر صولی نے ستا کو شیئاً سے تصحیف کیا اور ان میں سے اور ایک قسم جو محسوس بالسمع ہو وہ کبھی یا تو اسناد میں ہوگا کتصحیف عاصم الاحول بواصل الاحدب یا متن میں کتصحیف الزجاجۃ بالزاء المعجمۃ بالدجاجۃ بالدال المھملۃ ومنھا ما یکون معنیً کما توھم ما ثبت فی الصحیح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنزۃ وھی حربۃ تنصب بین یدیہ انہ صلی الی قبیلۃ بنی عنزۃ انتھی، اور ابن صلاح وغیرہ نے مصحف ومحرف دونوں قسموں کو محرف کر کے نام رکھا ۱۲ شرح الشرح ص

صفحہ ہذا قولہ اما اختصار الحدیث الخ حدیث کے بعض حصہ حذف کر کے بعض حصہ پر اقتصار جائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہے بعض مطلقاً منع کے قائل ہیں، اور بعض مطلقاً جواز کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اختصار کرنے والا راوی خود یا دوسرا کوئی اس حدیث کو علی التمام روایت کیا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں اور قول رابع جو کہ اکثر محدثین کا ہے اور وہ صحیح بھی ہے کہ عالم کے لئے جائز ہے اور جاہل کے لئے نہیں ۱۲ وجیہ الدین رح

بحيث لا يختلف الدلالة ولا يختل البيان حتى يكون المذكور والمحذوف بمنزلة خبرين او يدل ماذكره على حذفه بخلاف الجاهل فانه قد ينقص ماله تعلق كترك الاستثناء واما الرواية بالمعنى فالخلاف فيه شهير والاكثر على الجواز ايضا ومن اقوى حججهم الاجماع على جواز شرح الشريعة للعجم بلسانهم للعارف به فاذا جاز الابدال بلغة اخرى فجوازه باللغة العربية اولى وقيل انما يجوز في المفردات دون المركبات وقيل انما يجوز لمن يستحضر اللفظ ليتمكن من التصرف فيه وقيل انما يجوز لمن كان يحفظ الحديث فنسي لفظه وبقي معناه مرتسما في ذهنه فله ان يرويه بالمعنى لمصلحة تحصيل

ترجمہ اس حیثیت سے کہ (حذف سے) معنی مختلف نہیں ہوتے ہیں اور نہ بیان مختل ہوتا ہے یہانتک کہ مذکور (حصہ) اور محذوف (حصہ) دو مستقل حدیث ہوتی ہے یا ان الفاظ کو حذف کریگا کہ) مذکور حصہ محذوف پر دال ہوتا ہے (فلا یکون المحذف مفسدا للمعنی ایضا) بخلاف جاہل (کہ اسکے لئے اختصار کرنا جائز نہیں) کیونکہ وہ کبھی اسکو حذف کر دیتا ہے جسکا تعلق (مذکور سے) ہے مثلاً استثناء کا چھوڑ دینا اور بہرحال روایت بالمعنی پس اس میں اختلاف مشہور ہے اور اسکے جواز پر بھی اکثر محدثین ہیں اور عارف بالحدیث کو عجموں کے لئے ان کی زبان میں شریعت کا بیان کرنا جائز ہونے پر اجماع ہی ان کی حجتوں میں سب سے قوی ترین حجت ہے پس جبکہ دوسری زبان میں بدلنا جائز ہوا تو بزبان عربی بدلنا جائز ہونا بطریق اولی ہے اور بعض نے کہا کہ صرف مفردات (کلیث مکان اسد) میں جائز ہوگا نہ کہ مرکبات میں اور بعض نے کہا کہ صرف اس شخص کیلئے جائز ہوگا جسکو لفظ حدیث مستحضر ہوتا کہ اس کے اندر تصرف کرنے پر قدرت رکھے اور بعض نے کہا کہ صرف اسکے لئے جائز ہوگا جسکو حدیث یاد تھی پس اسکا لفظ بھول گیا اور اسکے معنے اس کے ذہن میں منقوش ہو کر باقی رہ گئے تو اس حدیث سے حکم حاصل کرنیکی مصلحت سے اسکے لئے اس حدیث کو روایت بالمعنی کرنا جائز ہے ۱۲

تشریح ۵ قولہ او یدل ماذکرہ علی حذفہ الخ اسکا عطف قولہ لا تعلق لہ پر ہو سکتا ہے ۱۲ شرح الشرح ۵۲ قولہ فالخلاف فیہ شہیر الخ یعنی لفظ مرادف کو اس کے مرادف لفظ سے بدلنا جسکو روایت بالمعنی کہتے ہیں اس کے جائز ہونے میں اختلاف مشہور ہے اختصار حدیث کے بارے میں جیساکہ اکثر جواز کے قائل تھے اس کے بارے میں بھی محدثین وفقہاء واصولیین میں سے اکثر جواز کے قائل ہیں منہم الائمۃ الاربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کی دلیلوں میں سب سے اقوی دلیل اجماع ہی ہے کہ عجموں کے لئے احکام شرع یعنی قرآن وسنہ کا بیان کرنا ان کی زبان یعنے فارسی، ہندی ترکی اردو وغیرہ سے بالاجماع جائز ہے لقولہ علیہ السلام بلغوا عنی ولیبلغوا الشاہد منکم الغائب۔ پس جب کہ دوسری زبان سے اسکا بیان کرنا جائز ہوا تو عربی زبان میں اسکو اپنے مرادف لفظ سے بدلکر روایت کرنا بطریق اولی جائز ہوگا شرح الشرح ۵۳ قولہ فجوازہ باللغۃ العربیۃ اولی الخ بعض نے کہا کہ اسکے جواز پر یہ بھی دلالت کرتی ہے ائندہ پر

الحکم منہ بخلاف من کان مستحضرًا اللفظ وجمیع ما تقدم یتعلق بالجواز وعدمہ ولا شک[1] ان الاولی ایراد الحدیث بالفاظہ دون التصرف فیہ قال القاضی عیاض ینبغی سد باب الروایۃ بالمعنی لئلا یتسلط من لا یحسن ممن یظن انہ یحسن کما وقع لکثیر من الرواۃ قدیما وحدیثا واللہ الموفق فان خفی[2] المعنی بان کان اللفظ مستعملا بقلۃ احتیج الی الکتب المصنفۃ فی شرح[3] الغریب ککتاب ابی عبید القاسم بن سلام[4] وھو غیر مرتب وقد رتبہ الشیخ موفق الدین ابن قدامۃ[5] علی الحروف واجمع منہ کتاب ابی عبید الھروی وقد اعتنی بہ

ترجمہ بخلاف جسکو لفظ حدیث مستحضر ہو (اسکے لئے روایت بالمعنی جائز نہیں) اور جتنے اقوال گذرے ہیں وہ سب جواز و عدم جواز کے متعلق ہیں ا اور کوئی شک نہیں کہ حدیث کو بعینہٖ اس کے الفاظ سے اس کے اندر بلا تصرف کے لانا ہی اولیٰ ہے قاضی عیاض نے فرمایا کہ روایت بالمعنی کے باب کو (مطلقا) بند کر دینا چاہئے تاکہ جو شخص (فی الواقع) اچھی طرح (سے عربیت و صحت بدلیت کو) جانتے نہیں ان میں کا جو کہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں وہ شخص (روایت بالمعنی پر) جرأت نہ کر سکے جیسا کہ جدید قدیم بہت سارے رواۃ کو واقع ہوا واللہ الموفق ۱۲ پس اگر معنی مخفی ہو بایں طور کہ لفظ قلیل الاستعمال ہو تو لغات غریبہ کی شرح میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کی طرف محتاج ہوگا مثلاً ابو عبید قاسم بن سلاّم کی کتاب، وہ کتاب غیر مرتب ہے اور بیشک اس کتاب کو شیخ موفق الدین بن قدامہ نے بترتیب حروف مرتب کیا، اور ابو عبید ہروی کی کتاب اس کتاب سے زیادہ جامع ہے

تشریح صفحۂ گذشتہ :۔ کہ ایک ہی واقعہ کو صحابہ کرام اور ان کے مابعد والے حضرات متعدد الفاظ سے روایت کرتے ہیں پس اگر روایت بالمعنی جائز نہ ہوتی تو متعدد الفاظ سے روایت کیسی ہوتی اور بعض نے کہا کہ اس کے جواز پر وہی حدیث دال ہے جو کہ عبد اللہ بن سلیمان لیثی سے مروی ہے انہ قال قلت یا رسول اللہ انی اسمع منک الحدیث لا استطیع ان اؤدیہ کما اسمع منک ازید حرفا او انقص حرفا فقال اذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالا واصبتم المعنی فلا باس ۱۲ اعب

صفحۂ ہٰذا :۔ [1] قولہ ولا شک الخ قال علیہ السلام نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاہا واداہا کما سمع ۱۲ شرح النزہۃ ۔

[2] قولہ فان خفی المعنی الخ یہ کلام استطرادی ہے نہ مقصوداً ماقبل کیا تھا ادنیٰ مناسبت کیوجہ سے ذکر کر دیا ہے پس لفظ حدیث کے معنی مخفی ہونا کبھی مفرد کی حالت میں ہوتا ہے جس کا بیان قولہ بان کان اللفظ مستعملا بقلۃ سے کیا ہے اور کبھی حالت ترکیبیہ کے اعتبار سے ہوتا ہے جس کا بیان قولہ وان کان اللفظ مستعملا بکثرۃ لکن فی مدلولہ دقۃ سے کیا ہے ۱۲ شرح النزہۃ [3] قولہ فی شرح الغریب الخ یہ بہت اہم فن ہے عام طور پر علماء کرام اور خاص کرکے محدثین عظام کیلئے اسکا نا جاننا مذموم ہے لیکن اس میں یعنی احادیث غریبہ کی شرح میں تحری و احتیاط واجب ہے کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ کو کسی غریب حدیث کے کسی لفظ کی شرح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپنے جواب دیا کہ فاسئلوا اصحاب الغریب یعنی تم احادیث غریبہ کی تشریح کرنیوالوں کو اس بارے ہیں پوچھو کیونکہ میں برا سمجھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے اندر اپنے گمان سے کچھ کلام کرو ۱۲۱ ش

آئندہ پر

الحافظ ابو موسی المدینی فتعقب[۱] علیہ واستدرک وللزمخشری کتاب اسمہ الفائق حسن الترتیب ثم جمع الجمیع ابن الاثیر فی النہایۃ وکتابہ اسہل الکتب تناولا مع اعواز[۲] قلیل فیہ وان کان اللفظ مستعملا بکثرۃ لکن فی مدلولہ دقۃ احتیج الی الکتب المصنفۃ فی شرح معانی الاخبار وبیان المشکل منہا وقد اکثر الائمۃ من التصانیف فی ذالک کالطحاوی والخطابی وابن عبد البر وغیرہم ثم الجہالۃ بالراوی وہی السبب الثامن فی الطعن وسببہا امران احدہما ان الراوی قد یکثر نعوتہ من اسم او کنیۃ او لقب او صفۃ او حرفۃ او نسب فیشتہر بشیئ منہا فیذکر بغیر ما اشتہر بہ لغرض من الاغراض فیظن انہ آخر فیحصل الجہالۃ بحالہ وصنفوا فیہا ای فی ہذا النوع الموضح لاوہام الجمع والتفریق اجاد فیہ الخطیب وسبقہ الیہ عبد الغنی ثم الصوری ومن امثلتہ محمد بن السائب

ترجمہ اور بیشک حافظ ابو موسیٰ مدینی نے ہروی کی کتاب کا اہتمام کیا پس اس (کے نقائص) پر گرفت کیا اور اسکے مافات کا تلافی کیا اور (اس بارے میں) زمخشری کی کتاب کہ اسکا نام الفائق ہے وہ کتاب عمدہ ترتیب (سے لکھا) ہے پھر ان تمامی کو ابن الاثیر (المشہور بالجزری) نے (اپنی کتاب) نہایہ کے اندر جمع کر لیا اس کتاب کے اندر کم فروگذاشت ہونے کیساتھ ساتھ اسکی کتاب افذ و تناول کے اعتبار سے تمام کتابوں سے سہل ہے اور اگر لفظ کثیر الاستعمال ہو لیکن (عند الترتیب) اس کے مدلول و مراد میں کچھ دقت و خفاء ہو تو شرح معانی الاخبار اور اسکی مشکلات کے بیان میں جو کتابیں لکھی گئیں اسکی طرف محتاج ہوگا اور اس بارے میں ائمہ کرام نے بہت کتابیں تصنیف کی ہے مثلاً امام طحاوی و خطابی اور ابن عبد البر وغیرہم (نے تصنیف کی ہے) پھر راوی میں مجہولیت کا ہونا اور وہ طعن کے بارے میں سبب ثامن ہے اور مجہولیت کا سبب دو چیزیں ہیں انمیں کا ایک یہ کہ بیشک کبھی راوی کی نعتیں یعنی اسم یا کنیت یا لقب یا صفت یا حرفہ یا نسب بہت ہوتی ہیں پھر انمیں سے کسی ایک چیز سے وہ مشہور ہوتا ہے پس اس سے روایت کرنے والا شخص لغرض من الاغراض اسکا ذکر ایسی چیز سے کرتا ہے جس سے وہ مشہور نہیں تو یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرا شخص ہے پس اسکی حالت کے بارے میں جہالت حاصل ہوتی ہے اور اسمیں یعنی اس نوع کے بارے میں (کتابیں بنام) الموضح لاوہام الجمع والتفریق لوگوں نے تصنیف کی ہیں (چنانچہ) خطیب نے اس نوع کے بیان میں جو کہ مسمی بالموضح ہے) سب سے عمدہ کام کیا ہے اور (عبد الغنی پھر صوری اس نوع کے بیان میں خطیب پر سابق ہوئے (یعنی سب سے پہلے عبد الغنی نے اس بارے میں تصنیف کی ہے پھر صوری نے پھر خطیب نے لیکن خطیب کی تصنیف سب سے اجود و احسن ہے) اسکی مثالوں میں سے ایک محمد بن السائب۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ [۴] قولہ سلام الخ بفتح السین وتشدید اللام ۱۲ ش [۵] قولہ تدلیہ بفتح قاف وتخفیف دال مہملہ ۱۲ ش
صفحہ ہذا:۔ [۱] قولہ فتعقب الخ وجدت ہکذا فی النسخۃ المنقول عنہا ولکن رأیت فی شرح الشرح فتعقب بالنون المفتوحۃ وتشدید القاف ای فتش اصل التنقیب البحث عن الشیئ ۱۲ منہ [۲] قولہ اعواز قلیل فیہ الخ مصدر اعوزہ ای احوجہ یعنی مع فقدان۔ آئندہ

ابن بشر الکلبی نسبہ بعضہم الی جدہ فقال محمد بن بشر و سماہ بعضہم حماد بن السائب وکناہ بعضہم ابا النضر و بعضہم ابا سعید و بعضہم ابا ھشام فصار یظن انہ جماعۃ وھو واحد ومن لا یعرف حقیقۃ الامر فیہ لا یعرف شیئا من ذالک والامر الثانی ان الراوی قد یکون مقلا من الحدیث فلا یکثر الاخذ عنہ وقد صنفوا فیہ الوحدان وھو من لم یرو عنہ الا واحد ولو سمی وممن جمعہ مسلم والحسن بن سفیان وغیرھما او لا یسمی الراوی اختصارا من الراوی عنہ

ترجمہ ابن بشر کلبی ہے کہ بعض نے اسکو اپنے دادا کیطرف منسوب کیا پس کہا محمد بن بشر اور بعض نے حماد بن السائب اسکا نام لیا (بنا علی ان ا سمین او علی ان الحماد لقب لہ) اور بعض نے اسکی کنیت ابو النضر کہا اور بعض نے ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام (بنا علی اضافتہ الی احد اولادہ) پس ایسا ہو گیا کہ گمان ہوتا ہے کہ (ان سب کا مسمی) وہ ایک جماعت (اشخاص) ہیں حالانکہ وہ ایک شخص ہے اور جو شخص مسمی کے بارے میں حقیقت حال کا واقف نہیں وہ ان میں سے کسی چیز کو پہچانے گا نہیں (فیلتبس الامر علیہ اور (اسباب جہالت میں سے) امر ثانی یہ ہے کہ راوی کبھی قلیل حدیث والا ہوتا ہے لہذا اس سے اخذ (حدیث) زیادہ نہیں ہوتا ہے (فیکون مجہولا) اور بیشک اسکے بارے میں لوگوں نے (کتابیں بنام) وحدان تصنیف کی ہیں اور وحدان وہ ہے جس سے صرف ایک شخص نے روایت کی ہے (تو وہ راوی مجہول ہوگا اسکا نام لیا جائے یا تو) اگرچہ اسکا نام لیا (بھی) جائے اور جنہوں نے وحدان کو جمع کیا ہے انمیں سے مسلم و حسن بن سفیان وغیرہما ہیں یا تو (راوی مقل من الحدیث نہ ہو لیکن) اس سے روایت کرنیوالا کی جانب سے اختصاراً راوی کا نام نہ لیا جائے۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ استیفاء فی مواضع قلیلۃ ۱۲ ش ۵۲ قولہ قد تکثر نعوتہ الخ نعوت سے مراد جو کہ ذات پر دلالت کرے، بعض نے کہا کہ علم جو کہ ذات پر دلالت کرتا ہے اگر وہ لفظ اب جیسے ابو بکر یا لفظ ابن جیسے ابن عباس یا لفظ ام جیسے ام سلمہ پر مشتمل ہوئے تو وہ کنیت ہے ورنہ اگر اسکے معنی لغوی کے اعتبار سے مدح یا ذم پر دلالت کرے وہ لقب ہے ورنہ اس کو اسم کہتے ہیں ۱۲ عب

صفحہ ھذا:۔ ۵۱ قولہ والامر الثانی ای من اسباب الجہالۃ ان الراوی قد یکون مقلا من الحدیث ای لیس عندہ الا الا فاد القلیل فلا یکثر الاخذ عنہ ای اذا کان قلیل الحدیث فلا یکثر عنہ اخذ الحدیث ۱۲ عب ۵۲ قولہ ولو سمی الخ جان تو کہ مقل الحدیث کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی نام نہیں لیا جاتا ہے اس بات پر لَو وصلیہ دال ہے وقولہ او لا یسمی الخ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اسکو من لا یکون مقلا پر محمول کرنا واجب ہے اور اسکا عطف قولہ قد یکون مقلا پر ہوگا نہ کہ قولہ سمی پر تاکہ یہ کلام لغو و مستدرک نہ ہو وقولہ و یستدل علی معرفۃ اسم مبہم بورودہ من طریق اخری مسمی الخ یہ عبارت بھی ولو سمی پر عطف نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اسوقت یہ صورت بھی مقل الحدیث کیساتھ خاص ہونا لازم آئیگا حالانکہ ورودہ من طریق اخری مسمی کہنے سے سمجھا جاتا ہے کہ راوی مبہم سے اور بھی روایت کرنے والا ہوگا اور جبکہ اس سے روایت کرنیوالے ایک سے زائد ہونگے تو اسوقت وہ مقل الحدیث نہیں رہتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ قولہ او لا یسمی کا عطف قولہ مقل الحدیث پر ہے نہ کہ قولہ ولو سمی پر کما فہم البعض۔ باقی آئندہ پر

كقوله اخبرني فلان او شيخ او رجل او بعضهم او ابن فلان ويستدل على معرفة اسم المبهم بوروده من طريق اخرى مسمى وصنفوا فيه المبهمات ولا يقبل حديث المبهم ما لم يسم لان شرط قبول الخبر عدالة راويه ومن ابهم اسمه لا تعرف عينه فكيف عدالته وكذا لا يقبل خبره لو ابهم بلفظ التعديل كان يقول الراوي عنه اخبرني الثقة لانه قد يكون ثقة عنده مجروحا عند غيره وهذا على الاصح في المسئلة ولهذه النكتة لم يقبل المرسل ولو ارسله العدل جازما به لهذا الاحتمال بعينه وقيل يقبل تمسكا بالظاهر اذ الجرح على خلاف الاصل وقيل ان كان القائل عالما اجزأ ذالك في حق من يوافقه في مذهبه وهذا ليس من مباحث علوم الحديث والله الموفق۔

ترجمہ مثلاً راوی عنہ کا قول اخبرنی فلان یا اخبرنی شیخ یا اخبرنی رجل یا اخبرنی بعضهم یا اخبرنی ابن فلان ہے اور راوی مبہم کی معرفت پر دوسری سند سے وہ مسمی ہو کر وارد ہونے سے استدلال کیا جاتا ہے (یعنی اسکا نام دوسری سند میں وارد ہونے سے اسکا نام کی معرفت حاصل ہوتی ہے) اور اس نوع کے بیان میں لوگوں نے (کتابیں بنام) مبہمات کی تصنیف کی ہیں اور راوی مبہم کی حدیث مقبول نہ ہوگی جب تک (دوسرا طریق سے اسکا) نام نہ لیا جائے (واذا سمی فحدیثہ مقبول) کیونکہ حدیث مقبول ہونیکے لئے اسکے راوی کی عدالت شرط ہے اور جسکا نام مبہم رکھا گیا تو اس کی ذات ہی معلوم نہیں ہوتی پس کیسی اسکی عدالت (معلوم ہوگی) اور ایسا ہی اگر لفظ تعدیل سے راوی کا نام مبہم رکھا جائے مثلاً بایں طور کہ راوی عنہ اخبرنی الثقة کہے تب بھی اسکی حدیث مقبول نہ ہوگی کیونکہ کبھی راوی مبہم اسکے نزدیک ثقہ دوسرے کے نزدیک مجروح ہوتا ہے اور یہ (یعنی عدم قبول حدیثہ) اس مسئلہ میں اصح مذہب کی بنا پر ہے اور اسی نکتہ کی وجہ سے تو حدیث مرسل کو قبول نہیں کی گئی اگرچہ راوی عادل اسکو جازماً ویقیناً ارسال کرے بسبب بعینہ اسی احتمال کے (ای قد یکون ثقة عندہ مجروحا عند غیرہ) اور بعض نے کہا کہ (حدیث من ابهم بلفظ التعدیل) ظاہر حال پر استدلال کرتے ہوئے قبول کیجائیگی کیونکہ جرح خلاف اصل پر ہے اور بعض نے کہا کہ اگر قائل (احوال رجال کا) عالم ہو تو یہ اس شخص کے حق میں کافی ہوگا جو کہ اس کے مذہب میں موافق ہو (مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) البتہ یہ قول مباحث علوم حدیث سے نہیں (لانہ من شعب التقلید) واللہ الموفق للتحقیق۔

توضیح صفحہ گذشتہ عبارت :۔ شرح ومتن کے مقتضی کا خلاصہ یہ ہے کہ اسباب جہالت چار ہیں نہ کہ دو الاول کثرة النعوت الثانی الاقلال ای عدم الروایة الا واحد والثالث عدم التسمیة والرابع ان یروی عنہ اثنان فصاعدا ولم یوثق ۱۲ ملتقط من شرح الشرح مع زیادة۔ صفحہ ہذا :۔ سلہ قولہ علی الاصح الخ حضرت عبداللہ ٹونکیؒ فرماتے ہیں کہ کہتا ہو کہ شاید اس بارے میں یہ تفصیل ہی حق ہے کہ تعدیل مبہم اگر ائمہ حدیث میں سے کسی ناقد حدیث مثلاً امام بخاری وامام احمد بن حنبل والشافعی ومالک وغیرہم کی جانب سے صادر ہو تو بیشک وہ قبول کے لائق ہے کیسے اس کو قبول نہ کی جائیں۔ باقی آئندہ پر

فان سمی الراوی وانفرد راو واحد بالروایة عنه فهو مجهول العین کالمبهم الا ان یوثقه غیر من انفرد عنه علی الاصح وکذا[1] من انفرد عنه اذا کان متاهلا لذالک

او ان روی عنه اثنان فصاعدا ولم یوثق فهو مجهول الحال وهو المستور[2] وقد[3] قبل روایته جماعة بغیر قید وردها الجمهور والتحقیق ان روایة المستور ونحوه مما فیه الاحتمال لا یطلق القول بردها ولا بقبولها بل هی موقوفة الی استبانة حاله کما جزم به امام الحرمین ونحوه قول ابن الصلاح فیمن جرح بجرح غیر مفسر

ترجمہ پس اگر (قلیل الحدیث) راوی کا نام لیا جائے اور اس سے روایت کرنیمیں راوی واحد متفرد ہوئے تو وہ مجہول العین ہے مبہم کے مانند (فلا یقبل حدیثہ) مگر قول اصح کی بناء پر من انفرد کے علاوہ دوسرا کوئی اس کی تزکیہ کرے (تو اسکی حدیث مقبول ہوگی) اور ایسا ہی من انفرد عنہ جبکہ توثیق کا اہل ہو اور وہ اسکو ثقہ بتائے تب بھی مقبول ہوگی) یا اگر (قلیل الحدیث) راوی (جس کا نام لیا گیا اس) سے دو یا زائد نے روایت کی ہے اور کسی نے (اسکی) توثیق نہیں کی تو وہ راوی مجہول الحال ہے اور وہ مستور ہے ایک جماعت نے مستور کی روایت کو بلا قید قبول کیا ہے اور جمہور نے اسکو رد کیا اور تحقیق یہ کہ بیشک مستور ونحوہ (کالمبہم) کی روایت جسمیں احتمال (عدالت وعدمہا) ہے اسکو قبول یا رد کرنا مطلقا نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ راوی کا حال ظاہر ہونے تک اسکی روایت موقوف ہے جیسا کہ امام الحرمین (ابو المعالی) نے اسکا جزم ویقین کیا ہے اور اسکے مثل ابن الصلاح کا قول ہے اس شخص کے بارے میں جسکو جرح غیر مفسر سے مجروح کیا گیا ہو (یعنی اسکی روایت بھی موقوف ہوگی الی استبانۃ حالہ۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ حالانکہ سب نے اور تعلیقاً بخاری کو قبول کیا ہے جیسا کہ مصنفؒ نے ابن الصلاح سے نقل کیا ہے اور مصنفؒ کی رضا بھی اس پر معلوم ہوتی ہے اور تعلیقات بخاریؒ کو قبول کرنا یہ تو بخاری کی توثیق وتعدیل مبہم کو قبول کرنا ہی ہے بلکہ یہ توثیق صریح سے ادنی ہے (پس جبکہ ادنی توثیق مقبول ہو تو اقوی توثیق کیسے مقبول نہ ہو)۔

صفحۂ ہذا:۔ [1] قولہ وکذا من انفرد عنہ اذا کان متاھلا الخ راوی منفرد اور اسکے غیر کے درمیان اشتراط تاہل میں فرق کرنیکی وجہ مصنفؒ سے طلب کی جاتی ہے کیونکہ دونوں میں اسکا اشتراط ہی ظاہر ہے نہ کہ صرف راوی منفرد میں، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے جس پر اہل حدیث وغیرہم کے اکثر علماء ہیں کہ اسکی حدیث مطلقا مقبول نہ ہوگی وقیل تقبل مطلقا ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ وھو المستور الخ ظاہر یہ ہے کہ مصنفؒ نے مجہول الحال کی دونوں قسموں کو مستور کے اندر داخل کر دیا اگرچہ ابن الصلاح وغیرہ نے مجہول الحال کی قسم ثانی کو مستور الوجود کرکے نام رکھا ہے وہما مجہول العدالۃ الظاہرۃ والباطنۃ ومجہول العدالۃ الباطنۃ دون الظاہرۃ والمراد بالباطنۃ ما فی نفس الامر وہی التی ترجع الی اقوال المزکین وبالظاہرۃ ما یعلم من ظاہر الحال ۱۲ شرح الشرح [3] قولہ وقد قبل روایتہ جماعۃ الخ انمیں سے ایک امام ابو حنیفہؒ ہے اور ابن حبان نے بھی ایکا اتباع کیا ہے کیونکہ آپکے نزدیک جسکے بارے کوئی جرح معلوم نہ ہو عدالت ہی اصل ہے اور موجب جرح ظاہر نہونے تک لوگ اپنے احوال میں عدالت وصلاح پر ہیں اور لوگوں کے مغیبات۔ انتہی بہ

ثم البدعة وهی السبب التاسع من اسباب الطعن فی الراوی وهی اما ان تکون بمکفر کان یعتقد ما یستلزم الکفر او بمفسق فالاول لا یقبل صاحبها الجمهور وقیل یقبل مطلقا وقیل ان کان لا یعتقد حل الکذب لنصرۃ مقالتہ قبل والتحقیق ان لا یرد کل مکفر ببدعۃ لان کل طائفۃ تدعی ان مخالفیہا مبتدعۃ وتبالغ فتکفر مخالفیہا فلو اخذ ذالک علی الاطلاق لاستلزم تکفیر جمیع الطوائف فالمعتمد ان الذی ترد روایتہ من انکر امرا متواترا من الشرع معلوما من الدین بالضرورۃ وکذا من اعتقد عکسہ فامامن لم یکن بھذہ الصفۃ وانضم الی ذالک ضبطہ

ترجمہ پھر بدعت اور وطعن فی الراوی کے اسباب میں سے نواں سبب ہے، اور وہ (دو قسم پر ہے کہ) یا تو ایسے سبب ہو جو کہ کفر کیطرف نسبت کرنے کو ثابت کرتا ہے باین طور کہ ایسی چیز کا اعتقاد رکھتا ہے جو کہ (بالاتفاق یا علی الخلاف) مستلزم کفر ہو یا تو ایسے سبب ہو جو کہ فسق کیطرف منسوب کرنیکو مستلزم ہو پس اول قسم (یعنی جسکی بدعت مستلزم کفر ہو اس) کے صاحب (کی حدیث) کو جمہور قبول نہیں کرتے ہیں اور بعض نے کہا اسکی حدیث مطلقا مقبول ہوگی (ای سواء اعتقد حل الکذب اولا) اور بعض نے کہا کہ اگر وہ اپنے قول کی تائید کے لئے جھوٹ بولنے کو حلال اعتقاد نہ کرے تو اسکی حدیث قبول کیجائیگی اور تحقیق یہ ہے کہ بیشک ہر وہ شخص جسکو بوجہ بدعت منسوب الی الکفر کیا گیا ہو اس (کی خبر) کو (مطلقا) رد نہ کیا جائیں کیونکہ ہر ایک فریق یہ دعوی کرتا ہے کہ اسکا مخالف فریق مبتدع ہے اور کبھی مبالغہ کرکے اسکے مخالف فریق کو نسبت الی الکفر کرتے ہیں پس اگر اسکو مطلقا لیا جائے تو ہر ایک فریق کی تکفیر لازم ہوتی ہے (فیلزم ان لایقبل حدیثہم اصلا) لہذا قابل اعتماد بات یہ ہے کہ جسکی روایت مردود ہوگی یہ وہ ہے جو شریعت کے کسی حکم متواتر جو کہ دین میں سے ہونا بالضرورۃ معلوم ہو اسکا انکار کرتا ہے (کمطلق الصلوٰۃ) اور ایسا ہی جو شخص اس کے عکس کا اعتقاد رکھتا ہے (یعنی جو چیز دین میں سے نہ ہونا بالضرورۃ معلوم ہو اسکو دین کا کام اعتقاد کرتا ہے کسجود الصنم تو اسکی حدیث بھی مقبول نہ ہوگی) پس بہرحال جو اس صفت کا نہ ہو اور اسکی طرف اسکا ورع و پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ جس حدیث کو وہ روایت کرتا ہے اس کا ضبط (بھی) منضم و شامل ہو۔

تشریح صفحہ گذشتہ:۔ تلاش کرنے کیلئے مکلف بھی نہیں کیا گیا بلکہ ظاہر پر حکم لگانے کا مکلف کیا گیا قال اللہ تعالی ولا تجسسوا اور اسلئے کہ اخبار کی بنا ہی حسن ظن پر ہیں اور جمہور کہتے ہیں کہ مستور کی روایت مقبول نہ ہوگی کیونکہ اجماع ہے اس بات پر کہ فسق راوی قبول حدیث کو منع کرتا ہے لہذا راوی کا عادل ہونے اور اس سے فسق منتفی ہونیکا گمان ہونا ضروری ہے اور یہ تو مستور کی صورت میں ہم سے غائب ہے (فلا تقبل روایتہ) [۱۲] شرح الشرح۔

صفحہ ہذا:۔ قولہ وہی اما ان تکون بمکفر الخ حاصل بات یہ کہ بدعت یعنی معروف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو کچھ احداث کیا گیا ہے اسکا اعتقاد رکھنا اسکی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس کے کرنے والا کو منسوب الی الکفر کیا جاتا ہے یا تو بالاتفاق جیسے علی رض کے اندر حلول اللہ کا اعتقاد رکھنا یا مع الاختلاف جیسے خلق قرآن کا اعتقاد کرنا۔ آئندہ پر

حل الكذب كما تقدم وقيل يقبل من لم يكن داعية الى بدعته لان تزيين بدعته قد يحمله على تحريف الروايات وتسويتها على ما يقتضي مذهبه وهذا في الاصح واغرب ابن حبان فادعى الاتفاق على قبول غير الداعية من غير تفصيل نعم الاكثر على قبول غير الداعية الا ان روى ما يقوى بدعته فيرد على المذهب المختار وبه صرح الحافظ ابو اسحق ابراهيم بن يعقوب الجوزجاني شيخ ابي داود والنسائي في كتابه معرفة الرجال فقال في وصف الرواة ومنهم زائغ عن الحق اي عن السنة صادق

ترجمہ حل کذب کا اعتقاد رکھتے جیسا کہ پہلے گزرا (تو وہ مقبول نہ ہوگی) اور بعض نے کہا کہ جو شخص اپنی بدعت کیطرف (علی الاعلان) بلانے والا نہو اس (کی حدیث) کو قبول کیا جائیگی (اور جو شخص اپنی بدعت کیطرف داعی ہو اسکی حدیث مقبول نہ ہوگی) کیونکہ اپنی بدعت کو خوشنما بنانے (کا خیال) کبھی اسکو تبدیل روایات پر اور اپنا مذہب جسکا مقتضی ہے اس پر روایات کو تطبیق کرنے پر برانگیختہ کر (سکتا) ہے اور یہ قول اصح میں ہے (یعنی یہی مذہب اصح ہے قال ابن الصلاح وہذا المذہب اعدل المذاہب واولاھا وہو قول اکثر العلماء وقال الجزری وہو المختار) اور ابن حبان نے ایک انوکھی بات لائی پس اس نے بغیر تفصیل کے غیر داعی کی (حدیث) قبول ہونے پر (علماء کا) اتفاق کا دعوی کر لیا (مع انہ لیس بصحیح) ہاں اکثر علماء غیر داعی (کی روایت) کو قبول کرنے پر ہیں لیکن اگر وہ ایسی حدیث روایت کرے جو کہ اسکی بدعت کی تقویت کرتی ہے تو مذہب مختار کی بنا پر اسکی روایت مردود ہوگی (لان التصریح یفوق الدلالۃ) حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی جو کہ امام ابوداود و نسائی کے شیخ ہے اس نے اپنی کتاب معرفۃ الرجال کے اندر اسی مذہب کی تصریح کی ہے پس اس نے راویوں کے بیان میں فرمایا کہ اور انمیں سے بعض حق یعنی سنت سے ٹیڑھا ہے اور زبان کا سچا ہے (یعنے روایت میں سچا ہے اور وہ داعی الی البدعت بھی نہیں ہے)۔

تشریح صفحۂ گذشتہ:۔ ۵۳ قولہ وہو بعید الخ ابن الصلاحؒ نے فرمایا کہ یہ بات ائمہ حدیث سے جو شائع ذائع ہے اس سے بعید ہے کیونکہ ان کی کتابیں غیر داعی مبتدعین کی روایت سے بھری ہوئی ہیں اور صحیحین میں بھی بہت ساری حدیثیں شواہد واصول میں ہیں انتہی ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کی کتابوں میں مبتدعین کی جو روایتیں ہیں بعید نہیں کہ محدثین انکی بدعت پر مطلع نہ ہونیکی وجہ سے یہ ہوئی اس بات میں وہ لوگ معذور ہیں کیونکہ جو برا اعتقاد ہے وہ تو مخفی ہے اور حکم بظاہر ملازمت تقوی کے سبب لگایا جاتا ہے انتہی ۔ علامہ عبد اللہ ٹونکیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے جو احتمال ذکر کیا ہے وہ انتہی درجہ کی بعید ہے کیونکہ ساری امت صحیحین کی حدیث مقبول ہونے پر متفق ہیں اور اگر یہ احتمال (انکی حدیث میں بھی) جاری ہوئے تو ان دونوں کی فضیلت دوسری کتابوں پر نہوگی اور یہ خلاف اجماع ہے اور ان دونوں کتابیں کی فضیلت تو صرف ان کے مصنفین کی کثرت اطلاع علی احوال الرواۃ اور روایت کرنے میں زیادہ تفتیش و تلاش کرنے ہی کے سبب ہے ۱۲ ع ب ۵۴ قولہ واکثر ما علل الخ قیل ہذا دلیل واحد فما معنی کثرۃ فضلا عن الاکثریۃ اجیب بان الاکثریۃ باعتبار کثرۃ المستدلین وکثرۃ استدلالہم وتلفظہم فیما بینہم فلو قال بدل قولہ اکثر اقوی لکان اولی ۱۲ شرح الشرح

۵۵ قولہ وقیل یقبل مطلقا الخ یعنی چاہے وہ داعی الی البدعۃ ہو یا نہ لیکن شرط یہ کہ اپنے مذہب کی تائید کیلئے حل کذب کا معتقد نہو — ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر حل کذب کا معتقد ہو تو کافر ہی ہے اور ہمارا مفروض وہ ہے جسکی بدعت کفر کا مقتضی ہو۔ آئندہ پر

أو لذهاب[1] بصره أو لاحتراق كتبه أو عدمها بأن كان يعتمدها فرجع إلى حفظه فساء فهذا هو المختلط والحكم فيه[2] أن ما حدث به قبل الاختلاط إذا تميز قبل وإذا لم يتميز توقف فيه وكذا من اشتبه الأمر فيه وإنما يعرف ذلك باعتبار[3] الآخذين عنه ومتى[4] توبع السيئ الحفظ بمعتبر كأن يكون فوقه أو مثله لا دونه وكذا المختلط

ترجمہ یا اس کی بینائی چلی جانے یا اس کی کتابیں جل جانے یا کتابیں معدوم ہو جانے کی وجہ سے (طاری ہوئے) بایں طور کہ وہ اپنی کتابوں پر اعتماد کرتا تھا (اور بینائی چلی جانے یا کتابیں جل جانے یا مفقود ہو جانیکی وجہ سے) پس اسکا اعتماد اپنے حفظ کی طرف لوٹا تو اسکا حافظہ برا ہو گیا (اور روایت کرنے میں غلطیاں کرنے لگے) تو وہ راوی مختلط (ای فاسد العقل) ہے اور اس مختلط کے بارے میں حکم یہ کہ اس نے جن حدیثوں کو قبل الاختلاط بیان کیا ہے جبکہ وہ (بعد الاختلاط روایت کی ہوئی حدیثوں سے) تمیز ہو تو وہ (قبل الاختلاط کی روایتیں) مقبول ہونگی اور جبکہ وہ تمیز نہ ہو تو اسکے (قبول وعدم قبول) کے بارے میں توقف کیا جائیگا اور ایسا ہی اس شخص کے بارے میں بھی توقف کیا جائیگا جسکے بارے میں معاملہ مشتبہ ہو جائے (کہ وہ مختلط ہے یا نہیں یا اس نے بعد الاختلاط روایت کی ہے یا نہیں) اور جز این نیست کہ اسکے زمانہ تحدیث اس سے (حدیث) اخذ کرنیوالوں کے اعتبار سے معلوم کیا جائیگا اور جبکہ سئی الحفظ راوی (یعنی شاذ) کا متابع کسی معتبر راوی سے لایا جائے مثلاً وہ راوی معتبر اس سے اعلیٰ ہو یا اس کے مثل ہو نہ کہ اس سے ادنی اور ایسا ہی اس راوی مختلط کا (متابع ذکر کیا جائے)

تشریح [1] قولہ او لذهاب بصره الخ اس سے مراد وہ راوی ہے جو کہ اپنے محفوظ احادیث کے بارے میں نظر الی الکتاب کا معتاد تھا اور بینائی چلی جانے کے بعد صرف حفظ پر اسکا اعتماد ہو گیا لہذا اب اس کے حافظہ میں خلل آگیا ۱۲ ملخص شرح الشرح [2] قولہ والحکم فیہ الخ اس میں چار احتمال ہیں کہ یا تو معلوم ہو کہ اس نے صرف قبل الاختلاط روایت کی ہے یا صرف بعد الاختلاط روایت کی ہے یا تو دونوں حالت میں روایت کی یا اس کی روایت کرنیکا زمانہ ہی بالکل معلوم نہ ہو اول صورت بلا شبہ مقبول ہے اور ثانی بلا شبہ مردود ہے اور تیسری صورت میں اگر قبل الاختلاط کی روایت بعد الاختلاط کی روایت سے تمیز ہو تو قبل الاختلاط کی روایت مقبول ہوگی اور بعد الاختلاط کی روایت مردود ہوگی اور اگر قبل الاختلاط کی روایت بعد الاختلاط کی روایت سے تمیز نہ ہو تو اسکی روایتوں کے بارے میں توقف کیا جائیگا اور چوتھی صورت میں بھی توقف کیا جائیگا ۱۲ عب مع زیادۃ [3] قولہ باعتبار الآخذین الخ جسکے آخر عمر میں اختلاط ہوا مثلاً عطاء ہے اور آپ سے قبل الاختلاط سننے والوں میں سے شعبہ وسفیان ثوری ہیں اور بعد الاختلاط سننے والوں میں جریر بن عبد الحمید ہے اور دونوں حالتوں میں سننے والوں میں ابو عوانہ ہے پس عطاء سے ابو عوانہ کی جو روایت ہے وہ حجت نہ ہوگی ۱۲ شرح الشرح [4] قولہ ومتی توبع قولہ بمعتبر بفتح الموحدة علی انہ اسم مفعول من الاعتبار اور اعتبار کہا جاتا ہے راوی متفرد کا کوئی متابع تلاش کرنا اور تلاش کے بعد جسکو ملے اسکو اگرچہ اصطلاح میں متابع (بالکسر) کہا جاتا ہے لیکن شاید یہاں پر مصنف نے اسکو معتبر (بالمعنی اللغوی) سے تعبیر کیا ہے اور معتبر سے معنی عرفی یعنی قابل اعتبار شخص مراد نہیں ورنہ قولہ مثلہ سے اعتراض وارد ہوگا کہ جبکہ راوی سیئ الحفظ وہ غیر معتبر ہے تو اسکا مثل جو ہے وہ کیسے معتبر ہو سکتا ہے ۱۲ عب مع زیادۃ [5] قولہ وکذا المختلط الخ المختلط بکسر اللام علی انہ اسم فاعل من الاختلاط یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ سیئ الحفظ کے بعد پھر مختلط کا ذکر یہ بلا فائدہ ہے کیونکہ وہ دو قسم ہیں شاذ و مختلط اب جبکہ - آئندہ پر

الذی لایتمیز والمستور والاسناد المرسَل وکذا المدلس اذا لم یعرف المحذوف منه صار حدیثهم حسنا لا لذاته بل وصف بذالك باعتبار المجموع من المتابِع والمتابَع لان کل واحد منهم باحتمال کون روایته صوابا او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعتبرین روایة موافقة لاحدهم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین ودل ذالك علی ان الحدیث محفوظ فارتقی من درجة التوقف الی درجة القبول واللہ اعلم

ترجمہ جبکی حدیث (بعد الاختلاط روایت کی ہوئی حدیثوں سے) تمیز نہیں ہوتی ہے اور (ایسا ہی) مستور کا (متابِع) اور اسناد مرسل (کے راوی) کا (متابع) اور ایسا ہی اسناد مدلّس (کے راوی) کا (متابع اگر ذکر کیا جائے) جبکہ محذوف من الاسناد نہ معلوم ہو (فان عرف کان حکمہ کغیر المدلس) تو ان (تمام مذکورین) کی حدیث حسن ہوگی (لیکن) لذاتہ نہیں بلکہ حسن کیساتھ اسکو موصوف کرنا متابِع (بالکسر) اور متابَع (بالفتح) کے مجموعہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ ان (مذکورین) میں سے ہر ایک بسبب احتمال ہونے کہ اسکی روایت صواب یا غیر صواب ہو ایک برابر حد پر ہیں (یعنی جانب صواب یا جانب غیر صواب کسی کی ترجیح نہیں ہوسکتی) پس جبکہ معتبر اشخاص کی جانب سے ایسی روایت آئیں جو کہ ان میں سے کسی کا موافق ہو تو مذکورہ دونوں احتمال میں سے ایک جانب کی ترجیح ہوگی (وہو کونہ صوابا) اور اور یہ موافقت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وہ حدیث محفوظ (عن الخطا) ہے پس وہ حدیث درجۂ توقف سے درجۂ قبول تک چڑھ گئی۔ واللہ اعلم

تشریح صفحہ گذشتہ: ۔مختلط سیئ الحفظ کی ایک قسم ہے تو پھر اسکو علیحدہ ذکر کرنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی بعض نے اسکا جواب دیا کہ سیئ الحفظ سے صرف اس کی قسم اول یعنی شاذ مراد ہے اس لئے بعد میں قسم دوم یعنی مختلط کا ذکر کیا ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مختلط کی قسم جس میں قبل الاختلاط کی روایت بعد الاختلاط کی روایت سے متمیز ہو وہ مقبول ہونے میں متابع کی ضرورت نہیں لیکن جبکہ مطلقا سیئ الحفظ کے متابع کا ذکر کیا تو صورت مذکورہ کے داخل ہونے کا بھی وہم ہوتا ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے وکذا المختلط الخ کا ذکر کیا یعنی راوی مختلط کی صرف وہی روایت مقبول ہونے میں متابع کی طرف محتاج ہے جس میں قبل الاختلاط کی روایت بعد الاختلاط کی روایت سے متمیز نہ ہو پس کلام ہذا سے یہ ظاہر ہوا کہ سیئ الحفظ کے اندر صرف قسم اول یعنی جسکا بد حافظہ ہمیشہ سے ہے وہ داخل رہا ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ھذا: ۔ ۱؎ قولہ المرسل بفتح السین وکذا المدلس بفتح اللام علی صیغۃ المفعول پس یہ دونوں اسناد کی صفت ہوگی اور قولہ الاسناد کے قبل مضاف محذوف ہے ای راوی الاسناد ۱۲ ش۔

ومع ارتقائه الی درجة القبول فهو منحط عن رتبة الحسن لذاته وربما توقف[۵۱] بعضهم عن اطلاق اسم الحسن علیه وقد انقضی[۵۲] ما یتعلق بالمتن من حیث القبول والرد ثم الاسناد وهو[۵۳] الطریق الموصلة الی المتن والمتن هو[۵۴] غایة ما ینتهی الیه الاسناد من الکلام وهو اما ان ینتهی الی النبی صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه وسلم ویقتضی[۵۵] لفظه اما تصریحًا او حکمًا ان المنقول بذلک الاسناد من قوله صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه وسلم او من فعله او من تقریره مثال المرفوع من القول تصریحًا ان یقول الصحابی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه وسلم یقول کذا او حدثنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه وسلم بکذا ۔

ترجمہ اور وہ درجہ قبول تک پڑھنے کے باوجود (بھی) وہ حسن لذاتہ کے رتبہ سے گھٹتی ہوئی ہے اور ربما اوقات بعض محدثین نے اس (قسم حدیث) پر اسم حسن اطلاق کرنے سے توقف کیا ہے اور بیشک جو مباحث قبول ورد کے اعتبار سے متن حدیث کیساتھ متعلق ہیں وہ ختم ہو گئے پھر اسناد اور وہ اسی طریق (کا نام) ہے جو کہ متن تک پہونچانے والا ہے اور متن وہ غایت ہے یعنی جس کلام تک اسناد منتہی ہو (من الکلام یہ ما کا بیان ہے اور غایت سے مراد کلام ہی ہے اور غایت کی اضافت ما ینتہی کیطرف بیانیہ کے قبیل میں سے ہے)) اور اسناد یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوگا اور اسکا (یعنی متن حدیث کا) تلفظ صریحاً یا حکماً یہ مقتضی ہو کہ اس اسناد سے جو منقول ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر (کی جنس) میں سے ہے (پس اس قسم کو حدیث مرفوع کہتے ہیں) مرفوع من القول صریحاً کی مثال یہ کہ صحابی کہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کذا یا حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا ۱۲ ۔

تشریح [۵۱] قولہ ربما توقف بعضهم الخ یعنی بعض محدثین نے اسکو مطلقاً حسن کہنے سے توقف کیا کیونکہ بلا قید لغیرہ مطلقاً حسن کہنے سے حسن لذاتہ کیطرف لوٹتی ہے لانہ الفرد الاکمل حالانکہ وہ حسن لغیرہ ہے یہ مطلب نہیں کہ بعض نے اسکو حسن لغیرہ بھی کہنے سے توقف کیا ۱۲ منہ [۵۲] قولہ وقد انقضی الخ وبقی ما یتعلق بالاسناد من حیث انہ ینتهی الی النبی صلی اللّٰه علیه او الی الصحابة او الی غیرهم ولما کان ما یتعلق بالمتن مقدم علی ما یتعلق بالسند لانہ المقصود بالذات والاسناد انما ہو وسیلة الیه قال ثم الاسناد الخ اشارة الی تاخره رتبة معنی وان کان مقدمًا علی المتن لفظًا ۱۲ اشرف الشرح [۵۳] قولہ وهو الطریق الموصلة الخ اسناد اور متن کی جو تعریف یہاں مذکور ہے وہ تعریف ۔ تعریف لفظی ہے لہذا لزوم دور کا اشکال مندفع ہے ۱۲ ع [۵۴] قولہ غایة ما ینتهی الیه الاسناد من الکلام الخ ظاہر یہ کہ لفظ غایۃ یہاں زائد ہے معنی یہ کہ جس کلام تک اسناد ختم ہوتا ہے اسکو متن کہا جاتا ہے اور کلام سے مراد کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ کلام جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب و بیداری کی حالت میں آپکے احوال افعال وحرکات سکنات اور آپکی تقریرات پر مشتمل ہو اور صحابہ کرام اور ان کے بعد والے کا کلام اور وہ کلام جو کہ ان کے احوال افعال کے بیان پر مشتمل ہو ۱۲ ملخص سنجم النسرے ۔

او یقول هو او غیره قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم کذا او عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم انہ قال کذا او نحو ذالک و مثال المرفوع من الفعل تصریحا ان یقول الصحابی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم فعل کذا او یقول هو او غیره کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم یفعل کذا و مثال المرفوع من التقریر تصریحا ان یقول الصحابی فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم کذا او یقول هو او غیره فعل فلان بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم کذا و لا یذکر انکاره لذالک و مثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ما یقول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتہاد فیہ و لا لہ تعلق ببیان لغۃ او شرح غریب۔

ترجمہ یا تو خود صحابی یا اس کے غیر کوئی (کالتابعی) کہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کذا یا اس کے مثل (دوسرا کوئی الفاظ استعمال کرے) مرفوع من الفعل صریحا کی مثال یہ کہ صحابی کہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا یا تو صحابی یا اس کے علاوہ دوسرا کوئی (کالتابعی) کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے اور مرفوع من التقریر صریحا کی مثال، یہ کہ صحابی کہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا ہی کیا یا تو صحابی یا اس کے علاوہ دوسرا کوئی (کالتابعی) کہے کہ فلاں شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا کیا ہے اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو انکار کرنیکا ذکر نہ کرے (بلکہ انکار نہ کرنیکا ذکر ہونا چاہئے) اور مرفوع من القول حکما لا صریحا کی مثال یہ کہ جس صحابی نے اسرائیلیات سے کچھ علم اخذ نہیں کیا وہ (ایسی حدیث) کہے جس کے اندر اجتہاد کا مجال و دخل نہیں اور نہ اسکا تعلق بیان لغت یا لفظ غریب کی تفسیر سے ہے ۱۲

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ ؏ قولہ ویقتضی تلفظہ الخ ای تلفظ الحدیث ای متنہ و قال محش ہو عطف تفسیر لقولہ ینتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ضمیر تلفظہ عائد الی الاسناد و لو لم یذکرہ و یقول یقتضی ای الاسناد و لکان صحیحا انتہی و ضعفہ لا یخفی اذ الانتہاء لا یتنوع بالتصریح والحکم بل تلفظ المتن یدل علیہما ۱۲ ش

صفحہ ھٰذا :۔ ۱ قولہ لم یأخذ عن الاسرائیلیات الخ یعنی جس نے کتب بنی اسرائیل یا ان کے منہ سے کچھ علم حاصل نہیں کیا اس قید سے وہ صحابی احتراز ہو گیا جو کہ نظر فی الاسرائیلیات سے معروف ہے مثلا عبد اللہ بن سلام و عبد اللہ بن عمرو بن العاص کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو جنگ یرموک کے واقعہ میں اہل کتاب کی بہت کتابیں مل گئیں تھیں اور اس سے وہ امور مغیبہ کے بارے میں خبر دیتے تھے حتی کہ آپ کے بعض اصحاب بسا اوقات یہ کہتا تھا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بیان کیجئے اور صحیفہ سے ہمکو کچھ نہ فرمائیں ذکرہ السخاوی پس اسکا قول حکما مرفوع نہ ہوگا لقوۃ الاحتمال ۱۲

شرح الشرح

كالاخبار عن الامور الماضية من بدء[۵۱] الخلق واخبار الانبياء عليهم السلام او الآتية كالملاحم والفتن واحوال يوم القيامة وكذا الاخبار عما يحصل بفعله ثواب[۵۲] مخصوص او عقاب مخصوص وانما كان له حكم المرفوع لان اخباره بذالك يقتضي مخبرا له وما لا مجال للاجتهاد فيه يقتضي موقفا للقائل به ولا موقف للصحابة الا النبي صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم او بعض من يخبر عن الكتب القديمة فلهذا وقع الاحتراز عن القسم الثاني واذا كان كذالك فله حكم ما لو قال قال رسول الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم فهو مرفوع سواء[۵۳] كان مما سمعه منه او عنه بواسطة ومثال المرفوع من الفعل حكما ان يفعل الصحابي ما لا مجال للاجتهاد فيه

ترجمہ مثلاً امور ماضیہ یعنی بدء خلق اور اخبار انبیاء علیہم السلام (وغیرہ) کے بارے میں خبر دینا یا امور آتیہ کے بارے میں (خبر دینا) مثلاً لڑائیاں اور مصیبتیں اور روز قیامت کے احوال (اور جنت دوزخ کے احوال کے بارے میں خبر دینا) اور ایسا ہی خبر دینا اس کام کے بارے میں جس کے کرنے سے مخصوص ثواب یا مخصوص عقاب حاصل ہوگا اور جز این نیست کہ اس حدیث کو حکم مرفوع حاصل ہے کیونکہ صحابی اسکا خبر دینا اس کے لئے کوئی مخبر ہونے کو تقاضا کرتا ہے اور جس کے اندر قیاس واجتہاد کا مجال نہیں وہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کے قائل کیلئے کوئی موقف ومعلم ہو اور صحابہ کرام کے لئے کوئی موقف ومعلم نہیں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یا ان میں کا بعض جو کہ کتب قدیمہ کے بارے میں خبر دیتے ہیں پس اسی (حصر موقف در دو قسم کی) وجہ سے قسم ثانی (دہو بعض من یخبر عن الکتب القدیمۃ) سے احتراز واقع ہوا (کیونکہ یہاں تو صرف اس صحابی کے بارے میں کلام ہے جس نے اسرائیلیات سے کچھ علم حاصل نہیں کیا لہٰذا آپ موقف صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے) اور جبکہ معاملہ ایسا ہی ہو تو اسی (قول صحابی) کو اس قول کا حکم ہے کہ اگر وہ کہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کذا) پس وہ قول مرفوع ہے چاہے وہ صحابی ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بلا واسطہ) یا (انمیں سے ہو جنہوں نے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ اس حدیث کو سنا ہے اور مرفوع من الفعل حکما کی مثال یہ کہ صحابی ایسا کام کرے جس کے اندر اجتہاد کا مجال نہیں۔

تشریح [۵۱] قولہ من بدء الخلق الخ یعنی اس کے متعلق خبر دینا کہ زمین آسمان کی خلقت سے پہلے اولاً کسکو پیدا کیا کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم حین سئل عنہ کان اللہ ولم یکن شئ قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض وکتب فی الذکر کل شئ انتہی لفظ الحدیث فالماء والعرش خلقا قبل السموات والارضین فالعرش علی الماء والماء علی متن الریح والریح قائمۃ بقدرۃ الکاملۃ والذکر عبارۃ عن اللوح المحفوظ والملاحم بفتح المیم جمع ملحم وہو المقتل والمراد بہا الحروب ۱۲ شرح الشرح [۵۲] قولہ ثواب مخصوص او عقاب مخصوص الخ قید مخصوص سے اس لئے مقید کیا کہ فعل خیر پر مطلقاً ثواب ہونا اور فعل شر پر مطلقاً عقاب ہونے میں اجتہاد کا دخل ہے بخلاف ثواب وعقاب میں تحدید کرنا کہ وہ صرف وحی ہی سے معلوم ہو سکتا ہے ۱۲ شرح الشرح [۵۳] قولہ سواء کان مما سمعہ منہ الخ کلمۃ من اتصال کے لئے اور کلمۃ عن انقطاع کیلئے مستعمل ہے پس جبکہ سمعت منہ کہا جائے تو یہ سماع بلا واسطہ ہے۔ آئندہ پر

فینزل علی ان ذالك عنده عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کما قال الشافعی فی صلوٰۃ علی کرم اللہ وجہہ فی الکسوف فی کل رکعۃ اکثر من رکوعین ومثال المرفوع من التقریر حکما ان یخبر الصحابی انہم کانوا یفعلون فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کذا فانہ یکون لہ حکم المرفوع من جہۃ ان الظاہر اطلاعہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم علی ذالك لتوفر دواعیہم علی سوالہ عن امور دینہم ولان ذالك الزمان زمان نزول الوحی فلا یقع من الصحابۃ فعل شیٔ ویستمرون علیہ الا وھو غیر ممنوع الفعل واستدل جابر ابن عبد اللہ وابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی جواز العزل بانہم کانوا یفعلونہ والقرآن ینزل ولو کان مما ینہی عنہ لنہی عنہ القرآن

ترجمہ اسکو محمول کیا جائیگا اس پر کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے پاس (حاصل) ہے (تحسیناً للظن بالصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسا کہ امام شافعیؒ نے کسوف شمس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ ہر رکعت میں دو سے زائد رکوع ہیں (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ صلوٰۃ کسوف میں دو سے زائد رکوع کیا تو امام شافعیؒ نے اس فعل کو حکم مرفوع پر محمول کیا) اور مرفوع من التقریر حکماً کی مثال یہ کہ صحابی خبر دیوے کہ بیشک وہ (ای الصحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے پس تحقیق کہ اس کے لیے حکم مرفوع ہوگا اس اعتبار سے کہ اس کام پر آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اطلاع دلانا ہی ظاہر ہے بسبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے امور دین کے بارے سوال کرنے پر انکے دواعی واسباب کامل وکثیر ہونیکے اور اسلئے کہ وہ زمانہ نزول وحی کا زمانہ ہے پس صحابہ کرام سے کسی چیز کا فعل واقع نہیں ہوگا اور وہ لوگ اس پر مداومت نہیں کرینگے مگر کہ وہ فعل غیر ممنوع الفعل ہے اور بیشک حضرت جابر بن عبد اللہ و ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواز عزل پر اسی سے استدلال کیا ہے کہ وہ لوگ عزل کرتے تھے حالانکہ قرآن نازل ہو رہا ہے اور اگر یہ فعل اس قبیل میں سے ہوتا کہ اس سے روکا جائے تو البتہ اس سے قرآن منع کرتا ۱۲

تشریح بقیہ گذشتہ:۔ اور جبکہ سمعت عنہ کہا جائے تو یہ سماع بالواسطہ ہے اور یہ بلا واسطہ سماع کا بھی احتمال رکھتا ہے خلاصہ یہ کہ صحابہ کرام کو صیغۂ تدلیس ضرر دہ نہیں کیونکہ صحابہ کرام سب ہی عادل، ثقہ ومحفوظ ہیں ۱۲ شرح الشرح صفحہ ھذا:۔ لہ قولہ کما قال الشافعیؒ الخ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ شاید شافعی کے مذہب میں یہ ایک قول ہے ورنہ آپکا مذہب مشہور اور یہ امام مالکؒ واحمدؒ کا بھی قول ہے کہ صلوٰۃ کسوف کی ہر رکعت کے اندر دو رکوع ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک رکوع ہے مذہب شافعیؒ کی مشہور کتاب الانوار میں ہے کہ صلوٰۃ کسوف وخسوف کم ازکم دو رکعت ہیں اور ہر رکعت کے اندر دو قیام و دو رکوع ہیں اور اسپر زیادت نہ کیجائیں اور اگر عمداً اس پر (یعنی دو قیام و دو رکوع پر) زیادت کرے تو نماز باطل ہو جائیگی اور اس سے کم بھی نہ کرے اور اگر عمداً کر دے تو تدارک کرے انتہی بعض نے تناقض کا یہ جواب دیا کہ ممکن ہے کہ مصنفؒ نے جو قول نقل کیا ہے یہ آپکا قول قدیم ہے اور الانوار کے اندر جو مذکور ہے یہ آپکا قول جدید ہے اور انکا عمل قول جدید ہی پر ہے ۱۲ عب ۲ہ قولہ لتمرون علیہ الخ اس میں اشارہ ہے اس بات کیطرف کہ اگر کوئی فعل صحابہ کرام سے علی وجہ الندرت واقع ہوے یا ایسی جگہ میں واقع ہوے کہ اس پر غالباً مطلع نہیں ہو سکتے ہیں تو یہ فعل حکم مرفوع میں نہ ہوگا کالصلوٰۃ خلف عمرو بن ابی سلمۃ صغیراً ۱۲ عب ۳ہ قولہ مما ینہی عنہ الخ فیہ اشارۃ لطیفۃ الی ان ہذا کا۔ تقریر ربانی فان اللہ حبب الیہم الایمان

۴ وزینہ فی قلوبہم وکرہ الیہم الکفر والفسوق والعصیان وارتضاہم لصحبۃ نبیہ واختارہم لتقویۃ دینہ وجعلہم خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر

ویلتحق بقولی حکماً ما ورد بصیغۃ الکنایۃ فی موضع الصّیغ الصّریحۃ بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کقول التابعی[1] عن الصحابی یرفع الحدیث او یرویہ اوینمیہ او روایۃ اویبلغ بہ او رواہ وقد یقتصرون علی القول مع حذف القائل ویریدون بہ النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کقول ابن سیرین عن ابی ھریرۃ قال قال تقاتلون قومًا[2] الحدیث وفی کلام الخطیب انہ اصطلاح خاص

ترجمہ : اور (حدیث) قولی (مرفوع) حکماً کیساتھ اس کو (بھی) ملحق کی جائے گی جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہونے میں صریح صیغوں کے بجائے صیغۂ کنایہ سے وارد ہوئی (یعنی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہنے کے بجائے الفاظ کنائی استعمال کرے) مثلاً صحابی سے نقل کرتے ہوئے تابعی کا کہنا کہ یرفع الحدیث (ای الصحابی) او یرویہ او ینمیہ (ای ینسبہ) او روایۃ (ای قالہ روایۃ) او یبلغ بہ (ای الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) او رواہ ۔ اور کبھی وہ لوگ (یعنی صحابۂ کرام) قائل کو حذف کرکے (صرف) قول پر اختصار کرتے ہیں اور اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں ۔ کقول ابن سیرین عن ابی ہریرۃ رضی قال قال تقاتلون قومًا الحدیث (ای اقرأ الحدیث الی آخرہ) اور خطیب کے کلام میں (یہ پتہ ملتا) ہے کہ یہ (یعنی حذف قائل) ایک اصطلاح ہے جو کہ اہل بصرہ کے ساتھ مختص ہے

تشریح : [1] قولہ کقول التابعی عن الصحابی یرفع الحدیث کحدیث سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی الشفاء فی ثلاثۃ، شربۃ عسل وشرطۃ محجم وکیۃ نار، وانہی امتی عن الکی رفع الحدیث او ینمیہ کحدیث مالک عن ابی حازم عن سھل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل یدہ الیمنی علی ذراعہ الیسریٰ قال ابوحازم لا اعلم الا انہ ینمی ذالک ۔ او روایۃ کحدیث سفیان عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ رضی روایۃ الفطرۃ خمس او یبلغ بہ کحدیث مسلم عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ رضی یبلغ بہ الناس تبع لقریش او رواہ وکانہ اقل استعمالا من المضارع والمصدر ولذا اخرہما ۱۲ شرح الشرح مع حذف الیسیر من البین ۔

[2] قولہ تقاتلون قومًا الحدیث الخ : تمامہ تقاتلون قومًا صغار الاعین تسوقونہم ثلاث مرات حتی تلحقوہم بجزیرۃ العرب فاما فی السیاقۃ الاولی فینجو من ھرب منہم واما فی الثانیۃ فینجو بعض ویہلک بعض ۔ واما فی الثالثۃ فیصطلمون اوکما قال ۔ انتہی ۔ وصغار الاعین الترک وجزیرۃ العرب ما احاط بہا بحر الحبشۃ وبحر فارس ودجلۃ والفرات واصطلم ای اھلک ۱۲ شرح الشرح ۔

باهل البصرة۔ ومن الصیغ المحتملة قول الصحابی من السنة کذا فالاکثر علی ان ذٰلك مرفوع ونقل ابن عبد البر فیه الاتفاق قال واذا قالها غیر الصحابی فکذٰلك ما لم یضفها الی صاحبها کسنة العمرین[1] وفی نقل الاتفاق نظر فعن الشافعی فی اصل المسئلة قولان وذهب الی انه غیر مرفوع ابو بکر الصیرفی من الشافعیة وابو بکر الرازی من الحنفیة وابن حزم من اهل الظاهر واحتجوا بان السنة تتردد بین النبی صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه وسلم وبین غیره واجیبوا بان احتمال ارادة غیر النبی صلی اللّٰه علیه وعلی اٰله وصحبه وسلم بعید وقد روی البخاری فی صحیحه فی حدیث ابن شهاب عن سالم بن عبد اللّٰه بن عمر عن ابیه فی قصته مع الحجاج حین قال له ان کنت ترید السنة فهجر بالصلوٰة۔

ترجمہ (ویحققہ ما قالہ ابن سیرین کل شیٔ حدثت عن ابی ہریرۃ رض فہو مرفوع) اور صیغ محتملہ (للرفع) میں سے صحابی کا قول کہ من السنۃ کذا (بھی) ہے۔ پس (محدثین وعلماء کا) اکثر اس پر ہیں کہ وہ مرفوع ہے۔ اور ابن عبد البر نے اس بارے میں (ای فی کونہ مرفوعا علماء کا) اتفاق نقل کیا ہے۔ فرمایا کہ اور جبکہ اس کو (ای من السنۃ کذا) غیر صحابی کہے تو ایسا ہی ہے (ای فہو مرفوع) جبکہ اس کو اس کے صاحب کی طرف منسوب نہ کرے مثلاً سنۃ العمرین (وغیرہ نہ کہے) اور (اس بارے میں) اتفاق نقل کرنے میں نظر ہے (کیونکہ) شافعیؒ سے اصل مسئلہ کے بارے میں دو قول ہے (قول قدیم میں یہ ہے کہ جبکہ صحابی یا تابعی سے یہ صادر ہو تو وہ مرفوع ہے پھر آپ اس سے رجوع کر لیا اور قول جدید میں یہ فرمایا کہ وہ مرفوع نہیں) اور وہ مرفوع نہ ہونے کی طرف ابو بکر صیرفی من الشافعیہ وابو بکر رازی من الحنفیہ و ابن حزم من اہل الظاہر (وہ سب حضرات) گئے ہیں۔ اور انہوں نے استدلال کیا اس سے کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غیر کے مابین متردد ہوتا ہے (یعنی جیسا کہ آپ کے طریقہ پر سنت کا اطلاق ہوتا ہے ویسا ہی آپ کے غیر کے طریقہ پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے کسنۃ الخلفاء وسنۃ الصحابۃ وغیر ذٰلک، لہٰذا مطلقاً سنت کہنے سے سنت رسول کا یقین نہیں ہو سکتا ہے) ان کو جواب دیئے گئے کہ رسول اللہ صلعم کا غیر مراد ہونے کا احتمال بعید ہے (مع عدم القرینۃ) اور بیشک روایت کیا ہے امام بخاریؒ اپنی صحیح میں حدیث ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ کے اندر اس کے اس واقعہ میں جو کہ حجاج بن یوسف کے ساتھ (پیش آیا) ہے جبکہ اس نے (یعنی سالم نے) حجاج بن یوسف کو کہا کہ اگر تو سنت کا ارادہ کرتا ہے تو جلدی نماز پڑھ لیا کر ۱۲

تشریح [1] قولہ کسنۃ العمرین الخ: ای ابی بکر وعمر وغلب عمر لکونہ اخف واخصر ولتقابلہ بالقرین لفظاً وان کان تغلیب القمر علی الشمس لکونہ مذکراً لفظاً واما ما اشتہر علی السنۃ العامۃ من قولہم اللّٰہم اید الاسلام باحد العمرین، المراد بہما عمر بن الخطاب رض وعمرو بن ہشام المکنی بابی الحکم فی الجاہلیۃ وکناہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بابی جہل فی الاسلام فلا اصل لہ بہذا اللفظ ۱۲ شرح الشرح۔

(باقی آئندہ)

قال ابن شہاب ۔ فقلت لسالم افعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم فقال وھل یعنون بذلک الا سنته فنقل سالم وھو احد الفقہاء السبعة من اھل المدینة واحد الحفاظ من التابعین عن الصحابة انھم اذا اطلقوا السنة لا یریدون بذلک الا سنة النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم ۔

ترجمہ : حضرت ابن شہاب زہری نے فرمایا کہ میں نے سالم کو کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کیا ہے تو سالم نے کہا کہ صحابہ کرام اس سے (یعنی سنت سے) مراد نہیں لیتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (یعنی سنت بول کر وہ لوگ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مراد لیتے ہیں۔) پس سالم نے صحابہ کرام سے نقل کیا کہ حضرات صحابہ کرام جبکہ سنت کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے مراد نہیں لیتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ۔ حالیکہ سالم اہل مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک اور حفاظ تابعین میں سے ایک ہے (لہٰذا آپ کا نقل غلط نہیں ہو سکتا)

تشریح (بقیہ گذشتہ) ؎۲ قولہ بعید الخ : یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مراد ہونیکا احتمال بعید ہے کیونکہ صحابہ کرام کے حال سے یہ ظاہر ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے کو مراد نہیں لیتے ہیں کیونکہ ان کا مقصود بیان شرع ہے اور اس لئے کہ سنت بظاہر شارع ہی کی طرف لوٹتی ہے اور اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اصل ہے اور آپکے غیر کی سنت فرع و تابع ہے پس ان کے کلام کو اصل پر محمول کرنا ہی اولٰی ہے اور سنت سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہونیکا شاہد بھی موجود ہے جسکو مصنف ؒ وقد روی البخاری الخ سے بیان فرمایا ہے ۱۲ علوی

؎۳ قولہ فی قصته مع الحجاج الخ : وھو ابن یوسف امیر مشھور من امراء عبد الملک بن مروان، قیل قتل مأة وعشرین الفا من الصحابة والتابعین والسادة والصالحین صبرا غیر ما قتل منھم فی المحاربة ۔ وقصته علی ما نقله السخاوی عن البخاری ان عام نزل بابن الزبیر سأل عبد اللہ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنھما کیف تصنع فی الموقف یوم عرفة فقال سالم ان کنت ترید السنة فھجر بالصلوٰة یوم عرفة فقال ابن عمر صدق انھم کانوا یجمعون بین الظھر والعصر فی السنة انتھی ۱۲ ملتقط من شرح الشرح

(صفحہ ھذا)

؎۱ قولہ احد الفقہاء السبعة الخ وھم ابن المسیب والقاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رض وعروة بن الزبیر وخارجة بن الزید وسلیمان بن یسار وعبید اللہ بن عتبة بن مسعود رض والسابع ابو سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف وقال ابن المبارک سالم بن عبد اللہ بن عمر رض وقال ابو الزناد ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام، فھؤلاء الفقہاء السبعة من اھل المدینة ۔ والحاصل انه نقله وھو احد الفقہاء السبعة علی خلاف واحد الحفاظ من التابعین بالاتفاق الخ ۱۲ شرح الشرح ۔

واما قول بعضهم ان كان مرفوعًا فلم لا يقولون فيه قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم فجوابه انهم تركوا الجزم بذلك تورعًا واحتياطًا ومن هذا قول ابى قلابة عن انس من السنة اذا تزوج البكر على الثيب اقام عندها سبعًا اخرجاه فى الصحيحين قال ابو قلابة لو شئت لقلت ان انسًا رفعه الى النبى صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم اى لو قلت لم اكذب لان قوله من السنة هذا معناه لكن ايراده بالصيغة التى ذكرها الصحابى اولى ومن ذلك قول الصحابى امرنا بكذا او نهينا عن كذا فالخلاف فيه كالخلاف فى الذى قبله لان مطلق ذلك ينصرف بظاهره الى من له الامر والنهى وهو الرسول صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم وخالف فى ذلك طائفة وتمسكوا باحتمال ان يكون المراد غيره كامر القرآن او الاجماع او بعض الخلفاء او الاستنباط واجيبوا بان الاصل هو الاول وما عداه محتمل لكنه بالنسبة

ترجمہ: اور بہرحال بعض خلف کا قول کہ اگر وہ (ای الحدیث الذی عبر عنہ بالسنۃ) مرفوع تھا تو کیوں وہ لوگ اس کے بارے میں قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے ہیں۔ پس اس کا جواب یہ کہ بیشک حضرات تابعین کرام اس پر جزم ویقین کرنے کو تورعًا واحتیاطًا ترک کر دیئے۔ اور اس قبیل میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابو قلابہ کا قول ہے کہ من السنۃ اذا تزوج البکر الثیب اقام عندہا سبعًا (یعنی کسی کے پاس ثیبہ عورت ہونے کے باوجود جبکہ کسی باکرہ عورت کو نکاح کرلے تو اولًا باکرہ کے پاس سات رات رہنے کے بعد قسمت شروع کرے) بخاری ومسلم نے اس حدیث کو صحیحین میں تخریج کیا۔ ابو قلابہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو البتہ کہہ سکتا ہوں کہ انس رضی اللہ عنہ اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے (یعنی اس کو مرفوعًا روایت کیا ہے) یعنی اگر میں (ایسا) کہوں تو میں جھوٹا نہیں ہوں گا کیونکہ صحابی کا قول من السنۃ اس کے معنی رفع ہی ہے لیکن صحابی نے جس صیغہ کو ذکر کیا ہے اسی صیغہ سے اس حدیث کو لانا (ہی) اولیٰ ہے اور ان (مرفوع حکمی کے قبیل) میں سے صحابی کا قول اُمرنا بکذا یا نہینا عن کذا (بھی) ہے پس اس کے بارے میں ایسا اختلاف ہے جیسا کہ اختلاف اس کے پہلے (ای قولہ من السنۃ کذا) کے اندر ہے (بعض کے نزدیک مرفوع نہیں اور جمہور کے نزدیک مرفوع ہے) کیونکہ امر ونہی کا مطلق بظاہر اس ذات کی طرف لوٹتا ہے جس کے لئے امر ونہی (کا حق) ہے وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امر ونہی تو حدیث مرفوع ہے لہٰذا یہ قول حکمًا مرفوع ہوگا)

اور ایک جماعت نے اس بارے میں مخالفت کی ہے (کہ ان کے نزدیک یہ مرفوع نہیں ہے) انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مراد ہونے کے احتمال سے استدلال کیا ہے۔ مثلًا امر قرآن یا امر اجماع یا امر بعض خلفا یا امر اجتہاد مراد ہو فاذا جاء الاحتمال فلا ینقطع بکون الامر ہو النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کو جواب دیئے گئے اس سے کہ اصل اوّل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہونا) ہی ہے اور اول کے ماسوا جو ہے وہ محتمل ہے لیکن اوّل کی نسبت سے مرجوح ہے (فلا یصار الی المرجوح مع وجود الراجح)

اِلَیہ مرجوح۔ وایضًا فمن کان فی طاعۃ رئیس اذا قال امرت لایفہم عنہ انّ امرہ الّا رئیسہ واما قول من قال یحتمل اَن یظن ما لیس بامر امرًا فلا اختصاص لہ بھذہ المسئلۃ بل ھو مذکور فیما لو صرح فقال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وسلم بکذا وھو احتمال ضعیف لِاَنّ الصحابی عدل[ل] عارف باللسان فلا یطلق ذٰلک اِلّا بعد التحقیق ومن ذٰلک قولہ[لہ] کنا نفعل کذا فلہ حکم الرفع ایضًا کما تقدم ومن ذٰلک اَن یحکم الصحابی علی فعل من الافعال بانّہ طاعۃ لِلّٰہ ولرسولہ او معصیۃ کقول عمّار من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصیٰ ابا القاسم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وسلم فلہ حکم الرفع ایضًا لِاَنّ الظاہر انّ ذٰلک مما تلقاہ عنہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وسلم۔

ترجمہ:۔ اور ایسا ہی جو شخص کسی سردار کی طاعت میں ہو وہ جب کہے کہ مجھے حکم کیا گیا تو اس کے قول سے یہ نہیں سمجھا جاتا ہے کہ اس کو حکم کرنے والا اس کے سردار کے علاوہ (دوسرا کوئی) ہے۔ اور بہر حال اس کا قول جس نے کہا کہ احتمال ہے کہ جو چیز حکم نہیں اس کو راوی حکم گمان کر لیوے (اور اپنے گمان کے موافق امرنا یا نہینا کہہ رہا ہے) اس قول کا تو اس مسئلہ کیساتھ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ وہ مذکور و متصور ہے اس صورت میں (بھی) کہ اگر راوی (امر کی) تصریح کر لیوے پس کہے کہ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا، اور یہ احتمال (بالکل) ضعیف ہے۔ کیونکہ صحابی عادل و عارف باللسان ہے۔ پس وہ اس کا (ای امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا) اطلاق نہیں کرے گا مگر بعد تحقیق کے (کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے) اور اس قبیل میں سے صحابی کا قول کہ کنا نفعل کذا (بھی) ہے۔ پس اس کیلئے بھی حکم رفع ہے جیسے گذرا ہے اور اس قبیل میں سے (یہ بھی) ہے کہ کاموں میں سے کسی کام پر صحابی حکم لگائے کہ وہ کام اللہ اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت ہے یا اللہ (اور آپ کے رسول) کی معصیت ہے جیسے عمار بن یاسر رض کا قول کہ من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصیٰ ابا القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی جس نے یوم شک میں روزہ رکھا اس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نافرمانی کیا) پس اس کے لئے بھی حکم رفع ہے۔ کیونکہ ظاہر یہ کہ وہ قول ان میں سے ہے جن کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول ماخوذ ہو وہ تو مرفوع ہے) ۱۲

حاشیہ: زر و معصیۃ ۱۲

تشریح

[ل] قولہ کنا نفعل کذا، الخ۔ ای بدون ذکرہ عہد النبی او زمانہ ولہ حکم المرفوع عند الحاکم والامام فخر الدین الرازی وموقوف عند جمہور المحدثین واصحاب الفقہ والاصول وکذا عند ابن الصلاح والخطیب ۱۲ عب

٭٭٭

أَوْ ينتهي غاية الإسناد إلى الصحابي كذلك أي مثل ما تقدم في كون اللفظ يقتضي التصريح[1] بأن المنقول هو من قول الصحابي أو من فعله أو من تقريره ولا يجيء فيه[1] جميع ما تقدم بل معظمه، والتشبيه لا يشترط فيه المساواة من كل جهة ولما كان هذا المختصر شاملاً لجميع أنواع علوم الحديث استطردت إلى تعريف الصحابي من هو فقلت وهو من لقي[2] النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم مؤمناً به ومات على الإسلام ولو تخللت ردة[3] في الأصح،

ترجمہ: یا تو آخر اسناد صحابی تک ایسا ہی منتہی ہوگا یعنی ماتقدم کے مانند لفظ حدیث اس کی تصریح کے متقضی ہوتے ہیں کہ (اسی اسناد سے) جو منقول ہے وہ صحابی کا قول یا اس کا فعل یا اس کی تقریر (کی جنس) میں سے ہے (تو اسے خبر موقوف کہا جاتا ہے) اور ماتقدم کی تمام قسمیں اس کے اندر متحقق نہیں ہوتی ہیں بلکہ اس کا اکثر (ایک اعتراض ہوتا ہے کہ کذالک کہنے سے تو تمام قسمیں متحقق ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اور تشبیہ کے اندر من کل الوجوہ برابر ہونا مشروط نہیں ہوتا ہے (لہٰذا اکثر قسموں میں مساوات ہونے سے کوئی اشکال نہیں ہوسکتا ہے) اور جبکہ یہ مختصر (کتاب) علوم حدیث کے تمام انواع کو شامل ہو لہٰذا اس میں اس مختصر کو تعریف صحابی کی طرف ہانکنا چاہا (یعنی اس کے اندر صحابی کی تعریف کرنے کا ارادہ کیا ہوں) کہ صحابی کون ہے پس میں نے کہا کہ صحابی وہ ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ کی ملاقات کی اور اسلام پر موت ہوئی۔ بقول اصح اگرچہ درمیان میں ردت متخلل ہوجائیں (تب بھی اسم صحابیت باقی رہے گا)

تشریح: [1] قولہ ولا یجیئ فیہ جمیع ماتقدم الخ: حاصل یہ کہ مرفوع کے تمام اقسام حقیقی وحکمی موقوف کے اندر متحقق نہیں کیونکہ جو نابعی اسرائیلیات سے کچھ علم حاصل نہیں کیا وہ اگر امور ماضیہ یا امور آتیہ کے بارے میں خبر دیوے تو وہ مرفوع ہوگی نہ موقوف۔ ایسا ہی اگر کسی کام پر مخصوص ثواب یا مخصوص عقاب کا حکم لگائے تو وہ بھی مرفوع ہوگا نہ کہ موقوف خلاصہ یہ کہ صحابہ کی طرف نظر کرکے جو حدیث مرفوع حکمی ہوگی اس کا اکثر بالنظر الی التابعی بھی مرفوع حکمی ہوگا ۱۲

[2] قولہ من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ: او رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حال کونہ مؤمناً ای بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبما جاء بہ من عند اللہ، قال السخاوی دخل فیہ من رآہ او امن بہ من الجن لانہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث الیہم قطعاً وہم مکلفون وفیہم العصاۃ والطائعون۔ ولہذا قال ابن حزم فی الاقضیۃ من المحلی قد اعلمنا اللہ تعالیٰ ان نفراً من الجن آمنوا وسمعوا القرآن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہم صحابۃ فضلاء وحینئذ یتعین ذکر من عرف منہم فی الصحابۃ ۱۲ شرح الشرح۔ [3] قولہ ولو تخللت ردۃ الخ: یہ شافعیؒ کے مذہب کے بنا پر ہے ورنہ ہمارے مذہب میں ردت سے اس کی صحبت باطل ہوجاتی ہے۔ ہاں رجوع الی الاسلام کے بعد اگر اس کو ثانیاً رویت حاصل ہو تو وہ صحابہ میں شمار ہوگا۔ اور یہ امام مالکؒ کا بھی مذہب ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جو شخص بحالت ایمان آپ کو دیکھنے کے بعد مرنے تک ایمان پر ثابت رہا وہ بالاتفاق صحابی ہے لیکن جو شخص درمیان میں مرتد ہوگیا اور آپ کے انتقال کے بعد پھر مسلمان ہوا وہ بمقتضی مذہب شوافع کے صحابی ہے۔ اور مصنفؒ چونکہ شافعی المذہب ہے اس لئے اپنے مذہب ہی کو اصح کہا ۱۲ شرح الشرح۔

والمراد باللقاء ما هو اعم من المجالسة والمماشاة ووصول احدهما الى الآخر وان لم يكالمه ويدخل فيه رؤية احدهما الآخر سواء كان ذلك بنفسه او بغيره والتعبير باللقی[1] اولى من قول بعضهم الصحابی من رای النبی صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وسلم لانه يخرج حينئذٍ ابن ام مكتوم ونحوه من العميان وهم صحابة بلا تردد واللقی فی هذا التعريف كالجنس ۔ وقولی مؤمنًا كالفصل يخرج من حصل له اللقاء المذكور لكن فی حال كونه كافرًا ۔ وقولی به فصل ثانی يخرج من لقيه مؤمنًا لكن بغيره من الانبياء لكن هل يخرج من لقيه مؤمنا بانه سيبعث ولم يدرك البعثة وفيه نظر ۔ وقولی مات على الاسلام فصل ثالث يخرج من ارتد بعد ان لقيه مؤمنًا ومات على الردة كعبيد الله بن جحش وابن خطل

ترجمہ : اور لقاء سے مراد وہ ہے جو کہ باہمی نشست و باہمی رفتار اور ایک دوسرے کی طرف پہنچ جانے سے عام ہے اگرچہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ اس نے گفتگو نہیں کی ۔ اور ایک دوسرے کو دیکھنا (بھی) اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے ۔ چاہیے کہ یہ دیکھنا بنفسہ (یعنی آپ کو دیکھنے کی نیت سے آپ کی طرف قصداً نظر کیا) ہو یا بغیرہ (یعنی دوسرے کو دیکھنا منظور تھا اور تبعاً اتفاقی طور پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر واقع ہو گئی) ہو اور لقاء (ای قولہ من لقی الخ) سے تعبیر کرنا اولیٰ ہے ۔ بعض اصولیین کے اس قول سے کہ صحابی وہ ہے کہ جس نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو (بحالت ایمان) دیکھا (اور ایسے اس کی وفات بھی ہوئی) کیونکہ اس وقت (ای حین اشتراط الرویۃ) حضرت ابن ام مکتوم اور اندھوں میں سے آپ کے مثل (وہ سب حضرات نکل جائیں گے (تعریف صحابی سے) حالانکہ وہ سب بلا شک صحابہ ہیں ۔ اور اس تعریف میں لقاء بمنزلہ جنس ہے اور میرا قول مؤمنا بمنزلہ فصل ہے (اس قید سے) وہ شخص نکل جاتا ہے جس کو لقاء مذکور حاصل ہوا لیکن وہ کافر ہونے کی حالت میں (ولو امن بعد وفاتہ علیہ السلام) اور میرا قول بہ فصل ثانی ہے (اس قید سے) وہ شخص نکل جاتا ہے جس نے بحالت ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی ہے لیکن انبیاء میں سے آپ کے سوا (دوسرے کسی نبی پر) پر (ایمان لانے ہوئے کاکثر اہل الکتاب) لیکن جس نے اس بات پر ایمان رکھنے کی حالت میں آپ کی ملاقات کی کہ آپ عنقریب مبعوث ہوں گے لیکن (زمانہ) بعثت نہیں پایا (کبحیرا الراہب) کیا وہ (تعریف صحابی) سے نکل جاتا ہے (یا نہیں) اس میں تردد ہے (راجح یہ کہ وہ صحابی نہیں) اور میرا قول ومات علی الاسلام فصل ثالث ہے (اس قید سے) وہ شخص نکل جاتا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بحالت ایمان ملاقات کرنے کے بعد مرتد ہو گیا اور ردت پر اس کی وفات ہوئی ۔ مثلاً عبداللہ بن جحش و ابن خطل ۔

تشریح [1] قولہ والتعبیر باللقی اولی الخ : اولیٰ کہا واجب نہیں کہا کیونکہ اس اشکال کے جواب میں یہ کہنا ممکن ہے کہ ایسے قول میں رویت کا ذکر اکثریت کے اعتبار سے ہے ۔ یا یہ کہا جائے کہ رویت سے مراد عام ہے چاہئے کہ رویت بالفعل ہو یا بالقوۃ یعنی اگر کوئی عائق نہ ہوتا تو وہ دیکھ سکتا ۔ بہر تقدیر مصنف کی تعریف تکلف سے خالی ہونے کی وجہ اولیٰ ہے ۱۲ ملخص شرح الشرح

وقولی ولو تخللت ردۃ ای بین لقیہ لہٗ مؤمنا بہ وبین موتہ علی الاسلام فان اسم الصحبۃ باقٍ لہٗ سواء رجع الی الاسلام فی حیوتہ او بعدہ وسواء لقیہ ثانیا ام لا وقولی فی الاصح اشارۃ الی الخلاف فی المسئلۃ ویدل علی رجحان الاول قصۃ الاشعث بن قیس فانہ کان ممن ارتد واُتی بہ الی ابی بکر الصدیق رض اسیرًا فعاد الی الاسلام فقبل منہ ذٰلک وزوجہ اختہ ولم یتخلف احدٌ عن ذکرہ فی الصحابۃ ولا عن تخریج احادیثہ فی المسانید وغیرھا تنبیھان اَحدھما لاخفاء فی رجحان رتبۃ من لازمہ صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم وقاتل معہٗ او قُتِل تحت رایتہٖ علی من لم یلازمہ اولم یحضر معہٗ مشھدا وعلی من کلمہ یسیرًا او ماشاہ قلیلاً او راٰہ علی بُعدٍ او فی حَال الطفولیۃ وان کان شرف الصحبۃ حاصلاً للجمیع ومن لیس لہٗ منھم سماع منہ فحدیثہ مرسل من حیث الروایۃ وھم مع ذٰلک معدودون فی الصحابۃ لمانالوہ من شرف الرؤیۃ۔

ترجمہ : اور میرا قول ولو تخللت ردۃ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ سے وہ ملاقات کرنے اور اسلام پر اس کی موت ہونے کے درمیان اگرچہ ردّت متخلل ہو جائیں (تب بھی کچھ ضرر نہیں) کیونکہ اسم صحبت اس کے لئے باقی ہے برابر ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام کی طرف رجوع کیا یا آپ کے بعد اور برابر ہے کہ (رجوع الی الاسلام کے بعد) دوسرا مرتبہ آپ سے ملاقات کیا یا نہیں۔ اور میرا قول فی الاصح، یہ اس مسئلہ کے اندر اختلاف کی طرف اشارہ ہے (لانہ تقتضی اَن یکون مقابلہ صحیحًا او ضعیفا) اور اول (ای بقاء اسم الصحبۃ) کی ترجیح پر اشعث بن قیس کا واقعہ دلالت کرتا ہے کیونکہ جو لوگ مرتد ہو گئے تھے وہ ان میں کا ایک ہے، اور اس کو قید کر کے ابوبکر صدیق رض کے پاس لایا گیا پس وہ اسلام کیطرف لوٹ آیا تو صدیق اکبر رض نے اس کی اسلام کو قبول کیا اور اپنی بہن کو اس کیساتھ نکاح کرا دیا۔ اور صحابہ کے اندر اس کا ذکر کرنے سے کوئی بھی متخلف نہ ہوا۔ اور نہ مسانید وغیرہا میں آپکی حدیثیں تخریج کرنے سے (کوئی متخلف ہوا) تنبیھان (یعنی یہ دو تنبیہ ہیں) دونوں میں سے ایک یہ کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہمیشہ رہا اور آپکے ساتھ ہو کر لڑائی کیا یا آپکے زیر علم مقتول ہوا۔ اس کا درجہ اس شخص پر راجح ہونے میں کوئی خفا نہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہمیشہ نہ رہا۔ یا آپکے ساتھ کسی مشہد و لڑائی میں حاضر نہ ہوا۔ اور اس شخص پر جس نے آپکے ساتھ قلیل گفتگو کی یا آپکے ساتھ قلیل رفتار کیا۔ یا آپکو دور سے یا حالت طفولیت (ای طفولیت نفسہٖ) میں دیکھا اگرچہ شرف صحبت تمامی کو حاصل ہے (لحصول اللقاء وعلیہ مدار الصحابیۃ) اور صحابہ میں سے جسکو آپ صلعم سے سماع نہیں (وہ جبکہ واسطہ حذف کر کے آپ سے روایت کرے) تو اس کی حدیث روایت کے اعتبار سے مرسل ہے (نہ کہ حکم کے اعتبار سے کیونکہ اس کی حدیث بالاتفاق مقبول ہے) وہ لوگ عدم سماع کے باوجود (بھی) صحابہ کے اندر شمار ہیں بوجہ اسکے جو انہوں نے حاصل کیا ہے یعنی شرف رؤیت (شرف رؤیت کے بجائے اگر شرف لقاء کہتا تو اولیٰ ہوتا۔ کیونکہ آپنے صحابی کی تعریف لقی الخ سے کی ہے نہ کہ من رائی سے)

تشریح : لہ قولہ ولم یتخلف احد عن ذکرہ فی الصحابۃ الخ مصنف رہ کے اس استدلال کا جواب دیا جائیگا (باقی آئندہ)

ثانيهما يعرف كونه[1] صحابيًا بالتواتر او الاستفاضة او الشهرة او باخبار بعض الصحابة او بعض ثقات التابعين او باخباره عن نفسه بانه صحابي اذا كانت دعواه ذلك تدخل[2] تحت الامكان وقد استشكل هذا الاخير[3] جماعة من حيث ان دعواه ذلك نظير دعوى من قال انا عدل ويحتاج الى تأمل

ترجمہ: اور ثانی تنبیہ یہ کہ صحابی صحابی ہونیکو پہچانا جاتاہے تواتر یا استفاضہ یا شہرت سے یا بعض صحابہ یا بعض ثقہ تابعین کے خبر دینے سے یا خود اپنے بارے میں یہ خبر دینے سے کہ وہ صحابی ہے جبکہ اس کی صحابیت کا دعویٰ تحت الامکان داخل ہو اور اس آخیر (صورت) کو (ای اخبارہ عن نفسہ بانہ صحابی کو) ایک جماعت (محدثین) نے اس اعتبار سے مشکل شمار کیا ہے کہ اس کی صحابیت کا دعویٰ اس شخص کا دعویٰ کی نظیر ہے جس نے کہا انا عدل (کہ میں عادل ہوں) کیونکہ ثبوت صحابیت مستلزم ثبوت عدالت ہے۔ پس اس قسم دعویٰ جبکہ مقبول نہیں تو صحابیت کا دعویٰ بھی مقبول نہ ہوگا) اور اس کا جواب محتاج الی التأمل ہے ۱۲

تشریح (بقیہ گذشتہ) کہ اشعث بن قیس کو جنہوں نے صحابہ میں ذکر کیا شاید ان کو اس کا ارتداد کا علم نہیں۔ یا تو وہ طبقۂ صحابہ میں ہونے کیوجہ سے اس کو صحابہ میں ذکر کردیا اگرچہ وہ زمنیۃً صحابی نہ ہو، اور جس نے اس کی حدیث تخریج کی اس میں تو یہ احتمال ہے کہ وہ اس کے حال سے واقف نہیں۔ یا تو وہ ایسی حدیث روایت کیا جس کو اشعث نے کسی صحابی سے نقل کیا ہے۔ او علی قول من یجوز التحمل فی الکفر والاداء فی الاسلام ۱۲ شرح الشرح۔

(تشریح صفحہ ھذا)

[1] قولہ ویعرف کونہ صحابیًا بالتواتر الخ، کابی بکر الصدیق رض المعنی یقولہ تعالیٰ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وسائر العشرۃ ذکرہ السخاوی، لکن الفرق بین الصدیق وغیرہ ان من انکر صحبۃ الصدیق کفر۔ لاستلزام انکار صحبتہ انکار نص القرآن المجمع علی انہ ہو المراد بہ بخلاف من انکر صحبۃ غیرہ۔ وقولہ او الاستفاضۃ او الشہرۃ المغایرۃ بینہما بان المستفیض یکون فی ابتدائہ وانتہائہ سواء والمشہور اعم من ذلک ۱۲ شرح الشرح۔

[2] قولہ تدخل تحت الامکان الخ یعنی اس کا دعویٰ امکان عادی اور امکان شرعی کے ماتحت داخل ہو پس جس نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سو سال بعد آپ کی صحبت کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر عمر میں اپنے صحابہ کو کہا، ارأیتکم لیلتکم ہذہ فانہ علی رأس مأۃ سنۃ منہا لا یبقی علی وجہ الارض ممن ہو الیوم علیہا احد۔ رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابن عمر رض ۱۲ کذا فی شرح الشرح۔

[3] قولہ ویحتاج الی تأمل الخ۔ ملا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ محل اشکال تو وہ ہے جبکہ مدعی صحبت مجہول الحال ہو اور جبکہ وہ ظاہر العدالت ہو تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ عادل کی خبر اس کی روایت کے بارے میں مقبول ہوتی ہے۔ ایسا ہی رؤیت کے بارے میں بھی اس کی خبر مقبول ہوگی ۱۲ شرح الشرح۔

٭ ٭ ٭

والثانی الموقوف وھو ماینتھی الی الصحابی والثالث المقطوع وھو ماینتھی الی التابعی ومن دون التابعی من اتباع التابعین فمن بعدھم فیہ ای فی التسمیۃ مثالہ ای مثل ماینتھی الی التابعی فی تسمیۃ جمیع ذٰلک مقطوعًا وان شئت قلت موقوف علی فلان فحصلت التفرقۃ فی الاصطلاح بین المقطوع والمنقطع فالمنقطع من مباحث الاسناد کما تقدم والمقطوع من مباحث المتن کما تری وقد اطلق بعضھم ھٰذا فی موضع ھٰذا او بالعکس تجوزا عن الاصطلاح ویقال للاخیرین[1] ای الموقوف والمقطوع الاثر ـ والمسند فی قول اھل الحدیث ھٰذا حدیث مسند ھو مرفوع صحابی[2] بسند ظاھرہ الاتصال

ترجمہ: اور قسم ثانی موقوف ہے اور یہ کہ جو اسناد صحابی تک منتہی ہوتی ہے اور قسم ثالث مقطوع ہے اور وہ یہ کہ جو تابعی اور انہیں تک جو کہ تابعی کے بعد ہیں یعنی اتباع تابعین، پس جو تابعین کے بعد ہیں (ان کی حدیث) اس کے اندر یعنی نام رکھنے میں اس کا مثل ہے اور اگر تو چاہے تو (فی التابعی ومن دونہ) کہہ سکتا ہے کہ موقوف علی فلان۔ پس مقطوع و منقطع کے درمیان اصطلاح کے اندر تفرقہ حاصل ہو گیا (کیونکہ مقطوع وہ حدیث ہے جس کا اسناد تابعی تک منتہی ہو چاہے اس کے اسناد میں سے کوئی راوی ساقط ہو یا نہ ہو۔ اور منقطع وہ حدیث ہے کہ جس کے اسناد سے کوئی ساقط ہو۔ چاہیے وہ اسناد تابعی تک منتہی ہو یا نہ پس دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے) پس منقطع مباحث اسناد میں سے ہے جیسا کہ گذرا۔ اور مقطوع مباحث متن میں سے ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے۔ اور بے شک بعض نے اس کی جگہ میں اس کو (یعنی مقطوع کی جگہ منقطع کو) یا بالعکس (یعنی منقطع کی جگہ مقطوع کو) بطور تجوز عن الاصطلاح اطلاق کر دیا ہے (یعنی معنی اصطلاحی سے تجاوز کر کے معنی لغوی کو مراد لیتے ہوئے ایک کو دوسرے کی جگہ اطلاق کر دیا ہے) اور اخیر دونوں یعنی موقوف و مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے۔ اور محدثین کا قول "ہٰذا حدیث مسند" میں جو مسند ہے وہ مرفوع صحابی ہے جو کہ ایسی سند سے (مروی) ہو جس کا ظاہر حال اتصال ہے۔

تشریح: [1] قولہ ویقال للاخیرین الخ: بے شک فقہاء کرام کلام سلف کے بارے میں اثر استعمال کرتے ہیں اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبر۔ اور بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ منقول ہے وہ حدیث اور خبر ہے اور اثر حدیث و خبر سے عام ہے (یعنی ماجاء عن النبی علیہ السلام وماجاء عن غیرہ پر اطلاق ہوتا ہے) وھو الاظھر ۱۲ شرح الشرح۔

[2] قولہ مرفوع صحابی الخ: مرفوع صحابی سے مراد یہ کہ صحابی سند کے اندر کسی کو نہ چھوڑے۔ اور مرفوع تابعی سے مراد یہ کہ تابعی صحابی کو درمیان سے چھوڑ دے۔ اور مرفوع تبع تابعی سے مراد یہ کہ وہ درمیان سے تابعی اور صحابی کو چھوڑ دے ۱۲ شرح الشرح

٭ ٭ ٭ ٭

فقولي مرفوع كالجنس وقولي صحابي كالفصل يخرج[1] ما رفعه التابعي فانه مرسل او من دونه فانه معضل او معلق[2]، وقولي ظاهره الاتصال يخرج ما ظاهره الانقطاع ۔ ويدخل[3] ما فيه الاحتمال وما يوجد فيه حقيقة الاتصال من باب الاولى ويفهم من التقييد بالظهور ان الانقطاع الخفي كعنعنة المدلس والمعاصر الذي لم يثبت لقيه لا يخرج الحديث عن كونه مسندا لاطباق الائمة الذين خرجوا المسانيد على ذلك وهذا التعريف موافق لقول الحاكم المسند ما رواه المحدث عن شيخ يظهر سماعه منه وكذا شيخه عن شيخه متصلا الى صحابي الى رسول الله صلى الله عليه وعلى اٰله وصحبه وسلم واما الخطيب فقال المسند المتصل فعلى هذا الموقوف اذا جاء بسند متصل يسمى عنده مسندا لكن قال ان ذلك قد يأتي بقلة وابعد ابن عبد البر حيث قال المسند المرفوع ولم يتعرض[4] للاسناد فانه يصدق على المرسل والمعضل والمنقطع اذا كان المتن مرفوعا ولا قائل[5] به

ترجمہ: پس میرا قول مرفوع بمنزلہ جنس ہے اور میرا قول صحابی بمنزلہ فصل ہے (اس قید نے) اس حدیث کو نکال دیتا ہے جس کو تابعی نے مرفوع کیا ہے کیونکہ وہ حدیث مرسل ہے ۔ یا تو تابعی کے بعد والے نے (مرفوع کیا) کیونکہ وہ حدیث معضل یا معلق ہے اور میرا قول ظاہرہ الاتصال (اس قید نے) اس حدیث کو نکال دیتا ہے جس کا ظاہر انقطاع ہے (کالمرسل الجلی) اور اس کو داخل رکھتا ہے جس کے اندر احتمال (انقطاع و اتصال) ہو (کالمرسل الخفی) اور جس کے اندر حقیقت اتصال موجود ہو اس کو تو بطریق اولیٰ (داخل رکھے گا) اور (اتصال کو) ظہور کیسا تھ مقید کرنے سے سمجھا جاتا ہے کہ انقطاع خفی مثلاً مدلس اور اس معاصر کی معنعن جکی ملاقات (اپنے مروی عنہ سے) ثابت نہ ہوئی وہ حدیث کو مسند ہونے سے نکالتا نہیں بسبب اتفاق ہونے اسپر (یعنی اس قسم احادیث کی تخریج پر) ان ائمہ کا جنہوں نے (احادیث) مسانید کی تخریج کی ہے ۔ اور (مسند کی) یہ تعریف حاکم کے قول کا موافق ہے (حاکم نے کہا ہے) کہ مسند وہ ہے جکو محدث ایسے شیخ سے روایت کیا کہ اس سے اس کا سماع ظاہر ہو اور اسی طرح اس کا شیخ (بھی) اپنے (ایسے ہی) شیخ سے (روایت کرے یہاں تک کہ یہ سلسلہ) صحابی تک (اور صحابی سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو ۔ اور بہرحال خطیب نے فرمایا کہ مسند وہ متصل ہی ہے (یعنی حدیث مسند ہی متصل ہے) پس اس قول پر حدیث موقوف جبکہ سند متصل سے آئیں تو آپکے نزدیک اس کا نام مسند رکھا جائے گا ۔ لیکن آپنے فرمایا کہ بے شک یہ (یعنی حدیث موقوف متصل السند پر مسند کا اطلاق) بہت کم آتا ہے اور ابن عبد البر نے مسلک بعید کو اختیار کیا کیونکہ اس نے کہا المسند المرفوع (یعنی حدیث مسند ہی مرفوع ہے والمرفوع ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ) اور آپ اسناد سے کوئی تعرض نہیں کیا (کہ وہ متصل ہو یا منقطع) پس تحقیق کہ (اس وقت) مسند حدیث مرسل و معضل اور منقطع پر صادق آتی ہے جبکہ متن مرفوع (الی النبی علیہ السلام) ہو حالیکہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں ہے ۱۲

تشریح: [1] قوله يخرج الخ : من الاخراج وكذا يدخل من الادخال ۱۲ ش [2] قوله او معلق الخ : قيل او لمنع الخلو والا فقد مرانه يمكن اجتماعهما والاولى ان يذكر المنقطع ايضا ۱۲ ش [3] قوله ويدخل ما فيه الاحتمال الخ : یعنی مسند کے اندر وہ حدیث بھی (باقی آئندہ)

فإن قل عدده أي عدد رجال السند فإما أن ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم بذلك العدد القليل بالنسبة إلى سند آخر يرد به ذلك الحديث بعينه بعدد كثير، أو ينتهي إلى إمام من أئمة الحديث ذي صفة علية كالحفظ والفقه والضبط والتصنيف وغير ذلك من الصفات المقتضية للترجيح كشعبة ومالك والثوري والشافعي والبخاري ومسلم ونحوهم فالأول وهو ما ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم العلو المطلق۔

ترجمہ: (اگر ایک ہی حدیث کے متعدد اسنادیں ہوں مگر ان میں سے ایک اسناد کے رجال بہ نسبت دوسرے اسناد کے تعداد میں کم ہیں) پس اگر اس کا عدد یعنی رجال سند کا عدد کم ہوں تو وہ (قلیل عدد والی سند) یا تو اس عدد کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوگی جو کہ قلیل ہے بہ نسبت اس دوسری سند کے جس کے ذریعہ بعینہ یہی حدیث عدد کثیر کیساتھ وارد ہوئی ہے یا وہ (قلیل عدد والی سند) ائمہ حدیث میں سے کسی ایسے امام کی طرف منتہی ہوگی جو کہ بلند صفت والا ہے مثلاً حفظ و فقہ اور ضبط و تصنیف اور اس کے علاوہ وہ صفات جو کہ ترجیح (علی اقرانہ) کا مقتضی ہیں (اور بلند صفت والا امام) جیسے شعبہ و مالک و سفیان ثوری و شافعی و بخاری و مسلم اور ان کے مانند (دوسرے حضرات ہیں) پس اول اور وہ یہ کہ جو سند رسول اللہ صلعم تک منتہی ہو وہ علو مطلق ہے ۱۲

تشریح (بقیہ گذشتہ) داخل ہوگی جسکے اندر احتمال انقطاع علی خلاف الظاہر ہے اب یہ اشکال نہ ہوگا کہ جب احتمال اتصال و انقطاع برابر ہے تو اس کو مسند کیساتھ لاحق کرنا ترجیح بلا مرجح ہے ۱۲ عب

قولہ ولم یتعرض الخ: ای بالاتصال والانقطاع وغیرہما من حیث التعیین ۱۲ ملخص الشرح ۔ قولہ ولا قائل بہ الخ حاصلہ ان ہذا التعریف ابعد من تعریف الخطیب لان تعریف الخطیب لا یصدق علی شیء من اخبار المحدود الا علی الموقوف المتصل وہو مما یقال بدخولہ فی المحدود وہذا التعریف یصدق علی انواع متعددۃ من اخبار المحدود ولم یقل بدخولہا فی المحدود احد اصلاً ۱۲ شرح الشرح

(صفحہ ہذا) لہ قولہ العلو المطلق الخ: قال الشارح ان الاصل الاسناد خصیصۃ فاضلۃ من خصائص ہذہ الامۃ وسنۃ بالغۃ من السنن المؤکدۃ بل من فروض الکفایۃ۔ قال ابن المبارک الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔ وقال الثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح لم یقدر ان یقاتل۔ وقال مطر فی قولہ تعالی او اثارۃ من علم ای اسناد الحدیث ثم طلب العلو امر مطلوب وشان مرغوب۔ قال احمد بن حنبل طلب الاسناد العالی سنۃ عمن سلف۔ وعن ابن معین لما قیل لہ فی مرضہ الذی مات فیہ ما تشتہی قال بیت خال واسناد عال۔ وقال احمد بن اسلم قرب الاسناد قرب او قربۃ الی اللہ عز وجل۔ قال ابن الصلاح لان قرب الاسناد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرب الیہ والقرب الیہ قرب الی اللہ عز وجل۔ وقال الحاکم طلب الاسناد العالی سنۃ صحیحۃ فذکر حدیث انس فی مجیء الاعرابی۔ وقولہ یا محمد اتانا رسولک فزعم کذا۔ الحدیث قال ولو کان طلب العلو فی الاسناد غیر مستحب لانکر علیہ سوالہ عما اخبرہ رسولہ عنہ ولامرہ بالاقتصار علی ما اخبرہ الرسول عنہ وقال الجزری وقد رحل جابر بن عبد اللہ الانصاری من المدینۃ الی مصر فی طلب حدیث واحد انتہی۔ قال محمد بن حاتم ان اللہ تعالی قد اکرم ہذہ الامۃ بالاسناد ولیس لاحد من الامم اسناد وانما ہو صحف فی ایدیہم وقد خلطوا بکتبہم اخبارہم فلیس عندہم تمییز ما نزل من التوراۃ والانجیل وبین ما الحقوہ بکتبہم من الاخبار التی اخذوہا من غیر الثقات ۱۲ شرح الشرح

فان اتّفق ان یکون سندہٗ صحیحًا کان الغایۃ القصویٰ والافصورۃ العُلوّ فیہ موجودۃ مالم یکن[1] موضوعًا فھو کالعدم والثانی العُلوّ النّسبی وھو ما یقل العدد فیہ الیٰ ذٰلک الامام ولوکان[2] العدد من ذٰلک الامام الیٰ منتھاہ کثیرًا وقد عظمت رغبۃ المتاخّرین فیہ حتّٰی غلب ذٰلک علیٰ کثیر منھم بحیث اھملوا الاشتغال بما ھو اھم منہ

ترجمہ: پس (حدیث مذکور بعلو مطلق کیساتھ) اگر یہ (بھی) متفق ہوجائے کہ اس کی سند صحیح ہو تو یہ انتہا درجہ کی بلندگی ہے (لجمعہ بین الصحۃ والعلوّ) ورنہ (یعنی اگر اس کی سند صحیح نہ ہو) تو صورت علو اس کے اندر موجود ہے (وہو المطلوب ایضًا) جب تک (وہ حدیث) موضوع نہ ہو (اور جبکہ موضوع ہو تو) وہ کالعدم ہے اور ثانی وہ علوّ نسبی ہے اور یہ کہ جس (سند) کے اندر اس امام تک (پہنچنے میں) عدد کثیر ہوں اور بے شک اس (علو اسناد مطلقًا ہو یا نسبی اس کی تحصیل) میں متاخرین کی رغبت سخت ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ ان میں سے بہت پر ایسا غالب ہوگیا کہ (اس کی دھن میں) جو امور اس سے زیادہ اہم ہے اس کے ساتھ مشغول ہونے کو (بھی) چھوڑ دیئے۔ (کالتفتیش فی احوال الرّواۃ وکل ما یتعلق بصحۃ الحدیث)

تشریح [1] قولہ مالم یکن موضوعًا الخ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ تقریر سوال یہ کہ قلّت عدد رواۃ تو حدیث موضوع میں بھی کبھی ملتی ہے حالیکہ اس کو علوّ مطلق نہیں کہا جاتا ہے پس اس کا کہنا کہ قلیل العدد اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہو تو یہ علوّ مطلق ہے یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں مصنفؒ نے فرمایا کہ حدیث موضوع یہ کالمعدوم ہے۔ لہٰذا اس کی سند علوّ صوری نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا کلام موجود میں ہے نہ معدوم میں۔

مصنفؒ نے صُورۃ علو کے وجود موضوع نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے۔ لیکن حاکم وعراقی اور نووی وغیرہم نے ضعیف نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا فرمان یہ کہ بعض رواۃ ضعیف ہونے ہوئے بھی جبکہ قرب الاسناد ہو تو اس علو کی طرف کوئی التفات ہی نہیں۔ خصوصًا جبکہ سند میں بعض الکذابین موجود ہو۔ بعض نے فرمایا کہ انہیں حضرات کا قول ہی ظاہر ہے۔ کیونکہ علو کا مقصد جبکہ اقرب الی الصحۃ ہونا ہے تو اس کو اس قید سے مقید کرنا ضروری ہے تاکہ اس میں وہ حدیث داخل نہ ہو جس کے بعض راوی ضعیف ہے۔

ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ نزاع لفظی ہے کیونکہ مصنفؒ نے جبکہ صورت علو کا اعتبار کیا ہے تو بلاشک یہ حدیث ضعیف میں موجود ہے بلکہ حدیث ضعیف کے علاوہ علو صوری متصور ہی نہیں ہوسکتا ہے۔ اور دوسرے حضرات نے چونکہ حقیقت علو کا قصد کیا ہے لہٰذا وہ حدیث حسن وصحیح ہی کا اعتبار کئے اور ضعیف کو نکال دیئے ہیں۔ فلا تعارض بین اقوالہم ۱۲ شرح الشرح۔

[2] قولہ ولوکان العدد من ذٰلک الامام الیٰ منتھاہ کثیرا الخ: لان الحدیث بوجود ذٰلک الامام فی رجالہ یحصل لہ رفعۃ بیّنۃ ومزیۃ واضحۃ بالنسبۃ الی سند لم یوجد فیہ امام ولم یفرہ الکثرۃ المتاخرۃ۔ اذ الغالب انّ مشائخ الامام ثقات عظام ۱۲ شرح الشرح۔

وانّما كان ذٰلك العلوّ مرغوبًا فيه لكونه اقرب الى الصّحة و
قلّة الخطاء لانّه مَا مِن راوٍ مِن رجال الاسناد الّا والخطأ جائز
عليه فكلّما كثرت الوسائط وطال السّند كثرت مظان
التجويز وكلّما قلّت قلّت فان كان فى النزول مزية ليست
فى العلوّ كان يكون رجاله اوثق منه او احفظ او افقه او
الاتّصال فيه اظهر فلا تردّدٍ فى انّ النزول حينئذٍ اولٰى
وامّا من رجّح النزول مطلقًا واحتجّ بانّ كثرة البحث يقتضى
المشقة فيعظم الاجر فذٰلك ترجيح بامرٍ اجنبىٍ عمّا يتعلّق
بالتصحيح والتضعيف

ترجمہ: اور جز ایں نیست کہ وہ علو (متاخرین ہیں) مرغوب فیہ تھا بسبب وہ زیادہ قریب ہونے بسوئے صحت و قلت خطاء کیونکہ رجال اسناد میں سے کوئی راوی نہیں۔ مگر اس پر خطاء ممکن ہے (یعنی ہر ایک راوی پر خطاء کا امکان ہے) پس جب جب وسائط کثیر ہو جائے اور سند دراز ہونے لگے تو امکان (خطأ) کا گمان (بھی) کثیر ہوگا۔ اور جب جب وسائط کم ہوں گے تو امکان خطاء کا گمان بھی کم ہوگا (علو مطلق کے مقابل اسناد کو نزول مطلق اور علو نسبی کے مقابل اسناد کو نزول نسبی کہتے ہیں) پس اگر نزول کے اندر ایسی فضیلت (موجود) ہو جو کہ علو کے اندر نہیں۔ مثلاً اس کے رجال رجال علو سے اوثق یا احفظ یا افقہ ہوں یا اس کے اندر اتصال زیادہ ظاہر ہو (کان یری الرواۃ کلہم لصیغۃ سمعت) تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت نزول اولیٰ ہے۔ اور بہر حال جس نے نزول کو مطلقاً (علو پر) ترجیح دیا اور اس سے استدلال کیا کہ کثرت بحث و تفتیش مشقت کا مقتضی ہے (یعنی سند نازل میں تو رجال زائد ہوتے ہیں۔ اور ان کے احوال کے تتبع میں زیادہ مشقت کرنی پڑے گی) لہٰذا ثواب زیادہ ملے گا (لانہ علیہ السّلام قال اجرکم علیٰ قدر نصبکم، اور جس میں ثواب زیادہ ہے اس کی ترجیح ہونا چاہیے) پس یہ تصحیح و تضعیف کے ساتھ جو امر تعلق رکھتا ہے اس سے اجنبی چیز کے ذریعہ ترجیح دلانا ہے (لانہ امر تصوفی والامر الاہم فی الحدیث ما یقوی الصحۃ) ۱۲

وفيه اى فى العلو النسبى الموافقة وهى الوصول الى شيخ[ل] احد المصنفين من غير طريقه اى الطريقة التى تصل الى ذالك المصنف المعين مثاله روى البخارى عن قتيبة عن مالك حديثا فلو رويناه من طريقه كان بيننا وبين قتيبة ثمانية ولو روينا ذالك الحديث بعينه من طريق ابى العباس السراج عن قتيبة مثلا لكان بيننا وبين قتيبة فيه سبعة، فقد حصلت الموافقة مع البخارى فى شيخه بعينه مع علو الاسناد على الاسناد اليه وفيه اى العلو النسبى البدل وهو الوصول الى شيخ شيخه كذالك كان يقع لنا ذالك الاسناد بعينه من طريق اخرى الى القعنبى عن مالك فيكون القعنبى بدلا فيه من قتيبة و اكثر مايعتبرون الموافقة والبدل اذا قارنا العلو والا فاسم الموافقة والبدل واقع بدونه

ترجمه (پھر علو نسبی چند امور کو متضمن ہے یعنی موافقت، بدل، مساوات مصافحہ جنکا بیان خود مصنف کر رہے ہیں کہ) اور اس کے اندر یعنی علو نسبی کے اندر موافقت (بھی) ہے اور وہ یہ کہ کسی ایک مصنف کے شیخ تک بغیر اس کے طریق کے پہنچنا یعنی وہ طریق جو اس مصنف معین تک پہنچتا ہے (اس کے بغیر دوسرا کسی طریق سے پہنچنا) اس کی مثال یہ کہ بخاریؒ کسی ایک حدیث کو قتیبہ سے اور قتیبہ مالکؒ سے روایت کیا ہے (اور بخاریؒ سے ہم تک اسی حدیث کا اسناد پہنچا ہے) پس اگر ہم اس حدیث کو بخاریؒ کے طریق سے روایت کرے تو ہم اور قتیبہ کے درمیان آٹھ رجال ہوں گے اور اگر بعینہ اسی حدیث کو مثلا ابو العباس کے طریق سے قتیبہ روایت کرے تو ہم اور قتیبہ کے درمیان سات رجال ہوں گے پس (ہمیں) امام بخاری کیساتھ موافقت حاصل ہوئی بعینہ آپکے شیخ کے اندر اس اسناد پر علو اسناد کے ساتھ جو کہ امام بخاریؒ کیطرف ہے اور اسکے یعنی علو نسبی کے اندر بدل (بھی) ہے اور وہ یہ کہ کسی مصنف کے شیخ کے شیخ کی طرف ایسا ہی (ای مع علو بدرجة فاکثر) پہنچنا مثلا ہمیں پاس بعینہ یہی اسناد (ای اسناد ابی العباس) واقع ہو دوسرا طریق سے قعنبی عن مالک تک پس اس طریق میں قعنبی (جو کہ بخاری کا شیخ الشیخ ہے) قتیبة کے بدلہ ہوگا موافقت و بدل کا اعتبار غالبًا اس وقت کرتے ہیں جبکہ دونوں علو کیساتھ مجتمع ہوں، ورنہ اسم موافقت و بدل بدون اقتران کے (بھی) واقع ہے ۱۲۔

تشریح [ل] قوله الى شيخ احد المصنفين الخ اى مصنفى الكتب الستة او غيرهم وهل يجب كون الوصول الى شيخ المصنف فى الموافقة او يكفى الوصول الى الشيخ امام معتبر من ائمة اهل الحديث فيه تردد والعبارة صريحة فى الاول وكذا الكلام فى الاقسام الثلثة الباقية من غير طريقه اى من غير طريق ذالك المصنف الى ذالك الشيخ بان لايكون المصنف فيه ويشترط فى الموافقة ان يكون العدد فيه اقل من العدد فى الطريق الذى يوجد ذالك المصنف فيه صرح به ابن الصلاح ۱۲ شرح الشرح ۱۱

وفیہ ای فی العلو النسبی[1] المساواۃ وھی استواء عدد الاسناد من الراوی الی آخرہ ای اسناد العلو النسبی مع اسناد احد المصنفین کان یروی النسائی مثلاً حدیثاً یقع بینہ وبین النبی صلی اللہ علیہ علی الہ وصحبہ وسلم فیہ احد عشر نفساً فیقع لنا ذالک الحدیث بعینہ باسناد آخر الی النبی صلی اللہ علیہ علی الہ وصحبہ وسلم یقع بیننا فیہ وبین النبی صلی اللہ علیہ علی الہ وصحبہ وسلم احد عشر نفساً فنساوی النسائی من حیث العدد مع قطع النظر عن ملاحظۃ الاسناد الخاص وفیہ ای العلو النبی ایضاً المصافحۃ وھی الاستواء مع تلمیذ ذالک المصنف علی الوجہ المشروح اولاً وسمیت المصافحۃ لان العادۃ جرت فی الغالب بالمصافحۃ بین من تلاقیا ونحن فی ھذہ الصورۃ کانا لقینا النسائی فکانا صافحناہ

ترجمہ اور اس کے یعنی علو نسبی کے اندر مساوات (بھی) ہے اور وہ یہ کہ اسناد علو نسبی کے عدد (روات) راوی سے آخر سند تک کسی مصنف کے اسناد کے ساتھ (عدد روات میں) برابر ہو جیسا کہ مثلاً امام نسائیؒ کوئی حدیث روایت کرے کہ اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسمیں گیارہ شخص واقع ہوتے ہیں پس بعینہ یہی حدیث ہمیں پاس دوسری سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک واقع ہوتی ہے کہ اس میں ہمیں درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گیارہ شخص واقع ہوتے ہیں پس ہم امام نسائیؒ کے ساتھ عدد (روات) کے اعتبار سے برابر ہوتے ہیں ساتھ قطع نظر کرنے اس اسناد خاص کی رعایت سے اور اس کے یعنی علو نسبی کے اندر مصافحہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اسی مصنف کے شاگرد کیساتھ (عدد رجال میں) اس طریقہ پر برابر ہونا جس کو اولاً بیان کیا گیا ہے (یعنی جس حدیث کو ایسے اسناد سے روایت کی گئی ہو جو کہ دو نمبر نکالی ہے اور کسی مصنف کے شاگرد کیساتھ تعداد روات میں برابر ہو) اور مصافحہ کر کے نام رکھا گیا کیونکہ ان دو شخص کے درمیان جو کہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اکثر مصافحہ کی عادت جاری ہے اور ہم اسی صورت میں گویا کہ امام نسائی سے ملاقات کئے ہیں۔

تشریح [1] قولہ فی العلو النسبی الخ قال تلمیذہ کہ پہلے گزر چکا کہ علو نسبی وہ ہے کہ اسناد ایسے امام کی طرف منتہی ہو جو کہ بلند صفت والا ہے اور یہ مساوات آنے والی تفسیر و مثال کے مطابق تو ایسا نہیں ہے لہذا حق یہ کہ مساوات علو مطلق کے افراد میں سے ہو (نہ علو نسبی کے) ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ قول فیصل یہ کہ مساوات جیسا کہ علو مطلق میں پانا ممکن ہے اور مثال سے بھی یہ بات ظاہر ہے ایسا ہی علو نسبی میں بھی پانا ممکن ہے لہذا حق یہ کہ مساوات دونوں قسموں میں داخل ہے ۲ اعب

ويقابل العلو باقسامه المذكورة النزول فيكون كل قسم من اقسام العلو يقابله قسم من اقسام النزول خلافاً لمن زعم ان العلو قد يقع غير تابع للنزول فان تشارك الراوي ومن روى عنه في امر من الامور المتعلقة بالرواية مثل السن واللقي وهو الاخذ عن المشائخ فهو النوع الذي يقال له رواية الاقران لانه حينئذ يكون راويا عن قرينه وان روى كل منهما اي القرينين عن الآخر فهو المدبج وهو اخص من الاول فكل مدبج اقران وليس كل اقران مدبجا وقد صنف الدارقطني في ذالك وصنف ابو الشيخ الاصبهاني في الذي قبله واذا روى الشيخ عن تلميذه صدق ان كلا منهما يروي عن الآخر فهل يسمى مدبجا فيه بحث والظاهر لا لانه من رواية الاكابر عن الاصاغر والتدبيج ماخوذ

ترجمہ اور علو مع اپنے مذکورہ تمام اقسام کے اسکا مقابل نزول ہوتا ہے پس اقسام علو میں سے ہرایک قسم ایسی ہوتی ہے کہ اقسام نزول میں سے کوئی قسم اسکا مقابل ہوتی ہے (فان کان سند العلو المطلق ثلاثا کان سند النزول اربعا وہکذا بین الاقسام الباقیۃ) بخلاف اسکے جس نے کہا کہ علو کبھی نزول کے تابع ہونے کے بغیر (بھی) واقع ہوتا ہے (یعنی کبھی اس کے مقابل میں نزول نہیں ہوتا ہے وہو الحاکم) پس اگر راوی اور مروی عنہ امور متعلقہ بالروایۃ میں سے کسی امر کے اندر باہم شریک ہوئے مثلاً عمر اور لقاء میں (یا صرف لقاء میں دونوں شریک ہوں) اور لقا کہتے ہیں کہ مشائخ سے (حدیث) اخذ کرنا (یعنی مشائخ سے روایت کرنے میں دونوں اکثر شریک ہوں) تو یہ وہی قسم ہے جسکو روایۃ الاقران کہا جاتا ہے کیونکہ اسوقت راوی اپنے ہمسر سے روایت کرنیوالا ہوتا ہے اور اگر ان میں سے یعنی دونوں ہمعمر میں سے ہرایک دوسرے سے روایت کرے تو وہ مدبج ہے اور وہ اخص ہے اول (یعنی روایۃ الاقران) سے پس ہر (حدیث) مدبج (حدیث) اقران ہے اور ہر (حدیث) اقران (حدیث) مدبج نہیں (بل بعض الاقران مدبج وبعض الاقران لیس بمدبج) اور بیشک دارقطنی نے اسکے (یعنی مدبج کے) بارے میں (ایک کتاب) تصنیف کی ہے اور ابوشیخ اصبہانی نے اس (قسم) کے بارے میں جو اسکے پہلے ہے (ای فی روایۃ الاقران ایک (کتاب) تصنیف کی ہے) اور جب شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرے تب تو یہ بات صادق آتی ہے کہ ہرایک دوسرے سے روایت کرتا ہے تو کیا اسکو مدبج نام رکھا جائے (یا نہیں) اسکے اندر بحث ہے۔ (لانہما وان روی کل منہما الا انہما لیسا قرینین) اور (مدبج) نہ ہونا ہی ظاہر ہے کیونکہ یہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر میں سے ہے اور تدبیج دیباجتی الوجہ (وہما الخدان) سے ماخوذ ہے ۱۲

تشریح [۱] قولہ ویقابل العلو باقسامہ المذکورۃ النزول الخ قال العراقی ثم ان النزول حیث ذم فہو محمول علی ما اذا لم یکن مع النزول ما یجبرہ کزیادۃ الثقۃ فی رجالہ علی العالی او کونہم احفظ او افقہ او کونہ متصلا بالسماع وفی العالی حضورا او اجازۃ او مناولۃ ونحو ذالک فان العدول حینئذ قربۃ الاسناد بل جودۃ الحدیث صحۃ الرجال واما اقسام النزول فہی خمسۃ ایضاً فان کل قسم من اقسام العلو ضدہ قسم من اقسام النزول کما قال ابن الصلاح ۱۲ شرح الشرح [۲] قولہ مثل السن واللقی الخ تشارک فی السن سے مراد یہ کہ ہرایک کا زمانۂ ولادت دوسرے کے زمانۂ ولادت سے قریب ہو اور علم میں دونوں برابر ہونا بھی تشارک فی السن کے معنی میں ہے اور تشارک فی اللقی سے مراد یہ کہ راوی اور مروی عنہ میں ہرایک دوسرے کے اکثر اساتذہ سے اخذ حدیث میں شریک ہو اگرچہ دونوں عمر میں قریب قریب نہ ہوں، مصنفؒ تشارک فی السن کیا تھا۔ باقی آئندہ پر

الا النزول لیس بمذموم ولا مفضول رویناعن ابن المبارک قال لیس جودۃ الحدیث ۲۲

من دیباجتی الوجہ فیقتضی ان یکون ذالک مستویا من الجانبین فلا یجیٔ فیہ ھذا وان
روی الراوی عمن ھو دونہ فی السن[1] او فی اللقی او فی المقدار فھذا النوع ھو روایۃ الاکابر عن
الاصاغر ومنہ[2] ای من جملۃ ھذا النوع وھو اخص من مطلقۃ روایۃ الآباء عن الابناء
والصحابۃ عن التابعین والشیخ عن تلمیذہ ونحو ذالک وفی عکسہ کثرۃ لانہ ھو الجادۃ
المسلوکۃ الغالبۃ وفائدتہ معرفۃ ذالک التمیز بین مراتبھم وتنزیل الناس منازلھم
وصنف الخطیب فی روایۃ الآباء عن الابناء تصنیفا وافرد جزءً لطیفا فی روایۃ الصحابۃ
عن التابعین ومنہ من روی عن ابیہ عن جدہ وجمع الحافظ صلاح الدین العلائی
من المتاخرین مجلدا کبیرا فی معرفۃ من روی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ

تشریح لہذا یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ دونوں جانب سے برابر ہو پس اسکے اندر (ای فی روایۃ الشیخ عن التلمیذ) یہ (معنی) نہیں آتے ہیں اور اگر راوی ایسے شخص سے روایت کرے جو کہ عمر میں یا لقاء (یعنی معین مشائخ سے روایت کرنے) میں یا رتبہ میں اس سے کمتر ہو تو یہ نوع وہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر ہے اور ان میں سے یعنی منجملہ اس نوع میں سے اور وہ (اسکے) مطلق سے اخص ہے (وہو) روایۃ الآباء عن الابناء والصحابۃ عن التابعین والشیخ عن تلمیذہ ونحو ذالک (کروایۃ التابعین عن الاتباع) ہے اور اس کے عکس (ای روایۃ الاصاغر عن الاکابر) میں کثرت ہے (اور اسی کثرت کی وجہ سے اس کی مثال بیان کرنیکی ضرورت نہیں) کیونکہ یہی طریقہ نافذ و اکثریہ ہے اور اس کو (یعنی روایۃ الاکابر عن الاصاغر کو) پہچاننے میں فائدہ یہ ہے کہ ان کے مراتب کے درمیان تمیز دینا اور لوگوں کو انکے درجۂ پہ اتارنا ہے اور خطیب نے روایت الآباء عن الابناء کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور روایۃ الصحابۃ عن التابعین کے بارے میں (مستقل) ایک پاکیزہ رسالہ لکھا اور ان میں سے (یعنی روایۃ الاصاغر عن الاکابر کے قبیل میں سے) وہ (بھی) ہے جس نے عن ابیہ عن جدہ (کرکے) روایت کی ہے اور متاخرین میں سے حافظ صلاح الدین علائی نے ان کی معرفت میں ایک بڑی جلد جمع کر لی جنہوں نے عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کرکے) روایت کی ہے۔

تشریح بقیہ گذشتہ :۔ لقی کو داو کیساتھ معطوف کیا کیونکہ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ تشارک فی السن کیساتھ تشارک فی اللقی بھی پایا جاتا ہے آپکا یہ مقصد نہیں کہ روایت اقران کیلئے تشارک فی السن و اللقی دونوں ضروری ہیں کیونکہ تشارک فی اللقی سے بھی روایت الاقران (ای الروایۃ عن الاقران) کہا جاتا ہے ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ ۔ [3] قولہ فھو المدبج الخ اسم مفعول من التدبیج سمی بالذا من دیباجتی الوجہ وھما الخدان لتساویھما وتقابلھما، قال الجزری علی مانقلہ الشارح مثال المدبج فی الصحابۃ عائشہؓ وابوہریرہؓ روی کل واحد منھا عن الآخر وفی التابعین الزہری عن عمر بن عبد العزیز وہو عنہ وفی اتباع التابعین مالک عن الاوزاعی وہو عنہ وفی اتباع الاتباع احمد بن حنبل عن علی المدینی وہو عنہ ۱۲ شرح الشرح

صفحہ ہذا :۔ [1] قولہ فی السن او فی اللقی او فی المقدار الخ حاصل یہ کہ یہ نوع چند قسمیں ہیں ایک یہ کہ راوی اپنے مروی عنہ سے عمر میں بڑا ہو اور طبقہ میں بھی بڑھا ہوا ہو جیسے زہری و یحیی بن سعیدؒ مالک سے دوم یہ کہ حفظ و علم میں رتبہ کے اعتبار سے بڑا ہو جیسے مالک عبد اللہ بن دینار سے اور احمدؒ و اسحاقؒ ابن موسیٰ سے، سوم یہ کہ دونوں جہت سے بڑا ہو ۔ باقی آئندہ پر

علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم وقسمہ اقساماً فمنہ مایعود الضمیر فی قولہ عن جدہ علی الراوی ومنہ مایعود الضمیر فیہ علی ابیہ وبَیَّن ذالک وحققہ وخرج فی کل ترجمۃ حدیثاً من مرویہ وقد لخصت کتابہ المذکور وزدت علیہ تراجم کثیرۃ جداً و اکثر ماوقع فیہ ماتسلسلت فیہ الروایۃ عن الاباء باربعۃ عشر[1] اباً وان اشترک اثنان عن شیخ وتقدم موت احدھما علی الاخر فھو السابق واللاحق واکثر ماوقفنا علیہ من ذالک مابین الراویین فی الوفاۃ مأتہ وخمسون سنۃ وذالک ان الحافظ السلفی سمع منہ ابوعلی البردانی احد مشائخہ حدیثاً ورواہ عنہ ومات علی راس

ترجمہ اور اسکو چند قسمیں کرلیا پس ان میں سے بعض یہ کہ قولہ عن جدہ کے اندر جو ضمیر ہے وہ راوی کیطرف لوٹتی ہے (کبھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن النبی علیہ السلام) اور بعض انکا یہ کہ عن جدہ کے اندر جو ضمیر ہے وہ راوی کے باپ کی طرف لوٹتی ہے (کعمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی علیہ السلام) اور اسکو وضاحت سے بیان کیا اور اسکی تحقیق کی ہے اور ہر ایک سوانح عمری کے اندر اسکی مرویات میں سے کوئی ایک حدیث نکالی اور میں نے آپ کی کتاب مذکور کو ملخص کیا اور بہت سارے سوانح عمری کو اس پر بڑھایا اور زائد سے زائد وہ ہے کہ جس اسناد کے اندر یہ واقع ہوا کہ اسمیں روایۃ عن الاباء چودہ تک مسلسل ہوئی ہے (یعنی جس اسناد میں طولانی سلسلہ روایۃ الابناء عن الاباء موجود ہے یہ سلسلہ زائد سے زائد چودہ تک پایا جاتا ہے)) اگر ایک شیخ سے (روایت کرنے میں) دو شخص شریک ہوں اور ایک کی وفات دوسرے (کی وفات) سے پہلے ہو کہ دونوں کی وفات کے درمیان طویل زمانہ فاصلہ ہو) تو وہ سابق ولاحق ہے (یعنی پہلے مرنیوالا کو سابق اور دوسرا کو لاحق کہا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس تقدم میں سے ہم جس پر مطلع ہوتے کہ دو راوی کے درمیان زمانہ میں وفات کے اعتبار سے ایکسو پچاس سال (کا فاصلہ) ہے اور وہ یہ کہ بیشک حافظ سلفی سے ابوعلی بردانی جو کہ سلفی کے مشائخ میں سے ایک (ہوتا) ہے اس نے ایک حدیث سنی ہے اور اسکو اس نے سلفی سے روایت کیا ہے اور وہ پانچسو (ہجری) کی انتہا میں انتقال فرمایا ۱۲

تشریح بقیہ گذشتہ ۱۔ جیسے عبادلہ کی روایت کعب سے کروایۃ کثیر من العلماء عن تلامیذہم ۱۲ ش [2] قولہ ومنہ الاباء عن الابناء الخ وفیہ امثلۃ کثیرۃ کروایۃ عباس عن الفضل حدیث الجمع بین الصلوتین بالمزدلفۃ ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ھذا ۱۔ [1] قولہ اربعۃ عشر اباً الخ ای جدا اطلق علیہ مجازا، وھو ای المسلسل باربعۃ عشر اباء مارواہ الحافظ السمعانی فی الذیل قال اخبرنا ابوشجاع عمر بن ابی الحسن البسطامی الامام بقراتی وابوبکر محمد بن علی یاسر من لفظہ قالا حدثنا السید ابومحمد الحسین ابن علی بن ابی طالب من لفظہ ببلخ قال حدثنی سیدی ووالدی ابوالحسن علی بن ابی طالب سنۃ ست وستین واربعماۃ قال حدثنی ابی ابوطالب الحسن بن عبیداللہ سنۃ اربع وثلاثین واربعماۃ قال حدثنی والدی ابوعلی عبیداللہ بن محمد قال حدثنی ابی محمد بن عبیداللہ قال حدثنی ابی عبیداللہ بن علی قال حدثنی ابی علی بن الحسین قال حدثنی ابی الحسن بن الحسین بن جعفر قال حدثنی ابی جعفر الملقب بالحجۃ قال حدثنی ابی عبیداللہ قال حدثنی ابی الحسین الاصغر قال حدثنی ابی علی بن الحسین بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی (رھذا بدل عن جدہ) ۲

رضی اللہ عنہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الخبر کالمعاینہ ۱۲ شرح الشرح ۱۱

خمسمائۃ ثم کان آخر اصحاب السلفی بالسماع سبطہ ابو القاسم عبد الرحمن بن مکی وکانت وفاتہ سنۃ خمسین وستمائۃ ومن قدیم ذالک ان البخاری حدث عن تلمیذہ ابی العباس السراج اشیاء فی التاریخ وغیرہ ومات سنۃ ست وخمسین ومأتین وآخر من حدث عن السراج بالسماع ابو حسین الخفاف ومات سنۃ ثلث وتسعین وثلثمائۃ وغالب مایقع من ذالک ان المسموع منہ قد یتأخر بعد موت احد الراویین عنہ زمانا حتی یسمع منہ بعض الاحداث ویعیش بعد السماع منہ دھرا طویلا فیحصل من مجموع ذالک نحو ھذہ المدۃ واللہ الموفق وان روی الراوی عن اثنین متفقی الاسم اومع[1] اسم الاب اومع اسم الجد اومع النسبۃ ولم یتمیزا بما یخص کلا منہما فان کانا ثقتین لم یضر ومن ذالک ما وقع فی البخاری فی روایۃ عن احمد غیر منسوب عن ابن وھب۔

ترجمہ پھر اصحاب سلفی میں سے سماع (حدیث) کے اعتبار سے سب سے آخر آپ کے پوتے ابو القاسم عبد الرحمن بن مکی تھے اور انکی وفات سنہ چھ سو پچاس[۶۵۰] (ہجری) میں ہوئی (بنا بر اسکے ابو علی اور ابو القاسم جنہوں حافظ سلفی سے روایت کرتے ہیں ان دونوں کی وفات کے درمیان ڈیڑھ سو سال کا فاصلہ ثابت ہوتا ہے) اور اسکے اگے (کے واقعات میں) سے (ایک یہ ہے) کہ تحقیق امام بخاریؒ اپنے شاگرد ابو العباسؒ سراج سے تاریخ وغیرہ میں چند چیزیں بیان کیا ہے اور آپ سنہ دو سو چھپن[۲۵۶] (ہجری) میں انتقال فرمایا اور سراج سے سماع کرکے جنہوں نے روایت کی ہے ان میں سب سے آخر ابو الحسین خفاف ہے اور وہ سنہ تین سو ترانوے[۳۹۳] (ہجری) میں وفات پایا (بنا بر اس کے امام بخاریؒ اور خفافؒ جنہوں نے سراج سے روایت کی ہیں ان دونوں کی وفات کے درمیان ایکسو سینتیس[۱۳۷] سال کا فاصلہ ہے) اور اس بُعد فاصلہ میں سے جو کچھ واقع ہوتا ہے اسکا اکثر و بیشتر (سبب) یہ کہ مسموع منہ (یعنی جس شیخ سے دونوں راویوں نے حدیث سنی وہ) اس سے روایت کرنے والوں میں سے کوئی ایک مرجانے کے بعد کبھی ایک (طویل) زمانہ زندہ رہتا ہے یہانتک کہ بعض کوئی کم سن اس سے (حدیث) سنتا ہے اور اس سے سننے کے بعد وہ ایک طویل زمانہ زندہ رہتا ہے پس اس کے مجموعہ (ای تاخر الشیخ بعد موت احد الراویین زمانا مدیدا وعیش التلمیذ بعد موت الشیخ دھرا طویلا) سے اس مدت کے مانند (فاصلہ) حاصل ہوگا واللہ الموفق (للصواب) اور اگر راوی ایسے دو شخص سے روایت کرے جو کہ (صرف) نام میں متفق ہیں (یعنی دونوں کا نام ایک ہے مثلا عبد اللہ) یا تو (نام کے ساتھ ساتھ) باپ کے نام کیساتھ (بھی متفق ہیں) یا تو باپ کے نام کیساتھ ساتھ) دادا کے نام کیساتھ (بھی متفق ہیں) یا تو (باپکے نام کیساتھ ساتھ) نسبت کیساتھ (بھی متفق ہیں) اور دونوں ایسے کوئی صفت کیساتھ متمیز نہ ہوں جس سے ہر ایک کو تخصیص کرے پس اگر (ایسے) دونوں شخص ثقہ ہوں تو وہ (صحت حدیث میں) کوئی نقصان نہیں پہنچائیگا اور اس قبیل میں سے (ای مما اتفق فی الاسم فقط) وہ ہے جو کہ بخاری میں آپ کی روایت عن احمد بغیر منسوب کرکے عن ابن وہب کے اندر واقع ہوا ہے۔

تشریح [1] قولہ اومع اسم الاب الخ مثال ما اتفق اسماؤھم اسماء آبائھم الخلیل بن احمد الاول ھو الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم النحوی صاحب العروض روی عن عاصم الاحول ذکرہ ابن حبان فی الثقات والثانی الخلیل بن احمد ابو بشر المزنی ۔ باقی آئندہ!

فانہ اما احمد بن صالح او احمد بن عیسیٰ و عن محمد غیر منسوب عن اھل العراق
فانہ اما محمد بن سلام او محمد بن یحییٰ الذھلی وقد استوعبت ذالک فی مقدمۃ
شرح البخاری ومن اراد لذالک ضابطا کلیا یمتاز بہ احدھما عن الاخر فباختصاصہ
ای الراوی باحدھما یتبین المھمل[1] ومتی لم یتبین ذالک او کان مختصا بھما معًا
فاشکالہ شدید فیرجع فیہ الی القرائن والظن الغالب وان روی عن شیخ حدیثا
وجحد الشیخ مرویہ فان کان جزمًا کان یقول کذب علیّ اوما رویت لہ ھذا اونحو
ذالک فان وقع منہ ذالک رد ذالک الخبر لکذب[2] واحد منھما لا بعینہ ولا یکون

ترجمہ کیونکہ وہ یا تو احمد بن صالح یا احمد بن عیسی ہے (اور چونکہ دونوں ثقہ ہیں اس لیے روایت صحیح ہونے میں کوئی ضرر نہیں ہے) یا تو (آپ کی روایت) عن محمد بغیر منسوب کرکے عن اہل العراق (کے اندر جو واقع ہوا) کیونکہ وہ یا تو محمد بن سلام یا محمد بن یحیی ذہلی ہے (اور وہ دونوں ثقہ ہیں لہذا کوئی ضرر نہیں) اور بیشک میں نے اسکو پوری تفصیل سے مقدمۂ شرح بخاری (المسمی بفتح الباری) میں ذکر کیا ہوں (من اراد التفصیل فلیطالع ثمہ) اور اگر راوی کسی شیخ سے کوئی حدیث روایت کرے اور شیخ اپنی روایت کی ہوئی (حدیث) کا انکار کرے تو اگر انکار یقینی طور پر ہو مثلا کہے کہ اس نے مجھ پر جھوٹ کہا یا میں اسکے پاس یہ روایت نہیں کیا یا اس کے مثل (کوئی بات کہے) پس اگر اس سے انکار صادر ہو تو وہ حدیث مردود ہوگی بسبب لا علی التعیین دونوں میں سے ایک جھوٹا ہونیکے (کیونکہ دونوں تو ایک ساتھ صادق نہیں ہوسکتے ہیں اب کون جھوٹا ہے تعلیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا ہے)

تشریح بقیہ گذشتہ :۔ روی عن المتیز ومثال ما اتفق اسمائہم واسماء آبائہم واجدادہم احمد بن جعفر بن حمدان اربعۃ متعاصرون فی طبقۃ واحدۃ فالاول احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک البغدادی والثانی احمد بن جعفر بن حمدان بن عیسیٰ النقفی البصری والثالث احمد بن جعفر بن حمدان الدینوری والرابع احمد بن جعفر بن حمدان الطرطوسی ومثال ما اتفق اسمائہم واسماء آبائہم ونسبہم محمد بن عبد اللہ الانصاری ۔ الاول القاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن المثنی الانصاری البصری شیخ البخاری والثانی ابو سلمہ محمد بن عبد اللہ بن زیادۃ الانصاری ۱۲ شرح الشرح ۔

صفحۂ ہذا :۔ [1] قولہ المھمل الخ مبہم اور مہمل کے درمیان فرق یہ کہ مبہم وہ شخص ہے جسکا نام ذکر نہیں کیا گیا ہو اور مہمل وہ شخص ہے جسکا نام ذکر کیا گیا لیکن مع الاشتباہ ۱۲ شرح الشرح

[2] قولہ لکذب واحد منھما الخ یعنی یہ حدیث مردود ہوگی بوجہ جھوٹ ہونے شیخ اپنے قول کذب علیّ او ما رویت میں اگر شاگرد سچا ہو اور بوجہ جھوٹ ہونے شاگرد روایت کے بارے میں اگر شیخ اپنے قول کذب علیّ او ما رویت میں سچا ہو لیکن شیخ کی عدالت اسکا جھوٹ ہونے کو روکتی ہے تو ممکن ہے کہ نسیان شاگرد سے ہوا اور شاگرد کی عدالت اسکا جھوٹ ہونے کو روکتی ہے تو ممکن ہے کہ نسیان شیخ سے ہوا اور یہ ظاہر نہیں کہ واقع کس کے ساتھ مطابق ہے لہذا یہ کسی کے بارے میں بھی قادح نہ ہوگا ۱۲ شرح الشرح ۔

ذالك قادحًا فی واحد منهما التعارض او کان جحده احتمالًا کان یقول ما اذکر هذا او لا اعرف قبل ذالك الحدیث فی الاصح[1] لان ذالك یحمل علی نسیان الشیخ وقیل لا یقبل لان الفرع تبع للاصل فی اثبات الحدیث بحیث اذا اثبت الاصل الحدیث تثبت روایة الفرع وکذالك ینبغی ان یکون فرعا علیه وتبعا له فی التحقیق وهذا متعقب بان عدالة الفرع یقتضی صدقه وعدم علم الاصل لا ینافیه فالمثبت مقدم علی النافی واما قیاس[2] ذالك بالشهادة ففاسد لان شهادة الفرع لا تسمع مع القدرة علی شهادة الاصل بخلاف الروایة فافترقا وفیما ای فی هذا النوع صنف الدارقطنی کتاب من حدث ونسی وفیه ما یدل علی تقویة المذهب الصحیح لکون کثیر منهم حدثوا باحادیث فلما عرضت علیهم لم یتذکروها لکنهم لاعتمادهم علی

ترجمہ اور یہ (یعنی حدیث کا مردود ہونا) کسی ایک (کی عدالت و روایت) کے بارے میں قادح و معیوب نہو گا بسبب تعارض کے (کیونکہ ہر ایک دوسرے کو تکذیب کرتا ہے اور دونوں میں کسی ایک کی بات کو قبول کرنے میں بھی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے فاذا تعارضا تساقطا آپ دونوں اپنی اصلی عدالت ہی پر باقی رہیں گے)) یا (اگر) اسکا انکار احتمالی ہو مثلاً کہے کہ مجھے یہ (حدیث) یاد نہیں ہوتی ہے یا میں اسکو پہچانتا نہیں تو بقول اصح وہ حدیث مقبول ہو گی کیونکہ اسکو شیخ کے نسیان پر محمول کیا جائیگا اور بعض نے کہا کہ وہ مقبول نہو گی کیونکہ اثباتِ حدیث میں فرع (یعنی شاگرد) اصل (یعنی شیخ) کا تابع ہے اس حیثیت سے کہ جب اصل حدیث کو ثابت کرے تو فرع کی روایت ثابت ہو جائیگی اور ایسا ہی مناسب یہ کہ اثبات (نفی) میں (بھی) اصل پر متفرع اور اسکا تابع ہو (وقد انکرہ اصلہ فلا یقبل حدیثہ) یہ قول متعرض و مردود ہے اس سے کہ فرع (یعنی شاگرد) کی عدالت اسکی صداقت کا مقتضی ہے اور (حدیث کے بارے میں) اصل (یعنی شیخ) کا علم نہونا اسکی صداقت کا منافی نہیں ہے پس ثابت کرنیوالا مقدم و مرجح ہوتا ہے نفی کرنیوالا پر (لہذا یہاں بھی مقدم ہوگا) اور بہرحال اسکو (یعنی روایت کو) شہادت کیساتھ قیاس کرنا فاسد ہے کیونکہ فرع کی شہادت، شہادت اصل پر قدرت ہوتے ہوئے مقبول (ہی) نہو گی بخلاف روایت کے (کہ روایت اصل پر قدرت ہونے ہوتے مقبول ہو گی پس روایت و شہادت دونوں (میں) فرق ہو گیا اور اس بارہ میں یعنی اس نوع کے بارے میں امام دارقطنیؒ نے ایک کتاب (مسمیٰ) من حدث ونسی لکھی اور اس کے اندر ایسی چیزیں ہیں جو کہ مذہب صحیح کی تقویت پر دلالت کرتی ہیں بسبب ہونے ان میں سے بہت (مشائخ) ایسے کہ جنہوں نے حدیثیں روایت کی ہیں پس جبکہ ان کے سامنے وہ حدیثیں پیش کی گئیں تو انہوں نے انکو یاد نہیں کیا (یعنی انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا) لیکن بوجہ اعتماد ہونے

تشریح [1] قولہ فی الاصح الخ یعنی اس صورت میں مذہب مختار کے موافق یہ حدیث مقبول ہو گی اور یہ مذہب جمہور اہل حدیث و جمہور فقہاء اور جمہور متکلمین کا ہے کیونکہ اسکو نسیان شیخ پر محمول کیا جائیگا اور حکم ذاکر پر ہو گا کیونکہ علی الیقین ثابت کرنیوالا وہ علی الشک نفی کرنیوالا پر مقدم ہوتا ہے ۱۲ وجیہ الدین علوی [2] قولہ واما قیاس ذالک بالشہادۃ الخ یعنی اس مسئلہ کو شہادت علی الشہادت پر۔ آئندہ

الرواة عنهم صاروا يروونها عن الذين[۱] رووها عنهم عن انفسهم كحديث سهيل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً في قصة[۲] الشاهد واليمين قال عبد العزيز بن محمد الدراوردي حدثني به ربيعة بن ابي عبد الرحمن عن سهيل قال فلقيت سهيلاً فسألته عنه فلم يعرفه فقلت ان ربيعة حدثني عنك بكذا فكان سهيل بعد ذالك يقول حدثني ربيعة عني اني حدثته عن ابي به ونظائره كثيرة ۔

ترجمہ ان کا ان رواۃ پر جنہوں نے ان سے روایت کی ہیں (یعنی اپنے تلامذہ پر اعتماد ہونیکی وجہ سے) روایت کرنے لگے اپنے نفس سے ان کے (واسطہ) سے جنہوں نے ان احادیث کو ان سے روایت کیا ہے (یعنی اپنے تلامذہ کے واسطہ سے اپنی نفس سے روایت کرنے لگے) جیسا کہ حدیث سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً فی قصۃ الشاہد والیمین، عبد العزیز بن محمد دراوردی نے فرمایا کہ حدیث مجھے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے سہیل سے روایت کی ہے عبد العزیز نے فرمایا کہ میں نے (ایک مرتبہ) سہیل سے ملاقات کی تو میں نے آپکو اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسکو پہچانا نہیں (یعنی آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا) پس میں نے کہا کہ ربیعہ نے میرے پاس آپ سے اسکو روایت کیا ہے پس سہیل اس کے بعد (یہ) کہتے تھے کہ ربیعہ نے میرے پاس مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں نے اس کے پاس اپنے باپ سے اس (حدیث) کو روایت کیا اور اسکی مثالیں بہت ہیں ۔

تشریح بقیہ گذشتہ :۔ پر قیاس کرنا کہ جس طرح اصل شاہد اگر شہادت سے لاعلمی ظاہر کرے تو فرع کی شہادت غیر مقبول ہوگی اسیطرح یہاں بھی اصل کی لاعلمی ظاہر کرنے سے فرع کی روایت نا مقبول ہونی چاہیئے یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے چند وجوہ سے اول وہ ہے جسکو مصنف نے ذکر کیا ہے دوم یہ کہ شہادت صرف حر ہی کی مقبول ہے بخلاف روایت حدیث کہ اس میں حر و عبد سب برابر ہیں سوم یہ کہ دو عورت کی شہادت ایک رجل کی شہادت کے برابر ہے بخلاف روایت کہ اس میں مرد و عورت سب برابر ہیں چہارم یہ کہ شہادت مقبول نہیں مگر دو شخص کی بخلاف روایت کہ ایک شخص کی روایت مقبول ہے ۱۲ ع

صفحہ ہذا :۔ [۱] قولہ الذین رووہا عنہم عن انفسہم الخ قولہ عن انفسہم لیس تاکیداً لقولہ عنہم بل لسوق الاسناد عن تلک الرواۃ الی انفسہم ولا یفید عنہم الا تعیین الرواۃ کذا قال محش وقال الشارح ای ینتہی الی انفسہم والاظہر ان یقال عنہم متعلق یروونہا وعن انفسہم متعلق بیروونہا والمعنی عن قبل انفسہم ۱۲ شرح الشرح [۲] قولہ فی قصۃ الشاہد والیمین الخ وہو انہ قال قضی رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالیمین مع الشاہد الواحد اگر مدعی کے لئے دو شاہد ہوں تو فیصلہ بالاتفاق اس کے لئے ہوگا اور اگر ایک شاہد بھی نہو تو مع الیمین مدعی علیہ کے لئے فیصلہ ہوگا اور اگر مدعی کو صرف ایک شاہد موجود ہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک مدعی کو قسم دلاکر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا آپ کی دلیل یہی حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس صورت اس میں مدعی علیہ کو قسم دلاکر اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا اور مدعی پر کبھی قسم نہیں آتی ہے بدلیل قولہ تعالی واستشہدوا شہیدین من رجالکم الخ یعنی مردوں میں سے دو گواہ لاؤ اور اگر دو مرد نہ مل سکے تو ایک مرد اور دو عورت گواہ لاؤ یہاں تو ایک گواہ کی موجودگی میں یمین مدعی کا کوئی ذکر نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر یہ حدیث حسن وصحیح ہے حتی کہ بعض نے اسکو متواتر و مشہور کہا ہے اور البینۃ والیمین کے اندر الف ولام جنسی ہے تو معنی یہ کہ جنس بینۃ مدعی کے لئے ہے ۔ باقی آئندہ پر

وان اتفق الرواة فی اسناد من الاسانید فی صیغ الاداء کسمعت فلانًا قال سمعت فلانًا اوحدثنا فلان قال حدثنا فلان اوغیر ذالك من الصیغ اوغیرھا من الحالات القولیة کسمعت فلانا یقول اشھد باللہ لقد حدثنی فلان الی اخرہ اوالفعلیة کقولہ دخلنا علی فلان فاطعمنا تمرا الی آخرہ اوالقولیة والفعلیة معًا کقولہ حدثنی فلان وھو آخذ بلحیتہ قال آمنت بالقدر الی آخرہ فھو المسلسل وھو من صفات الاسناد وقد یقع التسلسل فی معظم الاسناد کحدیث المسلسل بالاولیة فان السلسلة ینتھی فیہا الی سفیان بن عیینة فقط ومن رواہ مسلسلًا الی منتہاہ فقد وھم

ترجمہ اور اگر اسنادوں میں سے کسی اسناد میں صیغ ادا کے اندر (کل) رواۃ متفق ہو جائے مثلاً سمعت فلانا قال سمعت فلانا الی اخر السند ایسا ہی روایت ہو) یا تو حدثنا فلان قال حدثنا فلان (الی آخر السند) یا صیغ ادا میں سے اس کے سوا دوسرا کسی صیغہ سے روایت ہو کا خبرنا فلان قال اخبرنا فلان اونحوہ) یا صیغ ادا کے علاوہ حالات قولیہ میں سے کسی حالت کے اندر (تمام رواۃ متفق ہوئے) مثلاً سمعت فلان یقول اشھد باللہ لقد حدثنی فلان الی اخرہ (یہاں سمعت فلانا یقول اشھد باللہ یہ حالت قولیہ ہے ایسا ہی آخر سند تک سب ہی کہے) یا تو حالات فعلیہ میں سے (کسی حالت میں سب متفق ہوئے) کقولہ دخلنا علی فلان فاطعمنا تمرًا الی آخرہ (یہاں اطعمنا تمرًا یہ حالت فعلیہ ہے ایسا ہی سب رواۃ اخر سند تک کہتے رہے) یا تو ایک ساتھ حالت قولیہ و فعلیہ دونوں میں (متفق ہوئے) کقولہ حدثنی فلان وھو آخذ بلحیتہ قال امنت بالقدر الی آخرہ (یہاں ھو آخذ بلحیتہ حالت فعلیہ اور قال امنت بالقدر حالت قولیہ ہے ان دونوں حالت میں آخر سند تک سب ہی متفق ہوئے) تو وہ (نوع) مسلسل ہے (یعنی اسکو مسلسل کہا جاتا ہے) اور وہ (یعنی تسلسل اسناد کی صفات میں ہے (نہ کہ صفات حدیث سے پس اسناد مسلسل کہا جائیگا نہ کہ حدیث مسلسل اور تسلسل کا اصل یہ کہ سند کے تمام حصہ میں ہو لیکن) کبھی تسلسل سند کے اکثر حصہ میں واقع ہوتا ہے کحدیث المسلسل بالاولیہ (یعنی جس حدیث میں یہ مذکور ہو کہ تلمیذ کو اپنے شیخ نے اول ملاقات اس حدیث کو روایت کیا ہے) کیونکہ اس حدیث کا تسلسل صرف سفیان بن عیینہ تک ختم ہو جاتا ہے اور اسکو انتہا سند تک مسلسلاً جس نے روایت کیا اس نے غلط کیا ہے ۱۲ ــــ

تشریح بقیہ گذشتہ :۔ اور جنس یمین مدعی علیہ پر ہے اور یہ تقسیم شرکت کا منافی ہے یعنی بتقاضا تقسیم مدعی کے اندر بینہ و یمین جمع نہیں ہو سکتا ہے اب قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالیمین مع الشاھد الواحد کا جواب یہ کہ یہ حدیث خبر واحد ہے جو کہ قرآن و حدیث مشہور کے مقابلہ میں حجت نہیں بن سکتی ہے علاوہ ازیں یہ ایک فعلی حدیث ہے جسمیں خصوصیت و تاویل کا احتمال رکھتا ہے اور یہ ایک جزی واقعہ ہے جو کہ قاعدہ کلیہ کا مقابل نہیں بن سکتا ہے اور اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ انہ علیہ السلام قضی بیمین المدعی علیہ مع وجود الشاھد الواحد للمدعی ولم یعتبر الشاھد الواحد کیونکہ حدیث میں تو یہ مذکور نہیں کہ یمین کس کی تھی، تو ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی کو کہا کہ تمہارا بینہ لاؤ۔ ائندہ پر۔

وصیغ الاداء المشار الیہا علی ثمان مراتب الاولیٰ[1] سمعت وحدثنی ثم اخبرنی وقرأت علیہ وھی المرتبۃ الثانیۃ ثم قرئ علیہ انا اسمع وھی الثالثۃ ثم انبأنی وھی الرابعۃ ثم ناولنی وھی الخامسۃ ثم شافھنی ای بالاجازۃ وھی السادسۃ ثم کتب الیّ ای بالاجازۃ وھی السابعۃ ثم عن ونحوھا من الصیغ المحتملۃ للسماع والاجازۃ ولعدم السماع ایضاً وھذا[2] مثل قال وذکر وروی فاللفظان الاولان من صیغ الاداء وھما سمعت وحدثنی

ترجمہ اور صیغ ادا جن کی طرف (وان اتفق الرواۃ فی صیغ الادار سے) اشارہ کیا گیا وہ آٹھ مراتب و درجے پر ہیں (انمیں سے) پہلا (مرتبہ) سمعت وحدثنی (کا) ہے (گو ان دونوں میں بھی فرق ہے) پھر اخبرنی وقرأت علیہ اور وہ مرتبۂ ثانیہ ہے پھر قرئ علیہ وانا اسمع اور وہ تیسرا مرتبہ ہے پھر انبأنی اور وہ چوتھا مرتبہ ہے پھر ناولنی اور وہ پانچواں مرتبہ ہے پھر شافھنی ای بالاجازۃ اور وہ چھٹا مرتبہ ہے پھر کتب الیّ ای بالاجازۃ اور وہ ساتواں مرتبہ ہے پھر عن اور اس کے مثل ان صیغوں میں سے جو کہ سماع واجازت کا احتمال رکھتا ہے اور عدم سماع کا بھی (احتمال رکھتا ہے) اور یہ (یعنی عن کا مثل) مثل قال وذکر وروی ہے پس صیغ ادا میں سے اول دونوں لفظ اور وہ دونوں سمعت وحدثنی ہے۔

تشریح بقیہ گذشتہ:۔ تو اس نے صرف ایک شاہد لایا آپ نے اسکا کوئی اعتبار نہیں کیا اور مدعی علیہ کو کہا کہ تم قسم کرو اس نے قسم سے انکار کیا تو آپ نے مدعی کو کہا اگر تم اپنے دعوی میں سچ ہو تو اس کو لیلو اس بات کو سنتے ہوئے مدعی نے قسم کرکے کہا یہ چیز میرا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فیصلہ کرلیا حالیکہ آپنے نکول مدعی علیہ سے فیصلہ کیا ہے واللہ اعلم الاحمد محب الرحمن غفرلہ

لہ قولہ والقولیۃ والفعلیۃ الخ قال السخاوی وذالک فی حدیث واحد کحدیث انس مرفوعاً لایجد العبد حلاوۃ الایمان حتی یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ قال وقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی لحیتہ وقال آمنت بالقدر فقد تسلسل لنا بقبض کل واحد من رواتہ علی لحیتہ مع قولہ آمنت الخ ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ھذا:۔ لہ قولہ الاولیٰ سمعت وحدثنی الخ ہذا اجمال المراتب وتفصیلہا مع تعلیلہا ان وجہ تقدم سمعت علی حدثنی ہو ان الثانی یحتمل الواسطۃ کما یذکرہ المصنف ووجہ تقدیم حدثنی علی اخبرنی ما یذکرہ ایضاً او کون اخبرنی ماخوذاً من المخبر وہو اعم من الحدیث ووجہ تقدیمہ علی قرأت مع ان کلاہما لایحتمل الواسطۃ احتمال الغفلۃ حتی لم یجعل بعضہم قرأت من وجوہ التحمل ہذا وسیأتی ما یقوی تقدیم قرأت علی اخبرنی فی قرأت علیہ ووجہ تقدیم قرأت علیہ علی قرئ علیہ وانا اسمع ناکر امر الغفلۃ باعتبار الشیخ والراوی ووجہ تقدیم علی انبأنی انما ہو بالاصطلاح حیث جعلہ المتأخرون للاجازۃ ووجہ تقدیمہ علی ناولنی انہ لیس فی المناولۃ تحدیث اصلا بل ہو ان یعطیہ الشیخ کتابہ ویأذنہ بالروایۃ ووجہ تقدیمہ علی الاجازۃ بالمشافہۃ انہ اقوی منہا ووجہ تقدیمہا علی الاجازۃ بالکتابۃ الیہ انہ لامشافہۃ فیہا ۱۲ ش

لہ قولہ وہذا مثل قال وذکر الخ یعنی عن وہ قال وذکر وروی کے مانند ہے جبکہ اس کے ساتھ لی یا لنا مذکور نہ ہو مثلاً قال لی یا قال لنا نہ کہے بلکہ صرف قال فلان بکذا کہے اور جبکہ اس کے ساتھ لی یا لنا مذکور ہو مثلاً قال لی یا قال لنا کہے تو وہ متصل ہونے میں حدثنا کے مانند ہے لیکن بسا اوقات اسکو اس حدیث کے لئے استعمال کرتے ہیں جسکو بحالت مذاکرہ سنتے ہیں نہ بحالت تحدیث بخلاف حدثنا کہ اسکو بحالت تحدیث سننے پر استعمال کرتے ہیں ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ۔

صالحان لمن سمع وحده من لفظ الشیخ و تخصیص التحدیث بما سمع من لفظ الشیخ
هو الشائع بین اهل الحدیث اصطلاحاً ولا فرق بین التحدیث والاخبار من حیث
اللغة و فی ادعاء الفرق بینهما تکلف[۱] شدید لکن لما تقرر فی الاصطلاح صار ذالک
حقیقة عرفیة فقدم علی الحقیقة اللغویة مع ان هذا الاصطلاح انما شاع عند المشارقة[۲]
ومن تبعهم واما غالب المغاربة[۳] فلم یستعملوا هذا الاصطلاح بل الاخبار والتحدیث
عندهم بمعنی واحد فان جمع ای اتی بصیغة الاولی جمعاً کان یقول حدثنا فلان
او سمعنا فلاناً یقول فهو دلیل علی انه سمع مع غیره و قد یکون النون للعظمة

ترجمہ ایسے راوی کیلئے لائق (وموضوع) ہے جس نے تنہا شیخ کے لفظ سے (یعنی بزبان شیخ حدیث) سنی ہے اور تحدیث (یعنی حدثنی یا حدثنا) کو اس (حدیث) کے ساتھ خاص کرنا جسکو شیخ کے لفظ سے سنا ہے وہ باعتبار اصطلاح اہل حدیث کے درمیان شائع ذائع ہے (ایسا ہی اخبرنی یا اخبرنا مخصوص ہے اس کے ساتھ کہ شاگرد پڑھے اور استاد سنے) اور لغت کے اعتبار سے تحدیث و اخبار کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور (باعتبار لغت) دونوں میں فرق کا دعوی کرنے میں سخت تکلف (دشواری کو برداشت کرنا ہے (باعتبار لغت اگرچہ دونوں برابر ہیں) لیکن جب کہ اصطلاح میں فرق ثابت ہو گیا تو یہ فرق حقیقت عرفیہ بن گیا پس اسکو حقیقت لغویہ پر مقدم کیا جائیگا، علاوہ ازیں تحقیق کہ یہ (فرق بینہما کا) اصطلاح صرف (اکثر) اہل مشرق اور ان کے متبعین کے پاس مشہور ہے اور بہرحال اکثر اہل مغرب نے اس اصطلاح (ای التحدیث فی السماع والاخبار فی القراۃ) کو استعمال نہیں کیا بلکہ ان کے پاس تحدیث و اخبار ایک معنی پر ہے (وہو جواز اطلاقہما فی القراۃ علی الشیخ و فی قراۃ الشیخ علی التلمیذ) پس اگر راوی جمع کرے یعنی (مرتبہ) اولی کے صیغہ کو بطور جمع لاوے مثلاً (حدثنی کے بجائے) حدثنا فلان یا (سمعت کے بجائے) سمعنا فلاناً یقول کہے تو یہ (جمع) اس پر دلیل ہے کہ اس نے (اس حدیث کو شیخ سے) اپنے غیر کے ساتھ سنا ہے (یعنی اسکو سننے میں اور لوگ بھی شریک تھے) اور کبھی (محدثین کے استعمال میں) نون (جمع) عظمت کے لئے آتا ہے

تشریح [۱] قولہ تکلف شدید الخ شاید وجہ تکلف یہ ہے کہ اخبار خبرۃ سے ماخوذ ہے اور خبرۃ کے معنی امتحان لینا اور قرأت علی الشیخ کی صورت میں معنی امتحان موجود ہے اور وہ یہ کہ کیا شیخ اس حدیث کو ثابت کرتا ہے یا نہ؟ ابن صلاح نے فرمایا کہ اخبار و تحدیث کے درمیان کا فرق یہ محدثین کے پاس شائع ذائع ہے، اس کے لئے باعتبار لغت دلیل دینا (خواہ مخواہ) تکلیف اٹھانا ہے اور فرق کا بہترین وجہ یہ ہے جو کہ کہا جاتا ہے سماع من الشیخ اور قرأت علی الشیخ کے درمیان تمیز دینے کیلئے محدثین کے درمیان یہ ایک اصطلاح ہے ۱۲ ش [۲] قولہ عند المشارقۃ ای جلہم ومن تبعہم وہو مذہب الاوزاعی وابن جریج والامام الشافعی ومسلم بل قیل انہ مذہب اکثر المحدثین منہم ابن وہب المصری والنسائی ۱۲ ش [۳] قولہ واما غالب المغاربۃ الخ وقد قیل ان ہذا مذہب الحجازیین والکوفیین وقول الزہری ومالک و سفیان بن عیینۃ ویحیی بن سعید فی آخرین من الائمۃ المتقدمین وہو مذہب البخاری وجماعۃ من اجلاء المحدثین ۱۲ شرح الشرح

لکن بقلۃ واولہا[1] ای صیغ المراتب اصرحہا ای اصرح صیغ الاداء فی سماع قائلہا لانہا لا تحتمل الواسطۃ ولان حدثنی قد یطلق فی الاجازۃ تدلیسًا وارفعہا[2] مقدارًا ما یقع فی الاملاء لما فیہ من التثبت والتحفظ والثالث وھو اخبرنی کالرابع وھو قرأت علیہ لمن قرأ بنفسہ علی الشیخ فان جمع کان یقول اخبرنا او قرأنا فھو کالخامس وھو قری علیہ وانا اسمع وعرف من ھذا ان التعبیر بقرأت لمن قرأ خیر من التعبیر بالاخبار لانہ افصح بصورۃ الحال تنبیہ القراءۃ علی الشیخ احد وجوہ التحمل عند الجمہور وابعد من ابی ذالک من اھل العراق وقد اشتد انکار الامام مالک وغیرہ

ترجمہ لیکن قلت کے ساتھ (یعنی عظمت کے لئے استعمال ہونا بہت کم ہے اور کلام باری میں عظمت کے لئے آنا بہت کثیر ہے جیسے انا نحن نزلنا الذکر، وانا فتحنا لک فتحا مبینًا، انا اعطیناک الکوثر وغیرھا) اور اس کے یعنی مراتب (ثمانیہ) کے صیغوں کا اول (صیغہ یعنی سمعت وہ) ان میں سے زیادہ صریح و ظاہر ہے یعنی اس کے قائل کے سماع کے بارے میں صیغ ادا میں سے (وہ) سب سے زیادہ صریح وظاہر ہے کیونکہ وہ واسطہ کا احتمال نہیں رکھتا ہے (بخلاف حدثنی و مابعدہ) اور اس لئے کہ حدثنی کبھی تدلیسًا اجازت پر اطلاق ہوتا ہے (بخلاف سمعت کہ وہ ایسی اجازت پر اطلاق نہیں ہوتا ہے) اور (تمام) الفاظ ادا میں سے مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بلند وہ ہے جو کہ املاء (کی صورت) میں واقع ہو (یعنی جو کہ شیخ کے تلفظ اور راوی کے سماع وکتابت پر دلالت کرے) کیونکہ اس میں خوب چھان بین وضبط ہے (یعنی وہ زیادہ ضبط پر دلالت کرتا ہے) اور (صیغ ادا میں سے) تیسرا (مرتبہ) اور وہ اخبرنی ہے (وہ حکم میں) چوتھا (مرتبہ) کے مانند ہے اور وہ (صیغہ) قرأت علیہ ہے (اور یہ صیغہ) اس شخص کے لئے (موضوع) ہے جس نے خود استاد کے سامنے پڑھا ہو پس اگر راوی (ان صیغوں کو) جمع کرلے مثلا (اخبرنی کے بجائے) اخبرنا یا (قرأت کے بجائے) قرأنا کہے تو وہ (حکم میں) پانچواں (مرتبہ) کے مانند ہے اور وہ (صیغہ) قری علیہ وانا اسمع ہے (اس صیغہ کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کے سامنے پڑھا گیا اس حال میں کہ میں سن رہا ہوں) اور اس سے (ای مما ذکر وھو ان اخبرنی وقرأت علیہ لمن قرأ بنفسہ) معلوم ہوا کہ بیشک قرأت (علیہ) کے ذریعہ تعبیر کرنا اس کے لئے جس نے (خود استاد کے سامنے) پڑھا اخبار کے ذریعہ (ای باخبرنی) تعبیر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ وہ صورت حال کو زیادہ ظاہر کرتا ہے (بخلاف اخبرنی یا اخبرنا کہ وہ اس قدر صریح نہیں ہے) تنبیہ قرأت علی الشیخ جمہور کے نزدیک تحمل (حدیث) کی صورتوں میں سے ایک (صورت) ہے اور اہل عراق میں سے جس نے اسکا انکار کیا (کابی عاصم الوکیع) وہ (حق سے بہت) دور چلا گیا (یعنی یہ مسلک صحیح نہیں) اور بیشک اس بارے میں امام مالکؒ اور مدنیین میں سے دوسرے حضرات کا انکار ان پر سخت ہوا (یعنی انہوں نے انکا سخت رد کیا)

تشریح [1] قولہ واولہا الخ یہاں اول سے اول حقیقی مراد ہے اور وہ سمعت ہے نہ کہ سمعت مع حدثنی کیونکہ اس پر آپ کا آئندہ قول ولان حدثنی الخ دلالت کرتا ہے پس اولہا کی ضمیر کی تفسیر صیغ المراتب نہ کرکے صیغ الاداء سے کرنا ہی اظہر ہے کیونکہ صیغ مراتب کا اول مرتبہ سمعت وحدثنی دونوں کا مجموعہ ہے نہ کہ صرف سمعت کا اور یہاں مراد صیغ ادا میں سے سب سے اونی صیغہ ہے کہ ہے ۱۲ ش [2] قولہ وارفعہا الخ سماع من الشیخ دو قسم پر ہے۔ باقی آئندہ صفحہ پر

من المدينين عليهم فى ذالك حتى بالغ بعضهم فرجحها على السماع من لفظ الشيخ وذهب جمع جمّ منهم البخارى وحكاه فى اوائل صحيحه عن جماعة من الائمة الى ان السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه يعنى فى الصحة والقوة سواء والله اعلم والانباء من حيث اللغة واصطلاح المتقدمين بمعنى الاخبار الا فى عرف المتأخرين فهو للاجازة كعن لانها فى عرف المتأخرين للاجازة وعنعنة المعاصر محمولة على السماع بخلاف غير المعاصر فانها تكون مرسلة او منقطعة فشرط حملها على السماع ثبوت المعاصرة الا من المدلس فانها ليست محمولة على السماع وقيل يشترط فى حمل عنعنة المعاصر على السماع ثبوت لقائهما اى الشيخ والراوى عنه ولو مرة واحدة

ترجمہ یہاں تک کہ ان میں کا بعض نے مبالغہ کر لیا پس قرأت علی الشیخ کو شیخ کے لفظ سے سننے پر (بھی) ترجیح دیا ہے اور ایک جماعت وبڑی تعداد اس بات کی طرف گئے ہیں کہ سماع من لفظ الشیخ اور قرأت علی الشیخ یعنی صحت وقوت میں برابر ہے ان میں سے (ایک) امام بخاریؒ ہے (جو کہ قبلۃ المحدثین ہے) اور آپ نے اپنی صحیح کے اوائل (حصہ) میں ائمہ کی ایک جماعت (کالحسن والثوری ومالک) سے اس مذہب (ای تسویۃ بینہما) کو بیان کیا ہے واللہ اعلم۔ انباء لغت واصطلاح متقدمین کے اعتبار سے اخبار کے معنی میں ہے مگر متاخرین کی عرف میں وہ عن کی طرح اجازت کیلئے ہے کیونکہ عن متاخرین کی عرف میں اجازت کے لئے (مستعمل) ہے اور ہم عصر کی عنعنہ (یعنی ایک زمانہ کے لوگ اگر ایک دوسرے سے عن فلان کہکر روایت کرے وہ روایت عند الجمہور) سماع پر محمول ہے (یعنی کہا جائیگا کہ اس نے اس سے سن کر ہی روایت کی ہے) بخلاف غیر معاصر کے کیونکہ اسکی عنعنہ مرسل ہوگی (اگر معنعِن تابعی ہو) یا منقطع ہوگی (اگر معنعِن غیر تابعی ہو) پس (جمہور کے نزدیک) عنعنہ کو سماع پر محمول کرنے کے لئے ثبوت معاصرت شرط ہے مگر کہ مدلس سے (اگر عنعنہ سرزد ہوا کیونکہ وہ سماع پر محمول نہیں ہے اگرچہ معاصر ہی کیوں نہ ہو) اور بعض نے کہا کہ معاصر کی عنعنہ سماع پر محمول ہونے میں دونوں کی یعنی شیخ اور اس سے روایت کرنے والا کی ملاقات کا ثبوت شرط ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو۔

تشریح بقیہ گذشتہ:۔ ایک یہ کہ شیخ کہے اور شاگرد لکھے اسکو املا کہتے ہیں دوم یہ کہ شیخ بیان کرے اور شاگرد نہ لکھنے کا اہتمام کرے اور نہ استاد لکھانے کا اہتمام کرے اول قسم اولی وارفع ہے کیونکہ اس صورت میں شاگرد لکھنے اور استاد بیان کرنے میں زیادہ احتیاط کرتے ہیں لہذا حدثنی الشیخ املاءً اگر کوئی کہے تو یہ سمعت الشیخ کہنے پر راجح ہوگا وبہذا تبین لک ان الاولی تقدیم قولہ وارفعہا علی قولہ اولہا او تاخیرہ عن قولہ کالخامس لانہ یتعلق بمطلق الصیغ او لا کان ای وغیرہ ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ہذا ا؎ قولہ یعنی الخ تفسیر لما بعدہ وہو قولہ سواء وکان الاولی ان یقول اولا سواء ثم یقول ای فی الصحۃ والقوۃ ۱۲ ش۔

ليحصل الأمن في باقي العنعنة عن كونه من المرسل الخفي[1] وهو[2] المختار تبعًا لعلي بن
المديني والبخاري وغيرهما من النقاد واطلقوا المشافهة في الإجازة المتلفظ بها
تجوزا وكذا المكاتبة في الإجازة بها وهو موجود في عبارة كثير من المتأخرين
بخلاف المتقدمين فإنهم إنما يطلقونها فيما كتب الشيخ من الحديث إلى الطالب
سواء أذن له في روايته أم لا، لا فيما إذا كتب إليه بالإجازة فقط واشترطوا في
صحة الرواية بالمناولة اقترانها بالإذن بالرواية وهي إذا حصل هذا الشرط
ارفع أنواع الإجازة لما فيه من التعيين والتشخيص وصورتها أن يدفع الشيخ

ترجمہ تاکہ باقی عنعنہ کے بارے میں وہ مرسل خفی میں سے ہونے (کا احتمال) سے امن حاصل ہو جائے اور یہی (قول) مختار ہے علی بن مدینیؒ و امام بخاریؒ اور نقاد حدیث میں سے دوسرے حضرات کا اتباع کرتے ہوئے اور محدثین مشافہت کا اطلاق مجازا (صرف) اس اجازت کے بارے میں کرتے ہیں جسکا تلفظ کیا گیا ہو (بان قال الشیخ للطالب تلفظًا اجزت لک للروایۃ) اور ایسا ہی مکاتبہ کا (اطلاق مجازا) اس اجازت کے بارے میں کرتے ہیں جو کہ لکھکر ہو اور وہ (مکاتبہ) متاخرین میں سے بہتوں کی عبارت میں موجود ہے بخلاف متقدمین کے کیونکہ وہ مکاتبہ کا اطلاق صرف اس بارے میں کرتے ہیں کہ حدیث میں سے جکو شیخ طالب کیطرف لکھے چاہے طالب کو اسکی روایت کرنیکی اجازت دیوے یا نہ (یعنی متقدمین کی اصطلاح میں مکاتبہ کا اطلاق صرف اس حدیث پر ہوتا ہے جسکو شیخ طالب کیطرف لکھ بھیجا چاہے اسکے روایت کرنیکی اجازت متصل ہو یا نہ ہو) نہ کہ (اسکا اطلاق اس بارے میں (کرتے ہیں) جبکہ طالب کیطرف صرف اجازت کو لکھے (یعنی حدیث نہ لکھکر صرف اس سے روایت کرنیکی اجازت لکھ دینے پر متقدمین مکاتبہ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں بلکہ اسکو اجازت مکتوبہ کہتے ہیں لیکن متاخرین اجازت مکتوبہ کی جگہ میں مجازًا مکاتبہ استعمال کر لیتے ہیں)) اور (محدثین) مناولہ سے روایت کرنا صحیح ہونے میں اذن بالروایۃ کیساتھ اسکا مقترن ہونیکو شرط لگاتے ہیں اور وہ (مناولہ) جبکہ یہ شرط (ای الاقتران بالاذن بالروایۃ) حاصل ہو (تو) اجازت کی تمام انواع میں سے افضل ہے کیونکہ اسکے اندر تعیین و تشخیص (موجود) ہے اور مناولہ کی صورت یہ ہے کہ شیخ اپنا اصلی نسخہ یا جو اسکا قائم مقام ہے (یعنی اسکی نقل) طالب کو دیدے یا شیخ کا۔

تشریح [1] قولہ من المرسل الخفی الخ مرسل خفی اس حدیث کو کہتے ہیں جسکو راوی عن کے ذریعہ ایسے شیخ سے روایت کرے جو کہ اسکا معاصر ہے مگر دونوں کی لقا معلوم نہ ہو۔ اور اگر لقا معلوم ہو لیکن باوجود واسطہ موجود ہونیکے بھی اسکو حذف کر کے عن فلان کہکر روایت کرے تو وہ حدیث مدلس ہے اور راوی وہ مدلس ہے ۱۲ شرح الشرح مع زیادۃ [2] قولہ وہو المختار الخ اسناد معنعن کے حکم میں اختلاف ہے پس صحیح یہی ہے جسکی طرف جمہور ائمہ حدیث گئے ہیں اور اسی پر عمل بھی ہے کہ وہ اسناد متصل کے حکم میں ہے اور سماع پر محمول ہے بشرطیکہ عن سے روایت کرنیوالا وہ تدلیس سے سالم ہو اور عن کے ذریعہ جن سے روایت کیا انکے ساتھ ملاقات ثابت ہو۔ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ ابن عبد البر اس بات پر ائمہ حدیث کا اجماع کا دعوی کرلے عراقیؒ فرماتے ہیں کہ ثبوت لقا شرط ہونیکو جو ہم نے ذکر کیا وہ علی بن مدینیؒ و بخاریؒ اور دوسرے ائمہ حدیث کا مذہب ہے اس شرط کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے خطبہ میں انکار کیا۔ ۱۲ منہ ص ہم

اصلہ او ما قام مقامہ للطالب او یحضر الطالب اصل الشیخ ویقول لہ فی الصورتین
ھذہ روایتی عن فلان فاروہ عنی وشرطہ ان یمکنہ ایضًا منہ اما بالتملیک او بالعاریۃ
لینقل منہ ویقابل علیہ والا ان ناولہ واسترد فی الحال فلا یتبین ارفعیتہ لکن
لھا زیادۃ مزیۃ علی الاجازۃ المعینۃ وھی ان یجیزہ الشیخ بروایۃ کتاب معین و
یعین لہ کیفیۃ روایتہ لہ واذا خلت المناولۃ عن الاذن لم یعتبر بھا عند الجمھور
وجنح من اعتبرھا الی ان مناولتہ ایاہ یقوم مقام ارسالہ الیہ بالکتاب من بلد
الی بلد وقد ذھب الی صحۃ الروایۃ بالکتابۃ المجردۃ جماعۃ من الائمۃ ولو لم
یقترن ذالک بالاذن بالروایۃ کانھم اکتفوا فی ذالک بالقرینۃ ولم یظھر لی فرق
قوی بین مناولۃ الشیخ الکتاب للطالب وبین ارسالہ الیہ بالکتاب من موضع

ترجمہ اصلی نسخہ (جو کہ طالب کے پاس جائیگا) طالب الشیخ کے سامنے حاضر کردے اور شیخ طالب کو دونوں صورتوں میں کہے کہ فلاں سے یہ میری روایت ہے پس تو اسکو مجھسے روایت کر (ارفع انواع الاجازت کے لئے جیسا کہ اقتران بالاذن بالروایۃ شرط ہے ایسا ہی اور ایک شرط بھی ہے فرماتے ہیں کہ) اور اسکی (یعنی ارفع انواع الاجازۃ کی) شرط یہ ہے کہ شیخ طالب کو اصلی نسخہ پر قدرت دیوے یا تو مالک بناکر یا عاریۃ دیکر تاکہ (عاریت کی صورت میں) وہ اس سے نقل کر لے اور اس پر تقابل کرلے (کہ اصلی نسخہ کچھ نقص و زیادت ہوئی یا نہ) ورنہ اگر طالب کو دیوے اور فی الحال (اسکو) واپس کرلیوے تو اسکی ارفعیت و افضلیت ظاہر نہو گی لیکن (تب بھی) اجازت معینہ پر اس صورت کی زیادہ فضیلت ہے اور اجازت معینہ یہ ہے کہ شیخ طالب کو (کتب مشہورہ میں سے) کوئی معین کتاب کی روایت کرنیکی اجازت دیوے (کان یقول اجزت لک روایۃ البخاری عنی) حالیکہ وہ کتاب حاضر نہو اور شیخ اس کتاب کو اسکی روایت کرنیکا طریقہ طالب کیلئے تعیین کردے اور جبکہ مناولہ اذن سے خالی ہو (بایں طور کہ طالب کو کتاب دیکر یہ کہے کہ یہ میری حدیثوں میں سے ہے یا یہ میرے مسموعات میں سے ہے اور یہ نہ کہے کہ تو اسکو مجھسے روایت کر، یا میں تجھکو مجھسے اس کتاب کی روایت کی اجازت دیتا ہو) تو جمہور کے نزدیک اس مناولہ کا اعتبار نہیں (اہل علم کا ایک طائفہ اسکو صحیح قرار دیتے ہیں اور اسکی روایت کو جائز کہتے ہیں) اور جس نے اسکا اعتبار کیا وہ اس بات کیطرف مائل ہوئے کہ شیخ طالب کو (نسخہ) دینا وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف شیخ کا طالب کیطرف کتاب بھیجنے کا قائم مقام ہوتا ہے اور کتابۃ مجردۃ (یعنی وہ کتاب جو کہ اذن سے خالی ہو اس) کو روایت کرنا صحیح ہونیکی طرف ائمہ کی ایک جماعت (بل کثیر من المتقدمین والمتاخرین) گئیں ہیں اگرچہ یہ ارسال اذن بالروایۃ کیساتھ ملا ہوا نہو پر

تشریح بقیہ گذشتہ: اور صرف معاصرت ہی کافی ہونیکو ثابت کیا ہے لیکن مصنف امام بخاری وغیرہ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں ۱۲ ع

سے قولہ واطلقوا المشافھۃ الخ حاصلہ ان المشافھۃ ہی المخاطبۃ من فیک الی فیہ والاجازۃ ہی الاذن للروایۃ لفظا او کتابۃ فہم اطلقوا المشافھۃ فی الاجازۃ المتلفظ بہا مجازا ومسامحۃ ۱۲ عب سے قولہ فیما اذا کتب الیہ الخ وصورۃ انضمام الاجازۃ ان یکتب الشیخ شیئا من حدیثہ بخطہ او یامر غیرہ فیکتب عنہ باذنہ الی غائب او حاضر عندہ ویقول اجزت لک ماکتبتہ لک او نحو ذالک ۴

۴ وہی شبیہۃ بالمناولۃ المقرونۃ بالاجازۃ فی الصحۃ والقوۃ ۱۲ مولانا رحیم الدین ع

الی آخر اذا خلا کل منہما عن الاذن وکذا اشترطوا الاذن فی الوجادۃ[1] وھی ان یجد بخط یعرف کاتبہ فیقول وجدت[2] بخط فلان ولا یسوغ فیہ اطلاق اخبرنی بمجرد ذالک الا ان کان لہ منہ اذن بالروایۃ عنہ واطلق قوم ذالک فغلطوا وکذا الوصیۃ بالکتاب وھی ان یوصی عند موتہ او سفرہ لشخص معین باصلہ او باصولہ فقد قال قوم من الائمۃ المتقدمین یجوز لہ ان یروی تلک الاصول عنہ بمجرد ھذہ الوصیۃ والی ذالک الجمہور الا ان کان لہ منہ اجازۃ وکذا اشترطوا الاذن بالروایۃ

ترجمہ بقیہ گذشتہ :۔ مقترن نہ ہو گویا کہ انہوں نے ارسال کے بارے میں قرینہ پر اکتفا کر لیا (قرینہ یہ کہ ارسال کتاب میں اذن بالروایت کے علاوہ دوسرا کوئی فائدہ ہی نہیں پس ارسال ہی دال ہے اجازت پر اور جبکہ کتابت مجردہ کی روایت صحیح ہوئی تو مناولہ کی وہ صورت بھی صحیح ہوگی جسمیں اذن بالروایت کا ذکر نہ ہو اس لئے مصنف[رح] فرماتے ہیں کہ) اور شیخ طالب کو کتاب دینے اور طالب کیطرف شیخ ایک شہر سے دوسرا شہر کیطرف کتاب بھیجنے کے درمیان مجھے کوئی قوی فرق ظاہر نہوا۔

صفحہ ھذا :۔ جبکہ دونوں میں سے ہر ایک اذن سے خالی ہو اور ایسا ہی وجادت کے اندر اذن (بالروایت) کو شرط کرتے ہیں اور وجادت یہ ہے کہ (طالب) کوئی ایسی تحریر پائے کہ اسکا کاتب کو پہچانتا ہے (کہ وہ فلاں شیخ ہے اور اس تحریر کے اندر ایسے چند احادیث ہیں جنکو وہ شیخ روایت کرتے ہیں یا وہ اسکی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہے) پس وہ کہے کہ میں نے فلاں کی تحریر میں (ایسا ایسا) پایا اور صرف بوجہ وجادت کے اخبرنی (فلان) کا اطلاق اسمیں جائز نہیں ہوگا لیکن اگر اس طالب کیلئے صاحب تحریر کی جانب سے اس سے روایت کرنیکی اجازت ہو تو اخبرنی فلان کہکر روایت کرنا اسکے لئے جائز ہوگا) اور ایک قوم نے اسکو مطلق کر دیا (کہ صاحب تحریر کی جانب سے اسکو اذن بالروایت ہو یا نہ ہو بہر تقدیر اسکو اخبرنی فلان کہکر روایت کرنا جائز ہے) پس انکو نسبت الی الغلط کئے گئے ہیں اور ایسا ہی وصیت بالکتاب (بھی مشروط بالاذن) ہے اور وصیت بالکتاب یہ ہے کہ شیخ اپنے موت یا سفر کے وقت کسی معین شخص کیلئے (کتب حدیث میں سے) اپنا اصلی (ایک نسخہ) یا اپنے اصلی (کل) نسخوں کی وصیت کرے پس ائمہ متقدمین کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ صرف اس وصیت کے سبب سے ان نسخوں کو اس (موصیٰ) کیلئے اس (موصی) سے روایت کرنا جائز ہوگا اور جمہور نے اسکو انکار کر دیا (یعنی ان کے نزدیک اس کے لئے حدثنی یا اخبرنی فلان کہکر روایت کرنا جائز نہیں ہے) لیکن اگر اس کے لئے موصی کی جانب سے اذن (بالروایت) ہو تو اسکے لئے اخبرنی کہکر روایت کرنا جائز ہوگا۔

تشریح [1] قولہ فی الوجادۃ الخ ہی مصدر مولد لوجد یجد غیر مسموع من العرب العرباء نشأ من المولدین فی تفریقہم بین مصادر وجد للتمییز بین المعانی المختلفۃ کوجد الضالۃ وجدانا ومطلوبہ وجودا قولہ وانہ المصدر الخاص لہذا المعنی المصطلح وہی ان یجد بخط الخ شرح الشرح [2] قولہ فیقول وجدت بخط فلان الخ او قرأت بخط فلان او فی کتاب بخط فلان حدثنا فلان ویسوق الاسناد الی المتن او یقول قرأت او وجدت بخط فلان عن فلان ہذا الذی علیہ العمل قدیما وحدیثا وہو من باب المنقطع لکن فیہ شوب الاتصال للارتباط المفید ثبوت النسبۃ فی الجملۃ وان لم یکن کافیا لمن شرط الاتصال علی وجہ الکمال کالتعمیمی ونحوہا، مولانا وجیہ الدین علوی

فی الاعلام وھو ان یعلم الشیخ احد الطلبۃ باننی اروی الکتاب الفلانی عن فلان فان کان لہ منہ اجازۃ اعتبر والا فلا عبرۃ[1] بذالک کالاجازۃ[2] العامۃ فی المجاز لہ لا فی المجاز بہ کان یقول اجزت لجمیع المسلمین او لمن ادرک حیوتی او لاھل الاقلیم الفلانی او لاھل البلدۃ الفلانیۃ وھو[3] اقرب الی الصحۃ لقرب الانحصار وکذا الاجازۃ للمجھول کان یقول مبھماً او مھملاً وکذا الاجازۃ للمعدوم کان یقول اجزت لمن سیولد لفلان وقد قیل ان عطف علی موجود صح کان یقول اجزت لک ولمن سیولد لک والاقرب عدم الصحۃ ایضاً وکذالک الاجازۃ لموجود او لمعدوم علقت بمشیۃ الغیر کان یقول

ترجمہ اور ایسا ہی اعلام کے اندر (بھی) اذن بالروایت کو شرط کرتے ہیں اور اعلام یہ ہے کہ شیخ کوئی طالب کو یہ جتائے کہ میں فلاں کتاب کو فلاں شیخ سے روایت کرتا ہوں پس اگر طالب کیلئے اس شیخ سے (روایت کی) اجازت (حاصل) ہو تو اسکا اعتبار کیا جائیگا (یعنی اس اعلام کی وجہ سے طالب کیلئے جائز ہوگا کہ وہ اس کتاب کو اس شیخ سے روایت کرے) ورنہ اسکا کوئی اعتبار نہ ہوگا مانند (اعتبار نہونے) اجازت عامہ مجاز لہ (ای التلمیذ) کے حق میں نہ کہ مجاز بہ (ای الحدیث) کے حق میں (کہ اسمیں اجازۃ عام ہو یا خاصہ سب معتبر ہے) مثلاً کہے کہ تمام مسلمین کو یا جس نے میری زندگی کو پایا اسکو یا فلاں اقلیم والوں کو یا فلاں شہر والوں کو میں نے اجازت دی اور وہ (اخری صورت یعنی اجزت لاہل البلدۃ الفلانیۃ) اقرب الی الصحت ہے بوجہ قرب انحصار کے، اور ایسا ہی اجازت للمجھول (بھی غیر معتبر) ہے مثلاً (مجاز لہ کو) مبھماً یا مھملاً کہے، اور ایسا ہی اجازت للمعدوم (بھی غیر معتبر) ہے مثلاً کہے کہ فلاں کا جو بچہ پیدا ہوگا میں نے اسکو اجازت دی (کہ وہ مجھسے روایت کرے) اور بیشک بعض نے کہا (وھو ابوبکر بن ابی داود) کہ اگر معدوم کو موجود پر عطف کرے تو یہ اجازت صحیح ہوگی مثلاً کہے کہ میں نے تجھکو اور تیرا جو بچہ پیدا ہوگا اسکو (مجھ سے روایت کرنیکی) اجازت دی اور (جیساکہ عدم عطف کی صورت میں یہ اجازت صحیح نہیں ہے ایسا ہی عطف کی صورت میں) صحیح نہ ہونا بھی اقرب (الی الحق) اور ایسا ہی موجود یا معدوم شخص کیلئے وہ اجازت (بھی غیر معتبر ہے) جسکو دوسرے کے ارادہ پر معلق کیگئی ہے مثلاً کہے۔

تشریح [1] قولہ فلا عبرۃ بذالک الخ جان تو کہ صرف بوجہ اعلام کے روایت جائز ہونے میں اختلاف کئے ہیں پس محدثین وفقہاء اور اصولیین میں سے بہتوں نے جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صرف اعلام سے روایت جائز نہیں ہے و بہ قطع الشافعیۃ اور اسکو محققین نے اختیار کیا ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شیخ نے اسکی حدیث کو سنا ہے لیکن دوسرے کو اسکی روایت کی اجازت نہیں دیتی لسبب ایسے خلل کے جسکو وہ پہچانتا ہے ۱۲ ش [2] قولہ کالاجازۃ العامۃ فی المجاز لہ لا فی المجاز بہ الخ اجازت کے اندر چار رکن ہیں ایک تلفظ بالفاظ اجازت کان یقول اجزت دوم مجیز یعنی اجازت دینوالا کوئی ہو سوم مجاز یعنی جسکو اجازت دیوے اور اسکو مجاز لہ بھی کہا جاتا ہے چہارم مجاز بہ یعنی جسکی اجازت دیوے، اجازت عامۃ کا اعتبار نہونا صرف مجاز لہ کیساتھ خاص ہے کان یقول اجزت لجمیع المسلمین لیکن اگر مجاز لہ خاص ہو اور مجاز بہ عام ہو کان یقول اجزت لک جمیع مرویاتی یا مجاز بہ خاص ہو کان یقول اجزت لک روایۃ البخاری تو اسکا اعتبار ہونیمیں کوئی شک نہیں ہے ۱۲ شرح الشرح

باقی آئندہ پر۔

اجزت لك ان شاء فلان او اجزت لمن شاء فلان لا ان يقول اجزت لك ان شئتَ وهذا على الاصح في جميع ذالك وقد جوّز الرواية في جميع ذالك سوى المجهول مالم يتبين المراد منه الخطيب وحكاه عن جماعة من مشايخه واستعمل الاجازة للمعدوم من القدماء ابوبكر بن ابي داود وابو عبد الله بن منده واستعمل المعلقة منهم ايضًا ابوبكر بن ابي خيثمة وروى بالاجازة العامة جمع كثير جمعهم بعض الحفاظ في كتاب ورتبهم على حروف المعجم لكثرتهم وكل ذالك كما قال ابن الصلاح توسع غير مرضي لان الاجازة الخاصة المعينة مختلف في صحتها اختلافا قويا

ترجمہ کہ میں نے تجھکو اجازت دی اگر فلاں چاہے یا فلاں جسکو چاہے میں نے اسکو اجازت دی نہ کہ یہ کہے کہ میں نے تجھکو اجازت دی اگر تو چاہے (کیونکہ یہ صورت صحیح و معتبر ہے) اور یہ (یعنی مذکورہ اجازتوں کا اعتبار نہ ہونا) ان تمام کے بارے میں (مذہب) اصح پر (مبنی) ہے اور خطیب نے ان تمام صورتوں میں روایت کرنے کو جائز قرار دیا ہے سوائے (اجازت) للمجہول کے جبتک اس سے مراد (کون ہے) ظاہر نہ ہو (تب تک اس اجازت سے کسی کیلئے روایت جائز نہ ہوگی) اور آپ کے مشائخ میں سے ایک جماعت سے اس مذہب کو نقل کیا ہے اور متقدمین میں سے ابوبکر ابن ابی داود و ابوعبداللہ بن مندۃ نے اجازت للمعدوم کو استعمال کیا ہے اور بوجہ اجازت عامہ کے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے انکو (یعنی اجازت عامۃ سے روایت کرنیوالوں کو) بعض حفاظ نے (علیحدہ) ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور ان کی کثرت کیوجہ سے حروف معجم پر انکو ترتیب دی ہے اور (اجازت کے اندر) یہ سب غیر مناسب کشادگی ہے جیسا کہ ابن صلاح نے کہا ہے کیونکہ عند المتقدمین مخصوص معین اجازت (ای بلاقراۃ شئ علی المجیز) کی صحت کے بارے میں (بھی) سخت اختلاف ہے۔

تشریح بقیہ گذشتہ:۔ ۳۵ قولہ ہو اقرب الی الصحۃ الخ ابن صلاحؒ نے فرمایا کہ اگر اسکے ساتھ ایسا وصف مقترن ہو جو کہ حصر کرنیوالا ہو تو اسکا اعتبار ہے قاضی عیاض نے اسکی مثال یہ بتایا کہ کہے اجزت لمن ہو الآن من طلبۃ العلم ببلد کذا اس صورت کے جواز کے بارے میں کسی معتمد شخص کا اختلاف معلوم نہیں لانہ موصوف محصور کقولہ اجزت لاولاد فلان او اخوۃ فلان کذا ذکرہ العراقی ۱۲ ش ۳۶ قولہ وکذا الاجازۃ للمجہول الخ اجازت للمجہول ہو کان یقول اجزت لجماعۃ من الناس یا اجازت بالمجہول ہو کان یقول اجزت لک بعض مسموعاتی بہرصورت یہ غیر معتبر ہے مبہم اور مہمل کا فرق گزر چکا کہ مبہم وہ ہے جسکا نام ذکر نہ ہو اور مہمل وہ ہے جسکا نام ذکر کیا گیا لیکن مع الاشتباہ شیخ مجازلہ کو بطور مبہم ذکر کرنے کی مثال یہ ہے کہ کہے اجزت لجماعۃ من الناس اور مجازبہ کو بطور مبہم ذکر کرنیکی مثال یہ ہے کہ کہے اجزت لک بعض مسموعاتی اور مجازلہ کو بطور مہمل ذکر کرنیکی صورت یہ ہے کہ ایسے شخص کا نام لیوے کہ اسیوقت اس نام کے چند شخص ہوں مثلا کہے اجزت محمد بن خالد الدمشقی حالانکہ محمد بن خالد دمشقی اسوقت بہت اشخاص ہیں اور مجازبہ کو بطور مہمل ذکر کرنیکی مثال یہ ہے کہ کہے اجزت لک ان تروی عنی کتاب السنن حالانکہ وہ کتب سنن میں سے ایسی چند کتابوں کو روایت کرتا ہے جو کہ ہر ایک کتاب السنن سے مشہور ہے مجازلہ یا مجازبہ مبہم ہونیکی صورت میں تو یہ اجازت بالکل غیر معتبر ہے۔ آئندہ پر

عند القدماء وان كان العمل استقر على اعتبارها عند المتاخرين فهي دون السماع بالاتفاق فكيف اذا حصل فيها الاسترسال المذكور فانها تزداد ضعفا لكنها في الجملة خير من ايراد الحديث معضلا والله اعلم والى هنا انتهى الكلام في اقسام صيغ الاداء

ثم الرواة ان اتفقت اسمائهم واسماء ابائهم فصاعدا واختلفت اشخاصهم سواء اتفق في ذالك[1] اثنان منهم ام اكثر وكذا اذا اتفق اثنان فصاعدا في الكنية والنسبة فهو النوع الذي يقال له[1] المتفق والمفترق وفائدة معرفته خشية ان يظن الشخصان شخصا واحدا وقد صنف فيه الخطيب كتابا حافلا وقد لخصته،

ترجمہ اگرچہ عند المتاخرین اسکا اعتبار ہونے پر عمل برقرار ہو گیا (چونکہ اسمیں متقدمین کا سخت اختلاف تھا لہذا وہ (یعنی اسکا رتبہ) سماع (من الشیخ) سے بالاتفاق گھٹیا ہے تو کیسا حال ہو گا جبکہ اجازت کے اندر مذکورہ وسعت حاصل ہو کیونکہ وہ ضعف کو (اور) بڑھائیگی لیکن (تب بھی) بطور معضل (یا معلق) حدیث روایت کرنے سے وہ اجازت فی الجملہ بہتر ہے واللہ اعلم اور (اول بحث سے) یہاں تک اقسام صیغ ادا کے بارے میں کلام ختم ہو گیا۔ اگر متعدد راویوں کا نام اور ان کے باپ اور دادا کا نام ایک ہی ہو اور ان کے اشخاص و مسمی جداگانہ ہوں برابر ہے کہ راویوں میں سے دو یا اس سے زائد اس میں (ای فی اتحاد اسمائہم واسماء ابائہم) متفق ہوں اور ایسا ہی جبکہ دو یا اس سے زائد راویوں کنیت اور نسبت میں متفق ہوں تو یہ وہ نوع ہے جسکو متفق ومفترق کہا جاتا ہے اور اس قسم کو پہچاننے کا فائدہ دو شخص کو ایک شخص گمان کئے جانیکا ڈر کو زائل کرتا ہے بیشک اس نوع کے بارے میں خطیب نے ایک جامع کتاب لکھی ہے اور میں نے اسکو ملخص کیا۔

تشریح بقیہ گذشتہ :۔ اور مہمل ہونیکی صورت میں اگر قرینہ سے مراد کون ہے ظاہر نہ ہو تو یہ اجازت صحیح نہ ہوگی اور اگر قرینہ سے مراد ظاہر ہو جائے تو یہ اجازت صحیح ہو گی بان قیل لہ اجزت لمحمد بن خالد بن علی بن محمود الدمشقی مثلا بحیث لا تلتبس فقال اجزت لمحمد بن خالد الدمشقی او قیل لہ اجزت لی روایۃ کتاب السنن لابی داود مثلا فقال اجزت لک روایۃ السنن پس ظاہر ہے کہ یہ جواب مسئول عنہ یہی نکلا ہے لہذا یہ اجازت صحیح ہو گی ۱۲ ش تشریح ص۵۵ لہ قولہ حروف المعجم ای علی ترتیب حروف التہجی بان قال مثلا باب الالف احمد بن حنبل والمعجم اسم مفعول صفۃ موصوف محذوف ای حروف الخط الذی وقع علیہا الاعجام وہو النقط او مصدر کالاعجام وعلیہا فاطلاق الحروف المعجم علی الکل من باب التغلیب ۱۲ کذا فی بعض الحواشی۔

عنفحہ ھذا :۔ لہ قولہ فہو النوع الذی یقال لہ المتفق والمفترق ای متفق ومفترق دونوں اسم فاعل کا صیغہ ہے معنی یہ کہ من وجہ باعتبار لفظ متفق ہے اور من وجہ یعنی باعتبار معنی مفترق ہے اور اس کے اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ صرف رواۃ کے نام متفق ہوں اور سند کے اندر صرف راوی کا نام ہی واقع ہو بغیر نسبت کرنے اسکو اپنے باپ کیطرف یا ایسی نسبت کیطرف جس سے وہ غیر سے متمیز ہو جیسے مطلقا حماد کا اطلاق کرے بغیر نسبت کرنے کہ کیا وہ ابن زید ہے یا ابن عمرو اور ایسا ہی اگر صرف کنیت متفق ہوں اور سند میں صرف کنیت کا ذکر بغیر تمییز ہو جیسے ابو حمزۃ، بعض حفاظ نے ذکر کیا کہ شعبہ نے ستا ابو حمزہ سے روایت کی ہے ۱۲ ش ١ شندہ

وزدت عليه شيئا كثيرا وهذا عكس ما تقدم من النوع المسمى بالمهمل لأنه يخشى منه أن يظن الواحد اثنين وهذا يخشى أن يظن الاثنان واحدا وإن اتفقت الأسماء خطا واختلفت نطقا سواء كان مرجع الاختلاف النقط أو الشكل فهو المؤتلف والمختلف ومعرفته من مهمات هذا الفن حتى قال علي بن المديني أشد التصحيف ما يقع في الأسماء ووجهه بعضهم بأنه شيء لا يدخله القياس ولا قبله شيء يدل عليه ولا بعده وقد صنف فيه أبو أحمد العسكري لكنه أضافه إلى كتاب التصحيف له

ترجمہ اور اس پر بہت سے امور اضافہ کیا ہوں اور یہ قسم عکس ہے اس قسم کا جو کہ مسمّٰی بہ مہمل ہے جس کا بلا تمیز بکثرت صفتین ہوئی ہیں جسکا ذکر گزر چکا کیونکہ مہمل سے خوف کیا جاتا ہے اس بات کا کہ ایک شخص کو دو خیال کیا جائے اور اس قسم سے خوف کیا جاتا ہے کہ دو شخصوں کو ایک خیال کیا جائے اگر متعدد اسماء باعتبار رسم (خط متفق ہو اور باعتبار تلفظ مختلف ہوں برابر ہے کہ مرجع اختلاف (تلفظ) نقطہ ہو (جیسے یحییٰ ونجبی) یا شکل (جیسے شریح وسریج) تو وہ قسم موتلف ومختلف ہے (یعنی اسکو موتلف ومختلف کہا جاتا ہے) اور اسکا جاننا اس فن (حدیث) کی اہم چیزوں میں سے ہے یہانتک کہ علی بن المدینی نے کہا کہ تصحیف میں سب سے زیادہ مشکل وہ (تصحیف) ہے جو کہ اسماء میں ہوتی ہے بعض محدثین نے اسکی (یعنی صعوبت کی) وجہ یہ بیان کی کہ وہ ایسی چیز ہے جسمیں قیاس کا دخل نہیں اور نہ اس کے پہلے ایسی کوئی چیز ہے جو کہ تصحیف پر دلالت کرتی ہے اور بیشک اس بارہ میں ابو احمد عسکری نے (ایک کتاب) تصنیف کی ہے لیکن انہوں نے اسکو اپنی کتاب التصحیف کیساتھ ضم کر دیا۔

تشریح بقیہ گذشتہ:۔ ۲ے قولہ ان یظن الشخصان واحدا الخ یعنی اس قسم کو جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ التباس سے امن حاصل ہو کیونکہ بسا اوقات دو شخصوں کو ایک گمان کیا جاتا ہے جیسا کہ ایک جماعت اکابرین سے بھی یہ وہم صادر ہوا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشترک فی الاسم راوی ہیں سے کوئی ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہو پس اگر اس قسم کا علم نہ ہو تو کبھی ثقہ راوی کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ قرار دیا جائیگا، ۱۲ شرح الشرح۔

صفحہ ھٰذا۔ لے قولہ فہو المؤتلف والمختلف الخ بالکسر فیہما ای المسمی بہذا والائتلاف باعتبار الخط والاختلاف باعتبار النطق ۱۲ شرح الشرح ۲ے قولہ التصحیف الخ لغت میں صحف الکلمۃ کے معنی کلمہ کے پڑھنے یا لکھنے میں غلطی کرنا اور اصطلاح محدثین میں تصحیف وہ ہے کہ باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں وسکونوں وحرکتوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے کبھی یہ غلطی متن حدیث میں واقع ہوتا ہے جیسے حدیث من صام رمضان واتبعہ ستا من شوال الخ ابو بکر صولی نے ستا کو شیئا سے تصحیف کر لی اور کبھی یہ غلطی رجال سند میں ہوتی ہے جیسا کہ یحییٰ بن معین نے مراجم کو مزاحم تصحیف کر لی لیکن تصحیف فی السند کو سمجھنا زیادہ مشکل ہے کیونکہ متن حدیث میں جو تصحیف ہوتی ہے اس پر ذوق معنوی دال ہوتا ہے ایسا ہی اسکا سابق ولاحق حصہ بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے بخلاف تصحیف فی السند کے کیونکہ اس کے لئے ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں چونکہ ابو احمد عسکری کی کتاب صرف تصحیف فی الاسماء کے بارے میں مختص تھا بلکہ تصحیف کی دونوں قسموں پر شامل تھا اسلئے دیگر لوگوں نے صرف تصحیف

۱۲ اسماء کے بارے میں کتابیں لکھیں ۱۲ شرح الشرح —

ثم افرده بالتاليف عبد الغنی بن سعيد فجمع فيه كتابين كتابًا فی مشتبه الاسماء وكتابًا فی مشتبه النسبة وجمع شيخه الدارقطنی فی ذالك كتابًا حافلًا ثم جمع الخطيب ذيلًا ثم جمع الجميع ابو نصر بن ماكولا فی كتابه الاكمال واستدرك عليهم فی كتاب آخر فجمع فيه اوهامهم وبيّنها وكتابه من اجمع ما جمع فی ذالك وهو عمدة كل محدث بعده وقد استدرك عليه ابو بكر بن نقطة ما فاته او تجدد بعده فی مجلد ضخم ثم ذيّل عليه منصور بن سليم بفتح السين فی مجلد لطيف وكذا ابو حامد بن الصابونی و جمع الذهبی فی ذالك مختصرًا جدًّا اعتمد فيه علی الضبط بالقلم فكثر فيه الغلط والتصحيف المبائن لموضوع الكتاب وقد يسّرنا الله تعالی لتوضيحه فی كتاب سمّيته تبصير المنتبه بتحرير المشتبه وهو مجلد واحد فضبطته بالحروف علی الطريقة المرضية[1] وزدت عليه شيئًا كثيرًا مما اهمله ولم يقف عليه

ترجمہ (اسلئے) پھر عبد الغنی بن سعید نے اسکو (ایک) مستقل (کتاب میں) لکھا پس اس کتاب کے اندر اس نے دو کتاب کو جمع لیا (دو کتاب سے مراد دو نوع کے مسائل ہیں) ایک کتاب مشتبہ الاسماء کے بارے میں اور دوسری کتاب مشتبہ النسبۃ کے بارے میں (لکھا ہے) اور آپکے بعد) آپکے شیخ دارقطنی نے اس بارے میں ایک جامع کتاب جمع و تصنیف کی پھر خطیب نے (اسکا) تکملہ جمع کیا (یا ان استدرک ما فاتہ) پھر ابو نصر ابن ماکولا نے اپنی کتاب (مسمّٰی بہ) الاکمال کے اندر ان تمام (کتب) کو جمع کرلیا اور دوسری (ایک مستقل) کتاب میں ان (مذکورہ تمام حضرات) کی غلطیاں نکالا پس اسمیں انکے اوہام کو جمع کیا اور اسکو خوب وضاحت سے بیان کردیا اور آپ کی کتاب اس (باب) میں جو کچھ جمع و لکھا گیا ان میں سب سے زیادہ جامع ترین میں سے ہے اور وہ (کتاب) آپکے بعد کے ہر محدث کا سہارا گاہ ہے اور آپکو جو کچھ فوت ہوا یا آپکے بعد فاذ ہوئے اسکی تلافی ابو بکر بن نقطہ نے ایک ضخیم جلد میں کردی ہے پھر اس پر (ای علی مستدرک ابی بکر) منصور بن سلیم بفتح سین نے ایک چھوٹے جلد میں تکملہ لکھا اور ایسا ہی ابو حامد بن صابونی نے (بھی تکملہ لکھا) اور علامہ ذہبی نے اس بارے نہایت مختصر (ایک کتاب) جمع کی اس میں (حرف) ضبط بالقلم پر اعتماد کیا (یعنی حرکات و سکنات و نقاط کا ضبط صرف علامات سے کیا گیا) لہٰذا اسکے اندر (ناسخین کی جانب سے) بکثرت غلطی و تصحیف ہوئی جو کہ موضوع کتاب کے خلاف ہے (لانہ وضع لاجل ازالۃ الغلط والتصحیف) اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایک کتاب کے اندر اسکی توضیح کرنیکی توفیق دی ہے جسکا نام میں نے تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ رکھا اور وہ کتاب ایک (ضخیم) جلد ہے پس میں نے اسکو (یعنی اسماء وغیرہ کو) حروف سے شائستہ انداز پر ضبط کردیا اور اس پر میں نے ان میں سے بہت چیزوں کو اضافہ کیا جنکو ذہبی نے چھوڑ دیا

تشریح [1] قولہ علی الطریقۃ المرضیۃ الخ وہی ان یکتب مثلا بالحاء المہملۃ او بالخاء المعجمۃ او مع کتب الحرکات و السکنات ایضًا بخلاف ضبط القلم الذی ہو غیر مرضی لانہ یجر الی الالتباس وہو ان یکتب الخاء مثلا بالنقطۃ والحاء بدونہا مع الحرکات ایضًا بمجرد القلم من دون بیان فتح وضم وکسر وسکون وفیہ تعریض لایخفی ۱۲ منہ الشرح۔

وللہ الحمد علی ذالک وان اتفقت الاسماء خطا ونطقا واختلفت الآباء نطقا مع ایتلافہما خطا کمحمد بن عَقیل بفتح العین ومحمد بن عُقیل بضمہا فالاول نیسابوری والثانی فریابی وہما مشہوران وطبقتہما متقاربۃ او بالعکس کان یختلف الاسماء نطقا ویأتلف خطا ویتفق الآباء خطا ونطقا کشریح بن النعمان وسریج بن النعمان الاول بالشین المعجمۃ والحاء المہملۃ وہو تابعی یروی علی رضی اللہ تعالی عنہ والثانی بالسین المہملۃ والجیم وہو من شیوخ البخاری ۔ فہو النوع الذی یقال لہ المتشابہ وکذا ان وقع ذالک الاتفاق فی الاسم واسم الاب والاختلاف فی النسبۃ وقد صنف فیہ الخطیب کتابا جلیلا سماہ تلخیص المتشابہ ثم ذیل علیہ ایضا بما فاتہ اولا وہو کثیر الفائدۃ ویترکب منہ ومما قبلہ انواع منہا ان یحصل الاتفاق او الاشتباہ فی الاسم واسم الاب مثلا الا فی حرف او حرفین فاکثر من احدہما او منہما وہو علی قسمین ۔

ترجمہ وللہ الحمد علی ذالک اور اگر اسماء رواۃ باعتبار خط وتلفظ متفق ہوں اور انکے باپ (کے نام) بلحاظ تلفظ مختلف ہوں باوجود متفق ہونے کے وہ بلحاظ خط کے جیسا کہ محمد بن عَقیل بفتح عین اور محمد بن عُقیل بضم عین اول نیشاپوری اور دوم فریابی ہے اور دونوں (صحت روایت میں) مشہور ہیں اور ان کے دونوں کے طبقے قریب قریب ہیں یا تو اسکا عکس ہو مثلاً اسماء رواۃ بلحاظ تلفظ مختلف ہوں اور بلحاظ خط متفق ہوں اور ان کے باپ (کے نام) بلحاظ خط وتلفظ متفق ہوں جیسے شریح بن نعمان وسریج بن نعمان اول شین معجمہ وحاء مہملہ کیساتھ ہے اور وہ تابعی ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتا ہے اور ثانی سین مہملہ وجیم کیساتھ ہے اور وہ اساتذہ بخاریؒ سے (ایک) ہے تو یہ وہ نوع ہے جسکو متشابہ کہا جاتا ہے اور ایسا ہی اگر رواۃ کے نام اور انکے آباء کے نام کے اندر (خطا وتلفظا) یہ اتفاق واقع ہو اور نسبت میں (تلفظا) اختلاف (وخطا اتفاق) واقع ہو (تب بھی اسکو متشابہ کہا جائیگا) اور بیشک خطیب نے اس بارہ میں ایک جلیل القدر کتاب لکھی جسکا نام تلخیص المتشابہ رکھا پھر آپنے اسپران امور کا تکملہ بھی لکھا جو آپکو اول مرتبہ میں فوت ہو گئے اور وہ کتاب بہت مفید ہے اور اس سے اور اسکی پہلی قسم (یعنی متشابہ اور موتلف ومختلف) سے (اور چند) اقسام پیدا ہوتے ہیں منجملہ ایک یہ کہ مثلاً راوی کے نام اور اسکے باپ کے نام کے اندر اتفاق (فی الخط والنطق) یا اشتباہ (فی الخط والنطق) حاصل ہوگا مگر دونوں (یعنی اسم راوی واسم ابیہ) میں سے کسی ایک یا دونوں سے ایک حرف یا دو حرف یا اس سے زائد حروف میں (عدم اتفاق یا عدم اشتباہ ہوگا) اور وہ (ای ماذکر من الاتفاق والاشتباہ) دو قسم پر ہیں ۔

تشریح ۱؎ قولہ والاختلاف فی النسبۃ الخ مثالہ محمد بن عبد اللہ المُخرمی ومحمد بن عبد اللہ المخرمی فالاول بضم المیم وفتح الخاء المعجم وکسر الراء المشددۃ نسبۃ الی المخرم من بغداد ہو محمد بن عبد اللہ المبارک ابو جعفر القرشی الحافظ قاضی حلوانی روی عنہ البخاریؒ وابو داؤد والنسائی والثانی بفتح المیم وسکون الخاء المعجمۃ وفتح الراء قال ابن ماکولا العلم من ولد مخرمۃ بن نوفل روی عن الشافعی وروی عن عبد العزیز بن محمد بن الحسن بن زبالۃ ۱۲ کذا فی بعض الحواشی ۲؎ قولہ ویترکب منہ ومما قبلہ الخ ای یحصل من نوع المتشابہ ومن نوع المؤتلف والمختلف اصناف ہی فی حکم المتشابہ والمؤتلف والمختلف الحقیقیین فالاول ای ما ہو فی حکم المتشابہ کمحمد بن سنان ومحمد بن سیار ومحمد بن حنین ومحمد بن جبیر والثانی ای ما ہو فی حکم المؤتلف والمختلف کمعرف بن واصل ومطرف بن واصل واحمد بن الحسین واحید بن الحسین ویظہر من تقریرنا ہذا ان الترکیب لیس محمولا علی معناہ الحقیقی حتی یلزم ۔ باقی آئندہ ۔

امابان یکون الاختلاف بالتغییر مع ان عدد الحروف ثابتة فی الجهتین او یکون الاختلاف بالتغییر مع نقصان بعض الاسماء عن بعض فمن امثلة الاول محمد بن سنان بکسر السین المهملة ونونین بینهما الف وھم جماعة منھم العوقی بفتح العین والواو ثم القاف شیخ البخاری و محمد بن سیار بفتح السین المھملة وتشدید الیاء التحتانیة وبعد الالف راء وھم ایضاً جماعة منھم الیمامی شیخ عمر بن یونس ومنھا محمد بن حنین بضم الحاء المھملة ونونین الاولی مفتوحة بینھما یاء تحتانیة تابعی یروی عن ابن عباس وغیرہ و محمد بن جبیر بالجیم بعدھا باء موحدۃ اخرہ راء وھو محمد بن جبیر بن مطعم تابعی مشھور ایضاً ومن ذالک معرف بن واصل کوفی مشھور و مطرف بن واصل بالطاء بدل العین شیخ آخر یروی عنہ ابو حذیفة النھدی ومنہ ایضاً احمد بن الحسین صاحب ابراھیم بن سعد وآخرون واحید بن الحسین مثلہ

ترجمہ بایں طور کہ اختلاف بوجہ تغیر (فی بعض الحروف) کے ہوگا باوجود اس بات کے کہ دونوں ناموں کا عدد حروف (برابر سرابر) ثابت ہیں یا اختلاف بوجہ تغیر (فی بعض الحروف) بھی ہوگا ساتھ کم ہونے بعض اسماء بعض سے (عدد حروف میں) پس اول (قسم یعنی جو کہ تعداد حروف میں مساوی ہو اس) کی مثالوں میں سے محمد بن سنان جو کہ بکسر سین مہملہ اور دونوں جنکے درمیان الف ہے اور وہ لوگ (یعنی محمد بن سنان نامی) ایک جماعت ہیں انھیں ایک عوقی بہ فتح عین و واو اسکے بعد قاف ہے جو کہ بخاری کے شیخ ہے اور محمد بن سیار (یعنی قسم اول کی مثال محمد سنان اور محمد بن سیار) ہے جو کہ بفتح سین مہملہ و تشدید یاء تحتانیہ اور بعد الالف راء ہے اور وہ لوگ بھی (یعنی محمد بن سیار نامی) ایک جماعت ہیں انھیں سے ایک یمامی جو کہ عمر بن یونس کے شیخ ہے (یہاں اسم ابیھما سنان و سیار میں اتفاق خطی اور اختلاف لفظی بوجہ تغیر فی بعض الحروف ہے لیکن عدد حروف دونوں میں مساوی ہیں) اور اسکی (یعنی قسم اول کی مثالوں میں سے محمد بن حنین حاء مہملہ اور دونوں جنکے درمیان یا تحتانیہ ہے اور اول نون مفتوح ہے جو کہ تابعی ہے ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن جبیر ہے جو کہ جیم کیساتھ اسکے بعد بار موحدہ اور اسکے آخر راء ہے اور وہ محمد بن جبیر بن مطعم ہے کہ (وہ) بھی مشہور تابعی ہے (یہاں بھی حنین و جبیر میں اتفاق خطی و اختلاف لفظی بوجہ تغیر فی بعض الحروف ہے لیکن عدد حروف دونوں میں برابر ہیں)) اور اسی قسم میں سے معرف بن واصل جو کہ مشہور کوفی ہے اور مطرف بن واصل ہے جو کہ عین کے بدلہ طاء کے ساتھ ہے (وہ) دوسرا ایک شیخ ہے جس سے ابو حذیفہ نہدی روایت کرتے ہیں اور اسی قسم میں سے احمد بن حسین بھی جو کہ ابراہیم بن سعد کے شاگرد اور دیگر لوگ (بھی احمد بن حسین نامی) ہیں اور احید بن حسین اسکا مثل ہے۔

تشریح صفحہ گذشتہ :۔ ان المعتبر فی المؤتلف والمختلف اختلاف الاسماء نطقا و فی المتشابہ اتفاقھا خطا و نطقا فکیف الاجتماع ذالترکیب ۱۲ عب ۳ قولہ الا فی حرف او حرفین الخ ای عدم حصول الاتفاق او الاشتباہ الا فی حرف او حرفین او اکثر یکون من الاسم او اسم الاب او منھا جمیعا کذا قیل و یحصل اقسام کثیرۃ من ضم بعضھم الی بعض والمصنف اورد الامثلة للبعض واحال الی المتوقد اخراج باقی الامثلة ۱۲ عب

لكن بدل الميم ياء تحتانية وهو شيخ بخارى يروى عن عبد الله بن محمد البيكندى ومن[1] ذالك ايضًا حفص بن ميسرة شيخ بخارى مشهور من طبقة مالك وجعفر بن ميسرة شيخ مشهور شيخ لعبد الله بن موسى الكوفى الاول بالحاء المهملة والفاء بعدها صاد مهملة والثانى بالجيم والعين المهملة بعدها فاء ثم راء ومن امثلة الثانى عبد الله بن زيد جماعة منهم فى الصحابة صاحب الاذان واسم جده عبد ربه وراوى حديث الوضوء واسم جده عاصم وهما انصاريان وعبد الله بن يزيد بزيادة ياء فى اول اسم الاب والزاء مكسورة وهم ايضا جماعة منهم فى الصحابة الخطمى يكنى ابا موسى وحديثه فى الصحيحين والقارى له ذكر فى حديث عائشة رضى الله تعالى عنها۔

ترجمہ لیکن میم کے بدلہ میں یار تحتانیہ ہے اور وہ بخارا کا ایک شیخ ہے اس سے عبداللہ بن محمد بیکندی روایت کرتے ہیں اور قسم اول میں سے حفص بن میسرۃ بھی جو کہ بخارا کا مشہور شیخ ہیں مالکؒ کے طبقہ میں سے (شمار کئے جاتے) ہیں اور جعفر ابن میسرۃ جو کہ مشہور شیخ ہیں، عبید اللہ بن موسی کوفی کے استاذ ہیں اول (یعنے حفص) حار مہملہ و فار اور اس کے بعد صاد مہملہ کے ساتھ ہے اور ثانی (یعنی جعفر) بہ جیم (مفتوحہ) وعین مہملہ (ساکنہ) اور اسکے بعد فار پھر رار ہے اور ثانی (قسم جو اسمار تعداد حروف میں مساوی نہیں اس) کی مثالوں میں سے عبداللہ بن زید (یہ) ایک جماعت (کا نام) ہے ان میں سے صحابہ کے اندر (ایک) صاحب اذان ہے (یعنی جس نے خواب میں کیفیت اذان دیکھی) اور ان کے دادا کا نام عبد ربہ ہے اور (دوسرا شخص) حدیث وضور کا راوی ہے اور ان کے دادا کا نام عاصم ہے اور وہ دونوں (یعنی عبداللہ بن زید بن عبد ربہ و عبداللہ بن زید بن عاصم) انصاری ہیں اور عبداللہ بن یزید بزیادت یار در اول نام پدر و زار مکسورہ ہے۔ (یعنی قسم ثانی کی مثال عبداللہ بن زید و عبداللہ یزید ہے) اور وہ لوگ (یعنی عبداللہ بن یزید نامی) بھی ایک جماعت ہیں ان میں سے صحابہ کے اندر (ایک) خطمی ہے ان کی کنیت ابوموسی ہے اور ان کی حدیث صحیحین میں (موجود) ہے اور (دوسرا شخص) قاری (جو کہ منسوب الی قبیلہ قارۃ) ہے ان کا ذکر حدیث عائشہ رضؓ میں ہے ؂ ؂ ؂

تشریح [1] قولہ ومن ذالک ایضا حفص بن میسرۃ الخ تمام شراح کا اتفاق ہے کہ یہ قسم ثانی کی مثال ہے اور اس کو قسم اول کی مثال قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ جعفر میں حفص سے ایک حرف زائد ہے ۱۲ عب

وقد زعم بعضهم ان الخطمي[1] فيه نظر ومنها عبد الله بن يحيى وهم جماعة وعبد الله بن نجي بضم النون وفتح الجيم وتشديد الياء تابعي معروف يروي عن علي رضي الله تعالى عنه او يحصل الاتفاق في الخط والنطق لكن يحصل الاختلاف والاشتباه[2] بالتقديم والتاخير اما في الاسمين[3] جملة او نحو ذالك كان يقع التقديم والتاخير في الاسم الواحد في بعض حروفه بالنسبة الى ما يشتبه به مثال الاول الاسود بن يزيد و يزيد الاسود وهو ظاهر ومنه عبد الله بن يزيد و يزيد بن عبد الله ومثال الثاني ايوب بن سيار و ايوب بن يسار الاول مدني مشهور ليس بالقوي والاخر مجهول

ترجمہ اور بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ بیشک قاری ہی خطمی ہے (یعنی قاری و خطمی ایک ہی شخص ہے) اور یہ بات غور کے قابل ہے (اس مثال میں عبد اللہ بن زید و عبد اللہ بن یزید میں سے یزید کے اندر ایک حرف زائد ہے) اور انمیں (یعنی قسم ثانی کی مثالوں میں) سے عبد اللہ بن یحیی اور وہ لوگ (یعنی عبد اللہ بن یحیی نامی) ایک جماعت ہیں اور عبد اللہ نجی بضم نون و فتح جیم و تشدید یا ہے جو کہ مشہور تابعی ہے علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں (یحیی و نجی میں بلحاظ رسم خط ایک حرف کم ہے) (دوسری اور ایک قسم کا بیان مصنفؒ اس طرح سے کرتے ہیں کہ) یا تو خط و تلفظ میں (بہ نسبت دو اسموں کے) اتفاق حاصل ہوگا لیکن بوجہ تقدیم و تاخیر کے (دونوں میں) اختلاف و اشتباہ حاصل ہوگا (یعنی ایک میں اول اسم مقدم اور دوسرے میں ثانی اسم مقدم ہوگا پھر یہ تقدیم و تاخیر) یا تو دو اسموں کے تمامی میں (ہوگا) یا اسکے مانند میں مثلاً ایک ہی اسم میں اسکے بعض حروف کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو بہ نسبت اس کے جس سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے (ای التقدیم والتاخیر فی الاسمین) اول (یعنی جہاں تقدیم و تاخیر دو اسموں میں ہوئی) اسکی مثال اسود بن یزید و یزید بن اسود ہے اور یہ (مثال اس قبیل سے ہونا) ظاہر ہے اور اس سے عبد اللہ ابن یزید و یزید بن عبد اللہ ہے (یہاں اسود بن یزید و یزید بن اسود میں اسود، اسود کے ساتھ اور یزید یزید کیساتھ لفظاً و خطاً متفق ہے مگر جب اسود بن یزید کو جو دو اسم ہیں تقدیم و تاخیر کرکے یزید ابن اسود کہا تو یہ یزید بن اسود کیساتھ اشتباہ ہوگا علی ہذا القیاس عبد اللہ بن یزید و یزید بن عبد اللہ ہے)) اور ثانی (ای التقدیم والتاخیر فی الاسم الواحد فی بعض حروفہ) کی مثال ایوب بن سیار و ایوب بن یسار ہے (سیار میں یا اگر سین پر مقدم کیجائیگی تو یسار کیساتھ اشتباہ ہو جائیگا) اول شخص (یعنی ایوب بن سیار) مدنی مشہور ہیں لیکن روایت حدیث میں وہ قوی نہیں اور دوسرا شخص (یعنی ایوب بن یسار) مجہول ہیں پس اسکی حدیث

تشریح [1] قولہ وفیہ نظر الخ ذکر التلمیذ ان المصنفؒ قال فی تقریرہ ہذا تمسک من زعم ان القاری ہو الخطمی بان القاری کان صغیراً فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یکون مذکوراً و وجہ النظر انہ لو کان صغیراً لما ذکر فی حدیث عائشہؓ فی الصحیح ومن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمعہ فی اللیل وہو یقرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرنی آیۃ نسیتہا او کما قال ہکذا ذکرکذا نقل الشارح وعندی ان وجہ التمسک لا یدل علی اتحادہما و وجہ النظر لا یدل علی التغایر فالتمسک والنظر کلاہما رجم بالغیب ۱۲ عب [2] قولہ والاشتباہ الخ ہذا عطف تفسیر وفی بعض النسخ او الاشتباہ فالمعنی الاختلاف باعتبار النطق او الاشتباہ باعتبار الخط او الذہن فاو للتنویع ۱۲ خلاصۃ الشرح [3] قولہ فی الاسمین جملۃ الخ ای جمیعاً ویسمی للمشتبہ المقلوب ذالک ان یکون اسم احد الراویین کاسم اب

[2] الاخر خطاً و نطقاً و اسم الآخر کاسم اب الاول فینقلب علی بعض اہل الحدیث ۱۲ ش

خاتمة[1] ومن المهم في ذلك عند المحدثين معرفة طبقات الرواة وفائدته الامن من تداخل المشتبهين وامكان الاطلاع على تبيين التدليس والوقوف على حقيقة المراد من العنعنة والطبقة في اصطلاحهم عبارة عن جماعة اشتركوا في السن ولقاء المشائخ وقد يكون الشخص الواحد من طبقتين باعتبارين كانس بن مالك فانه من حيث ثبوت صحبته النبي صلى الله عليه وعلى اٰله وصحبه وسلم يعد في طبقة العشرة مثلا ومن حيث صغر السن يعد في طبقة من بعدهم فمن نظر الى الصحابة باعتبار الصحبة جعل الجميع طبقة واحدة كما صنع ابن حبان[2] وغيره۔ ومن نظر اليهم باعتبار قدر زائد كالسبق الى الاسلام او شهود المشاهد الفاضلة والهجرة جعلهم طبقات، والى ذلك جنح صاحب الطبقات ابو عبد الله محمد بن سعد البغدادي

ترجمہ: خاتمہ: اور اس میں (یعنی فن حدیث میں) رواۃ کے طبقوں (یعنی باعتبار زمانہ ان کا مرتبہ) کا جاننا ضروری امور میں سے ہے اور اس (کو جاننے) کا فائدہ دو مشتبہ (ناموں) کا ایک دوسرے میں تداخل ہونے سے (یعنی دونوں کو ایک گمان کرنے سے) محفوظ رہنا ہے اور (اس کا فائدہ) تدلیس کا ظاہر کرنے پر مطلع ہونے اور عنعنہ کا اصلی مراد (کہ وہ متصل ہے یا نہیں اس) پر واقفیت ممکن ہوتا ہے اور طبقہ ان کی (یعنی محدثین کی) اصطلاح میں (لوگوں کی) اس جماعت کا ہم معنی ہے (یعنی اس جماعت کو کہتے ہیں) جو کہ عمر میں اگرچہ تقریبی ہو اور لقاء مشائخ (یعنی معین مشائخ سے روایت کرنے) میں شریک ہیں۔ اور کبھی ایک (ہی) شخص دو حیثیت سے دو طبقہ میں سے (شمار) ہوتا ہے جیسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کیونکہ وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ثابت ہونے کی حیثیت سے مثلاً عشرہ مبشرہ (وغیرہم اکابر صحابہ) کے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور (وہ) صغیر السن (ہونے) کی حیثیت سے ان کے بعد والوں (ای غیر العشرۃ المبشرۃ من اصاغر الصحابۃ کابن عباس وابن عمر وابن الزبیر وغیرہم) کے طبقہ میں اس کو شمار کیا جاتا ہے پس جس نے صحابہ کو باعتبار صحبت دیکھا تو اس نے تمام (صحابہ) کو ایک طبقہ قرار دیا (کیونکہ شرف صحبت سب ہی کو حاصل ہے) جیسا کہ ابن حبان وغیرہ نے کیا ہے اور جس نے (صحبت کیساتھ ساتھ) زائد کوئی عزت مثلاً سبقت الی الاسلام یا بلند مرتبہ والی لڑائیاں میں حضوری اور ہجرت (وغیرہ) کے لحاظ سے ان کو دیکھا تو اس نے ان کو چند طبقہ قرار دیا۔ اور اسی جانب صاحب طبقات ابو عبد اللہ محمد بن سعد بغدادی مائل ہوئے

تشریح: [1] قولہ خاتمۃ الخ: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہذہ المسائل الاٰتیۃ المہمۃ فی الروایۃ والدرایۃ خاتمۃ یختم بہا الکتاب۔ یعنی روایت ودرایت کے بارے میں آنیوالے اہم مسائل خاتمہ ہے جسکے ذریعہ کتاب ختم کی جا رہی ہے۔ ومن المہم سے ان مسائل کی کثرت کیطرف اور صرف ضروریات کے ذکر پر اختصار کرنے کی طرف اشارہ ہے ۱۲ شرح الشرح [2] قولہ کما صنع ابن حبان الخ: اس بناء پر تمام صحابہ طبقہ اولیٰ میں اور تمام تابعین طبقہ ثانیہ میں ہے اور تمام تبع تابعین طبقہ ثالثہ میں ہیں۔ ہلم جراً یہ ترتیب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مستفاد ہے کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ الحدیث ۱۲ شرح الشرح۔

وکتابہ[1] اجمع ماجمع فی ذٰلک من الکتب وکذٰلک من جاء بعد الصحابۃ وھم التابعون من نظر الیھم باعتبار الاخذ عن بعض الصحابۃ فقط جعل الجمیع طبقۃ واحدۃ کما صنع ابن حبّان ایضًا۔ ومن نظر الیھم باعتبار اللقاء قسّمھم کما[2] فعل محمد بن سعد ولکلٍّ منھما وجہ۔ ومن المھم ایضًا معرفۃ[3] موالیدھم وَوَفیاتھم لان بمعرفتھما یحصل الامن من دعوی المدعی للقاء بعضھم وھو فی نفس الامر لیس کذٰلک۔ ومن المھم ایضًا معرفۃ بلدانھم واوطانھم وفائدتہ الامن عن تداخل الاسمین اذا اتفقا بالنسب۔ ومن المھم ایضًا معرفۃ احوالھم[4] تعدیلًا وتجریحًا وجھالۃ لان الرّاوی امّا ان یعرف عدالتہ او یعرف فسقہ اولا یعرف فیہ شیٔ من ذٰلک

ترجمہ: اور اس بارے میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب سے جامع ترین آپ کی کتاب ہے اور ایسا ہی جو لوگ صحابہ کے بعد آئے اور وہ تابعین ہیں، جس نے ان کو صرف بعض صحابہ سے (حدیث) روایت کرنے کے لحاظ سے دیکھا تو اس نے تمام (تابعین) کو ایک طبقہ قرار دیا جیسا کہ ابن حبّان نے (اس بارے میں) بھی کیا ہے (کما جعل الصحابۃ جمیعھم طبقۃ واحدۃ) اور جس نے (روایت حدیث کے ساتھ ساتھ) ملاقات (کی کثرت وقلت) کے لحاظ سے ان کو دیکھا تو اس نے اُن کو (متعدد طبقوں میں) تقسیم کیا جیسا کہ (صاحب طبقات) محمد بن سعد نے کیا ہے اور (ابن حبّان ومحمد بن سعد) دونوں سے ہر ایک کیلئے ماخذ ہے۔ اور اہم چیزوں میں سے رواۃ کے زمانۂ ولادت ووفات کا جاننا بھی ہے کیونکہ دونوں (یعنی ولادت ووفات) کی معرفت سے اُن کے (یعنی صحابہ وتابعین کے) بعض کی ملاقات کے مدعی کا دعویٰ حالیکہ وہ (مدعی) حقیقت میں ایسا (یعنی ملاقات کرنیوالا) نہیں اس سے امن حاصل ہو گا۔ اور اہم چیزوں میں سے ان کے شہروں اور وطنوں کو جاننا بھی ہے اور اس کو (جاننے) کا فائدہ دو ناموں کا تداخل سے مامون ہونا ہے جبکہ دونوں متفق ہوں لیکن باعتبار نسبت (الی بلد ووطن) دونوں جدا ہوں (مثلاً دو شخص کا نام محمدؐ ہو لیکن ایک کوفی اور دوسرا بغدادی ہے) اور اہم چیزوں میں سے رواۃ کے احوال تعدیلًا وتجریحًا وجہالۃً جاننا ہے (رواۃ کے احوال تین میں منحصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) کیونکہ راوی یا تو اس کی عدالت معروف ہو گی یا اس کا فسق معروف ہو گا یا اس کے بارے میں ان (عدالت و فسق) میں سے کوئی چیز معروف نہ ہو گی (یعنی وہ مجہول الحال ہو گا) ۱۲

تشریح [1] قولہ اجمع ماجمع فی ذٰلک الخ: قال الشارح ای فی ذٰلک لباب من استیعاب الاصحاب فجعلھم خمس طبقات والحاکم عشر طبقات الذین اسلموا بمکۃ کالخلفاء الاربعۃ ثم اصحاب دار الندوۃ۔ ثم مہاجرۃ الحبشۃ ثم اصحاب العقبۃ الاولی ثم الثانیۃ واکثرھم من الانصار ثم اول المھاجرین الذین لقوہ لقبا قبل دخول مکۃ۔ ثم اہل بدر ثم المھاجرون بین البدر والحدیبیۃ ثم اصحاب بیعۃ الرضوان ثم من ہاجر بین الحدیبیۃ وفتح مکۃ کخالد بن الولید ثم مسلمۃ الفتح کمعاویۃ وابیہ ثم الصبیان والاطفال الذین راوہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح وفی حجۃ الوداع وغیرھم کالسائب بن یزید وابی الطفیل انتہی۔ اقول الظاہر ان ہذہ الطبقات اثنا عشر فقول الشارح والحاکم عشر طبقات لعلہ من نسخ الکاتب ۱۲ عیـ [2] قولہ کما فعل محمد بن سعد الخ ای ایضا (باقی آئندہ)

وَمِنْ أَهَمِّ ذٰلِكَ بعد الاطّلاع معرفة مراتب الجرح والتعديل لانهم قد يجرحون الشخص بما لا يستلزم رد حديثه كلّه وقد بيّنّا اسباب ذٰلك فيما مضٰى وحصرناها فى عشرة وقد تقدم شرحها مفصّلاً والغرض هنا ذكر الالفاظ الدالّة فى اصطلاحهم على تلك المراتب ۔ وللجرح مراتب اَسْوَأُها الوصف بما دلّ على المبالغة فيه واصرح ذٰلك التعبير بافعل كاكذب النّاس وكذا قولهم اليه المنتهٰى فى الوضع او هو ركن الكذب ونحو ذٰلك ثمّ دجّال او وضّاع او كذّاب لانّها وان كان فيها نوع مبالغة لٰكنّها دون الّتى قبلها واسهلها اى الالفاظ الدّالّة على الجرح قولهم فلان لَيِّن او سَيِّئُ الحفظ او فيه

ترجمہ : اور (احوال رواۃ کی) معرفت کے بعد ان میں سب سے زیادہ اہم ترین امور میں سے مراتب جرح وتعدیل کو جاننا ہے کیونکہ (اصحاب جرح وتعدیل) وہ لوگ کبھی بعض شخص کا نقص ایسی بات سے بیان کرتے ہیں جس سے اس کی تمام حدیثیں مردود ہونا لازم نہیں ہوتا ہے (بل یستلزم ردّ بعضہ اولا یستلزم شیئًا من ردہ) اور اسباب جرح کو ہم نے ماقبل میں بیان کر چکا ہے اور ان (اسباب) کو ہم نے دس میں منحصر کیا ہے اور بے شک اس کی توضیح مفصلاً گزر چکی ہے اور یہاں (صرف) ان الفاظ کا ذکر کرنا غرض ہے جو کہ ان کی (یعنی محدثین کی) اصطلاح میں ان مراتب پر دال ہیں (یعنی کونسا لفظ کون سے مرتبہ پر دلالت کرتا ہے ان کا بیان مقصود ہے) اور جرح کے چند درجے ہیں (یعنی اصالۃً تین اور تبعًا بہت درجے ہیں) ان میں سے سب سے برا (مرتبہ) وہ ہے کہ موصوف کرنا ایسے وصف کیساتھ جو کہ اس بارے میں مبالغہ پر دلالت کرتا ہے ۔ اور ان میں کا سب سے زیادہ صریح افعل (یعنی صیغہ اسم تفضیل) سے تعبیر کرنا ہے مثلاً (ھو) اکذب الناس اور ایسا ہی (ای مثل الاول قیل بل ہو اشد مما قبلہ) ان کا قول الیہ المنتہی فی الوضع یا ہو رکن الکذب اور اس کے مانند (دوسرا کوئی قول مثلاً ہو منبع الکذب یا ہو معدن الکذب کہتے ہیں) اس کے بعد (قولہم ہو) دجّال یا (ہو) وضّاع یا (ہو) کذّاب (کا درجہ) ہے (اور ان کلمات کو ماقبل کے کلمات سے موخر کیا) کیونکہ ان کلمات اگرچہ ان کے اندر ایک قسم مبالغہ ہے لیکن وہ ان کلمات سے کم درجہ کا ہیں جو ان سے پہلے ہیں اور ان میں سے یعنی وہ الفاظ جو کہ جرح پر دال ہیں ان میں سے سب سے زیادہ آسان وادنی قولہم فلان لیّن (یعنی فلاں روایت یا دیانت میں نرم ہے) یا (فلان) سیّئ الحفظ یا فیہ ادنی مقال ہے

تشریح : (بقیہ گذشتہ) جعلہم ثلاث طبقات وکذا مسلم فی کتاب الطباق وربما بلغ بہم اربع طبقات فقال الحاکم فی علوم الحدیث ہم خمسۃ عشرۃ طبقۃ آخرہم من لقی انس بن مالک رضؓ من اہل البصرۃ ومن لقی عبداللہ بن ابی اوفیٰ من اہل الکوفۃ ومن لقی السائب بن یزید من اہل المدینۃ والطبقۃ الاولیٰ من روی عن العشرۃ المبشرۃ بالسماع منہم ۱۲ شرح الشرح ۔ ۳؎ قولہ موالیدہم الخ موالید یہ میلاد کی جمع ہے جیسا کہ مفاتیح مفتاح کی جمع ہے ۔ میلاد مولد کی مانند ہے بمعنی وقت ولادت ۔ ووفیاتہم بفتح الواؤ وکسر الفاء والتشدید التحتیۃ ۔ تاریخ ولادت وتاریخ وفات جاننے سے ان لوگوں کا کذب ظاہر ہو جائیگا جنہوں نے صحابی یا تابعی میں سے کسی کی ملاقات کا دعویٰ کیا لیکن نفس الامر میں ملاقات ثابت نہیں ہے جیسا کہ بعض نے ایسا ہی کیا ۔ لیکن محققین نے تاریخ سے انکے کذب کا مواخذہ کر لیا ۱۲ شرح الشرح مع حذف ۔ ۴؎ قولہ تعدیلاً وتجریحًا الخ : الجرح بفتح الجیم القطع فی الجسم بحدید (باقی آئندہ صفحہ پر)

ادنی مقال وبین اسوأ الجرح واسهله مراتب لا یخفی فقولهم متروک او ساقط او فاحش الغلط او منکر الحدیث اشد من قولهم ضعیف او لیس بالقوی او فیه مقال۔ ومن المهم ایضا معرفة مراتب التعدیل وارفعها الوصف ایضا بما دل علی المبالغة فیه واصرح ذلک التعبیر بافعل کاوثق الناس او اثبت الناس او الیه المنتهی فی التثبت ثم ما تاکدت بصفة من الصفات الدالة علی التعدیل او صفتین کثقة ثقة او ثبت ثبت او ثقة حافظ او عدل ضابط او نحو ذلک وادناها ما اشعر بالقرب من اسهل التجریح کشیخ یروی حدیثه ویعتبر به ونحو ذلک وبین ذلک مراتب لا یخفی۔

ترجمہ: اور اسوأ الجرح و اسہل الجرح کے درمیان چند مراتب ہیں جو کہ مخفی نہیں پس ان کا قول (ھو) متروک یا (ھو) ساقط یا (ھو) فاحش الغلط یا (ھو) منکر الحدیث (یعنی اس کی حدیث منکر ہے) وہ ان کے قول (ھو) ضعیف یا (ھو) لیس بالقوی یا فیہ مقال سے سخت ہیں۔ اور اہم چیزوں میں سے مراتب تعدیل کو بھی جاننا ہے (مراتب تعدیل بھی تین ہیں) اور ان مراتب میں سب سے اعلیٰ ایسا ہی ایسے وصف سے موصوف کرنا ہے جو کہ تعدیل میں مبالغہ پر دلالت کرتا ہے اور ان میں نے یادہ صریح افعل (یعنی صیغہ اسم تفضیل) سے تعبیر کرنا ہے مثلاً (ھو) اوثق الناس یا (ھو) اثبت الناس یا الیہ المنتہی فی التثبت اس کے بعد اس کا مرتبہ ہے جس کی تاکید لائی گئی ان صفات میں سے کسی ایک صفت سے جو کہ تعدیل پر دال ہیں یا دو صفت سے (جس کی تاکید لائی گئی ان صفات میں سے کسی ایک صفت سے جیسے (ھو) ثقہ ثقہ یا (ھو) ثبت ثبت (اور دو صفت سے تاکید لانے کی مثال جیسے) یا (ھو) ثقہ حافظ یا (ھو) عدل ضابط یا مانند اس کے اور ان مراتب میں سب سے ادنیٰ وہ وصف ہے جو کہ اسہل التجریح کے قرب کی طرف اشارہ کرتا ہے مثلاً (ھو) شیخ یروی حدیثہ (یعنی اس کی حدیث روایت کی جاتی ہے) اور یعتبر بہ (یعنی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے) اور مانند اس کے اور ان کے درمیان (یعنی ادنیٰ و اعلیٰ کے درمیان) چند مراتب ہیں جو کہ مخفی نہیں ہیں ۱۲

تشریح: (بقیہ گذشتہ) وما یقوم مقامہ ثم استعملہ المحدثون فیما یقابل التعدیل لانہ تاثیر فی الدین والغرض منہ ان ینسب الی الشخص ما یخل بالعدالة التی ہی شرط قبول الروایة وانما اجیز الکلام فی الجرح والتعدیل صیانة للشریعة کما اجیز تجریح الشہود لمراعاة الحقوق ودفع الشبہات وقد اوجب اللہ تعالی التبیین عند نبأ الفاسق فقال یایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الایة وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التعدیل ان عبد اللہ رجل صالح وفی الجرح بئس اخو العشیرة۔ فان قیل کیف یسوغ التجریح وہو غیبة ان کان ما ذکرہ صحیحا والا فبہتان۔ فالجواب ان ذکر الانسان عیب اخیہ انما یکون غیبة ان کان اذا قصد تنقیصہ وعیبہ واما اذا ذکر ذلک علی وجہ النصیحة فلا۔ بدلیل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم للمرأة التی ذکرت لہ ان فلانا وفلانا خطباہا اما فلان فلا یضع عصاہ عن عاتقہ واما الآخر فصعلوک لا مال لہ ولم یرد بذالک صلی اللہ علیہ وسلم غیبتہما لما کان منفشا انی النکاح دعت الضرورة الیہ ہذا کالشاہد لیس تجریحہ بغیبة الا اذا کان بطریق النقص ۱۲ کذا فی بعض الحواشی۔ م

م (اس صفحہ کی تشریح آئندہ صفحہ میں ملاحظہ ہو)

وهٰذه احكام يتعلق بذٰلك وذكرتها هنا تكملة للفائدة فاقول تقبل التزكية من عارف باسبابها لا من غير عارف لئلا يزكي بمجرد ما يظهر له ابتداءً من غير ممارسة واختبار. ولو[1] كانت التزكية صادرة من مزك واحد على الاصح خلافًا لمن شرط انها لا تقبل الا من اثنين الحاقًا لها بالشهادة في الاصح[2] ايضًا والفرق[3] بينهما ان التزكية تنزل منزلة الحكم فلا يشترط فيه العدد۔

ترجمہ: اور یہ چند احکام ہیں جو کہ ان کے ساتھ (یعنی ان مہمات کیساتھ) تعلق رکھتے ہیں اور میں نے اس کو یہاں تکمیل فائدہ کیواسطے ذکر کیا پس میں کہتا ہوں کہ (کسی شخص کا) تزکیہ (یعنی صفائی و تعریف بیان کرنا) اس کی جانب سے مقبول ہوگا جو کہ اسباب تزکیہ سے واقف ہے نہ کہ اس کی جانب سے جو کہ (اسباب تزکیہ سے) واقف نہیں تا کہ وہ بلا ممارست و آزمائش کے صرف سرسری نظر سے اس کو جو چیز ظاہر ہو اس سے (کسی کی) تزکیہ و تعدیل نہ کرے (اور عارف للاسباب سے تزکیہ مقبول ہوگا) اگرچہ تزکیہ بقول اصح ایک ہی مزکی سے صادر ہو بخلاف اس کے جس نے تزکیہ فی الروایۃ کو شہادت (یعنی تزکیہ فی الشہادت) جس میں بھی بقول اصح (دو کا ہونا مشروط ہیں) اس کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے شرط لگائی کہ وہ (یعنی تزکیہ فی الروایۃ) مقبول نہ ہوگا مگر دو شخص کی جانب سے (یعنی تزکیہ فی الشہادت جیسا کہ بقول اصح دو شخص سے کم کی جانب سے مقبول نہیں ایسا ہی تزکیہ فی الروایۃ بھی دو شخص سے کم کی جانب سے مقبول نہ ہوگا) اور دونوں (یعنی مزکی راوی و مزکی شاہد) میں فرق یہ ہے کہ بے شک تزکیہ (راوی) وہ حکم کے قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا اس کے اندر عدد مشروط نہ ہوگا (جیسا کہ حاکم کے بارے میں عدد مشروط نہیں ہے)

تشریح (بقیہ صفحہ گذشتہ) [1] قولہ وبین اسوء الجرح واسہلہ مراتب لا یخفی الخ المرتبۃ الثالثۃ. فلان متہم بالکذب او الوضع وفلان ساقط وفلان ہالک وفلان ذاہب او ذاہب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث او ترکوہ وفلان فیہ نظر وفلان سکتوا عنہ وفلان لا یعتبر بہ او لا یعتبر بحدیثہ وفلان لیس بثقۃ او غیر ثقۃ او لا مامون ونحو ذلک والمرتبۃ الرابعۃ فلان فیہ مقال او فلان ضعیف او فیہ ضعف او فی حدیثہ ضعف وفلان یعرف وینکر وفلان لیس بذاک او بذاک القوی او لیس بالمتین ولیس بالقوی ولیس بحجۃ ولیس بعمدۃ ولیس بالمرضی وفلان للضعف ما ہو وفیہ خلف وطعنوا فیہ ومطعون فیہ وسیئ الحفظ ولین ولین الحدیث او فیہ لین وتکلموا فیہ ونحو ذلک فکل من قیل فیہ ہذہ المراتب الاربعۃ بل الخمسۃ لا یحتج ولا یستشہد بہ ولا یعتبر بہ ولا یکتب بحدیثہ اصلاً ۱۲ علوی۔ [2] قولہ ثم ما تاکد بصفۃ الخ بان یکرر بعینہ لان الحاصل بالتکرار فیہ زیادۃ علی الکلام الخالی منہ وعلی ہذا ما زاد علی مرتبتین یکون اعلیٰ منہ کقول ابن سعد فی شعبۃ ثقۃ مامون ثبت حجۃ صاحب حدیث واکثر ما وقفنا علیہ من ذلک قول ابن عیینۃ حدثنا عمرو بن دینار وکان ثقۃ ثقۃ تسع مرات وکانہ سکت لانقطاع نفسہ ۱۲ سخاوی۔ (تشریح صفحہ ہٰذا)

[1] قولہ ولو من واحد علی الاصح الخ اس قول کے اندر تعدیل مراۃ داخل ہو جاتی ہے۔ قاضی ابو بکر نے اہل مدینہ کے اکثر فقہاء وغیرہم سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کی تعدیل مقبول نہیں، نہ روایت اور نہ شہادت کے بارے میں اور قاضی کا مختار یہ ہے کہ عورت کا تزکیہ مطلقاً روایت و شہادت کے بارے میں مقبول ہوگا اور بہر حال تزکیہ عبد پس قاضی نے فرمایا کہ اس کو قبول کرنا واجب ہوگا نہ کہ شہادت کو کیونکہ اس کی خبر مقبول ہے اور اس کی شہادت غیر مقبول ہے (اور تزکیہ بمنزلہ خبر ہے) ۱۲ وجیہ الدین علوی۔ [2] قولہ فی الاصح ایضا الخ کیونکہ اصح یہ ہے کہ شاہد کو تعدیل کرنیوالا دو شخص کا ہونا ضروری ہے اور بعض نے کہا کہ ایک ہی تعدیل کرنیوالا کافی ہے۔ اور تزکیہ فی الشہادۃ ایسا ہی تزکیہ فی الروایۃ میں اکتفاء بالواحد امام ابو حنیفہ رح و ابو یوسف سے نقل کیا گیا انہوں نے ایک پر اس لئے اکتفاء کیا کہ مزکی للراوی اگر ناقل عن الغیر ہو تو یہ تزکیہ من جملہ اخبار میں سے ہے اگر تزکیہ مزکی کی جانب سے بطور اجتہاد ہو تو مزکی بمنزلہ حاکم ہے اور دونوں حالت میں تعداد شرط نہیں ۱۲ شرح الشرح [3] قولہ والفرق بینہما الخ حاصل الفرق م ان تزکیۃ الراوی بحکم تزکاتہ وتزکیۃ الشاہد شہادۃ علیٰ تزکاتہ فلا بد من العدد فی الاخیر دون الاول۔ فتأمل ۱۲ شرح الشرح۔

والشهادة تقع من الشاهد عند الحاكم فافترقا ولو قيل بفصل بين ما اذا كانت التزكية في الراوي مستندة من المزكي الى اجتهاده او الى النقل عن غيره لكان متجهًا لانه ان كان الاول فلا يشترط فيه العدد اصلًا لانه ح يكون بمنزلة الحاكم وان كان الثاني فيجري فيه الخلاف ويتبين انه ايضًا لا يشترط فيه العدد فكذا ما يتفرع عنه والله اعلم۔ وينبغي ان لا يقبل الجرح والتعديل الا من عدلٍ متيقظٍ فلا يقبل جرح من افرط فيه فجرح بما لا يقتضي ردّ الحديث المحدث كما لا يقبل تزكية من اخذ بمجرد الظاهر فاطلق التزكية وقال الذهبي وهو من اهل الاستقراء التام في نقد الرجال لم يجتمع اثنان من علماء هذا الشان قط على توثيق ضعيف ولا على تضعيف ثقة انتهى۔ ولهذا كانت مذهب النسائي ان لا يترك حديث الرجل حتى يجتمع الجميع على تركه

ترجمہ: اور شاہد کی جانب سے شہادت تو حاکم کے پاس واقع ہوتی ہے (یعنی تزکیۂ شہادت چونکہ وہ بمنزلہ حکم نہیں بلکہ وہ بمنزلہ شہادت عند الحاکم ہے اور شہادت عند الحاکم میں عدد شرط ہے لہٰذا تزکیۂ شہادت میں بھی عدد مشروط ہوگا) پس دونوں (یعنی تزکیۂ راوی و تزکیۂ شاہد) متفرق ہوگئے۔ اور اگر کہا جائے کہ فرق ہے درمیان اس کے جبکہ مزکی کی جانب سے تزکیہ فی الراوی کا اعتماد اس کے اجتہاد پر ہوگا یا دوسرے سے نقل کرنے پر ہوگا تو یہ بات قابل توجہ ہوگی۔ کیونکہ اگر اول (یعنی تزکیہ کا اعتماد اجتہاد پر) ہو تو اس میں عدد بالکل مشروط نہ ہوگا کیونکہ اس وقت مزکی حاکم کے قائم مقام ہوگا (اور حاکم میں عدد شرط نہیں) اور اگر ثانی (یعنی تزکیہ کا اعتماد نقل عن الغیر پر) ہو تو اس میں یہ اختلاف (یعنی عدد شرط ہے یا نہیں) جاری ہوگا اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (جیسا کہ اول صورت میں عدد شرط نہیں ایسا ہی) اس کے اندر بھی عدد مشروط نہ ہوگا کیونکہ اصل نقل کے اندر عدد مشروط نہیں ہوتا ہے ایسا ہی اس سے جو (تزکیہ) متفرع ہوگا (اس میں بھی عدد مشروط نہ ہوگا) واللہ اعلم۔ اور چاہیئے کہ (کسی سے) جرح و تعدیل مقبول نہ ہو مگر اس سے جو کہ عادل و ہوشیار ہے لہٰذا اس کی جرح مقبول نہ ہوگی جس نے جرح کے اندر مبالغہ کیا پس اس نے ایسی چیز سے جرح کی ہے جس سے محدث کی حدیث رد ہونے کو تقاضا نہیں کرتا ہے جیسا کہ اس شخص کا تزکیہ مقبول نہیں ہوتا ہے جس نے (کسی کا) صرف ظاہر (حال) کو لیتے ہوئے (اس پر) تزکیہ کا اطلاق کر دیا (کمن غلب علیہ التصوف) اور علامہ ذہبی نے فرمایا اور وہ تنقید رجال میں کامل تجسس و تحقیق کرنے والوں میں سے ہے کہ اس معاملہ (یعنی تنقید رجال) کے علماء میں سے کبھی دو (عادل و ہوشیار) شخص نہ کسی ضعیف کی توثیق پر اور نہ کسی ثقہ کی تضعیف پر متفق ہوئے۔ انتہی (کلامہ) اس لئے امام نسائی رح کا مذہب تھا کہ کسی شخص کی حدیث متروک نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کے ترک پر تمام (نقاد) متفق ہوں۔

تشریح: ١ے قولہ حتی یجتمع الجمیع الخ فیہ ان ما یتفرع علی قول الذہبی ان لا یترک حدیث الرجل حتی یجتمع علی ترکہ اثنان لا ما ذکرہ من قولہ حتی یجتمع الجمیع ١٢ قاسم بن قطلوبغا۔

وليحذر المتكلّم في هذا الفن من التساهل في الجرح والتعديل فإنّه إن عدّل بغير تثبت كان كالمثبت حكماً ليس بثابت فيخشى عليه أن يدخل في زمرة من روى حديثاً وهو يظن أنّه كذب وإن جرح بغير تحرز أقدم على الطعن في مسلم بريءٍ من ذلك ووسمه بميسم سوءٍ يبقى عليه عاره أبداً والآفة تدخل في هذا تارةً من الهوى والغرض الفاسد وكلام المتقدمين سالم من هذا غالباً وتارةً من المخالفة في العقائد وهو موجود كثيراً قديماً وحديثاً ولا ينبغي إطلاق الجرح بذلك فقد قدمنا تحقيق الحال في العمل برواية المبتدعة والجرح مقدم على التعديل وأطلق ذلك جماعة ولكن محلّه إن صدر مُبيّناً من عارف بأسبابه. لأنّه إن كان غير مفسّر لم يقدح فيمن ثبتت عدالته وإن صدر من غير عارف بالأسباب لم يعتبر به أيضاً فإن خلا المجروح عن التعديل قُبل الجرح فيه مجملاً غير مبيّن السبب إذا صدر من عارف على المختار لأنّه إذا لم يكن فيه تعديل فهو في حيّز المجهول وإعمال قول المجارح أولى من إهماله ومال ابن الصّلاح في مثل هذا إلى التوقّف

ترجمہ: اور چاہئے کہ اس فن میں کلام کرنیوالا جرح وتعدیل کے بارے میں تساہل سے پرہیز کرے کیونکہ اگر وہ (کسیکی) تعدیل بلا دلیل کردے تو گویا وہ ایسے حکم کو ثابت کرنے والا ہو جو کہ (درحقیقت) ثابت نہیں پس اس پر یہ خوف کیا جاتا ہے کہ وہ ان لوگوں کی جماعت میں داخل ہوجائے جنہوں نے کسی حدیث کو روایت کیا۔ حالانکہ وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ حدیث جھوٹی ہے (وقال علیہ السلام من حدث عنی بحدیث یُریٰ انہ کذب فہو احد الکاذبین۔ وقال علیہ السلام من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار) اور اگر بلا احتراز واحتیاط (کسی کی) جرح قدح کرے تو ایسے ایک مسلم کے بارے میں طعن پر اقدام کیا جو کہ (اس طعن سے) بری ہے اور اس کو ایسی بری علامت سے نشاندہی کیا کہ اس پر اس کی عار وشرمندگی ہمیشہ رہے گی اور اس بارے میں آفت (یعنی جرح میں تعدی کرنا) کبھی داخل ہوتی ہے خواہش نفسانی وغرض فاسد (کالحسد والعداوۃ وغیرہما) کی وجہ سے۔ اور متقدمین کے کلام غالباً اس (قسم کی آفت) سے سالم ہے اور کبھی (یہ آفت داخل ہوتی ہے) مخالفت فی العقائد (لکون الراوی رافضیاً اوخارجیاً) کی وجہ سے اور وہ (یعنی اس قسم کی تعدی) متقدمین ومتاخرین میں بکثرت موجود ہے اور اس (مخالفت فی العقائد) کی وجہ سے مطلقاً (بلا کسی قید کے) جرح کرنا مناسب وجائز نہیں پس مبتدع کی روایت پر عمل کرنے کے بارے میں ہم تحقیق حال کو مقدم کرچکے ہیں (ای جائز فی بعض الصور وغیر جائز فی بعضہا) اور (جبکہ ایک راوی کے بارے میں جرح وتعدیل[م] ہو تو جرح) مقدم ہے اور (اصولیین میں سے) ایک جماعت نے اس (تقدیم) کو (بلا قید) عام کرلیا لیکن اس (تقدیم جرح) کا محل یہ ہے کہ اگر جرح بطور واضح اسباب جرح کے عارف کی جانب سے صادر ہو (تو وہ تعدیل پر مقدم ہوگی) کیونکہ اگر جرح غیر مفسر ہو تو وہ اس کے بارے میں مضر نہ ہوگی جس کی عدالت ثابت شدہ ہے (بقیہ ترجمہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

فصل[١] ـ ومن المهم فی هٰذا الفن معرفة کُنی المسمّین ممّن[٢] اشتهر باسمه وله کنیة لایؤمن اَن یأتی فی بعض الرّوایات مکنیاً لئلّایظنّ انّہ اٰخر ومعرفة اسماء المکنین[٣] وهو عکس الذی قبله ومعرفة[٤] من اسمه کنیتهٗ وهم قلیل ومعرفة من[٥] اختلف فی کنیته وهو کثیر ـ ومعرفة من کثرت کناه

ترجمہ: (ترجمہ صفحہ گذشتہ) (وان قدح فمن لم یعرف حالہ) اور اگر عارف بالاسباب کے غیر سے صادر ہو تو وہ بھی (مطلقاً) معتبر نہ ہوگی (کمالم یعتبر من العارف بہا اذا کان غیر مفسر) اور جس کی جرح کی گئی وہ اگر تعدیل سے خالی ہو تو بقول مختار اس کے بارے میں سبب بیان نہ کئے ہوئے مجملاً (بھی) جرح مقبول ہوگی جبکہ وہ عارف (بالاسباب) سے صادر ہو (بان قال ہو متروک، اولیس بالقوی ونحوہما) کیونکہ جبکہ اس کے بارے میں تعدیل (کا ثبوت) نہ ہو تو وہ مجہول کے درجہ میں ہے (کہ ہم اس کے بارے میں خیر یا شر کچھ نہیں جانتے ہیں) اور (اب جبکہ اس کے بارے میں جرح کا ثبوت ہوا تو) جرح کرنیوالے کے قول کو عامل بنانا اس کو چھوڑ دینے سے اولیٰ ہے اور اس مثل (صورت) میں ابن صلاح کا میلان توقف کی طرف ہے (یعنی آپ کے نزدیک ایسے شخص کو مجروح سمجھنے سے توقف کیا جائے ـ ١٢

(ترجمہ صفحہ ھٰذا) فصل: اور اس فن (یعنی علم حدیث) میں اہم چیزوں میں سے ان لوگوں میں سے اصحاب نام کی کنیتوں کو جاننا ہے جو کہ اپنے نام سے مشہور ہو گئے حالانکہ اس کی کنیت ہے (کیونکہ) اطمینان نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ (یعنی نام والا راوی کا ذکر) بعض روایت میں کنیت کے ساتھ آئے (پس اس کا جاننا اس لئے ضروری ہوا) تاکہ (کنیت سے جب اس کا ذکر ہو تو) یہ گمان نہ ہو کہ وہ دوسرا شخص ہے اور (اہم چیزوں میں سے) کنیت والوں (یعنی جو لوگ کنیت سے مشہور ہو گئے ان) کے اسماء کا جاننا ہے اور پہلے کا عکس ہے (یعنی اگرچہ وہ کنیت سے مشہور ہے لیکن اس کا نام بھی ہے اور اس نام کا جاننا بھی ضروری ہے تاکہ اس کا ذکر کسی روایت میں نام کیساتھ ہونے سے دوسرا اور کسی شخص کا گمان نہ ہو) اور (ان کا) جاننا بھی (ضروری ہے) جن کا نام اُن کی کنیت ہے (یعنی جن کے نام وکنیت ایک ہے) اور وہ لوگ کم ہیں ـ اور (ان کا) جاننا (بھی ضروری ہے) جن کی کنیت کے بارے میں اختلاف کیا گیا اور وہ بہت ہیں اور (اس کا) جاننا (بھی ضروری ہے) جن کی کنیتیں بہت ہیں ـ

تشریح: ـ[١] قولہ فصل الخ: ای ہٰذا المبحث الاٰتی نوع من جنس ہٰذا الباب مفصول عما قبلہ لمغایرة ما بینہ وبینہ اولطول الفصل عن ذکر المہم وہو الاظہر والاٰفا یعدہٗ عطف علی ما قبلہ متناً وشرحاً ١٢ شرح الشرح ـ [٢] قولہ ممن اشتہر باسمہ ولہ کنیة الخ مثالہ طلحة بن عبید اللّٰہ وعبد الرحمٰن بن عوف والحسن بن علی رضی اللّٰہ عنہم فان کنیة کل منہم ابو محمد وکالزبیر بن العوام والحسین بن علی وحذیفة وسلمان وجابرؓ فان کنیة کل منہم ابو عبد اللّٰہ فہؤلاء اشتہروا باسمائہم ومثال من اشتہر بکنیتہ دون اسمہ ابن عباس رضؓ وابن مسعود وابن ام مکتوم وغیرہم ـ فہؤلاء اشتہروا بکناہم (اسم کل منہم عبد اللّٰہ) ١٢ کذا فی بعض الحواشی ـ [٣] قولہ اسماء المکنیین الخ اعلم ان العلم ما یعرف بہ من جعل علامة علیہ من الاسماء والکنی والالقاب فالاسم ما وضع علامة علی المسمّٰی والکنیة ما صدر باب اوام او ابن ـ واللقب ما دلّ علی رفعة المسمّٰی او صنعتہ ـ وہٰذا علی ما اختارہ السیّد الشریف واما ما ذکرہٗ العلامة التفتازانی فالاسم اعم من اللقب والکنیة وہو الذی یوافق قولہ ومعرفة من اسمہ کنیتہ ١٢ شرح الشرح ـ [٤] قولہ ومعرفة من اسمہ کنیتہٗ الخ وہو ضربان الاول من لاکنیة لہ غیر الکنیة التی ہی اسمہٗ کابی بلال الاشعری الراوی عن شریک وغیرہ وکابی حصین الراوی عن ابی حاتم الرازی فقال کل واحد لیس لی اسم اسمی وکنیتی واحد والثانی من لہ کنیة اخریٰ غیر الکنیة التی نزلت منزلة الاسم وصارت الثانیة کنیة لہا ـ ولذا قال ابن الصلاح کان للکنیة کنیة اُخریٰ ١٢ شرح الشرح [٥] قولہ ومن اختلف فی کنیتہ الخ کاسامة بن زید (باقی آئندہ)

كابن جريج له كنيتان ابو الوليد وابو خالد او كثرت[1] نعوته والقابه ومعرفة من وافقت كنيته اسم ابيه كابی اسحٰق ابراهيم بن اسحٰق المدنی احد اتباع التابعين وفائدة معرفته نفی الغلط عمن نسبه الی ابيه فقال حدثنا ابن اسحٰق فنسب الی التصحيف وان الصواب حدثنا ابو اسحٰق او بالعكس كاسحٰق بن ابی اسحٰق السبيعی او وافقت كنيته كنية زوجته كابی ايوب الانصاری وام ايوب صحابيان مشهوران او وافق اسم شيخه اسم ابيه كالربيع بن انس عن انس هٰكذا ياتی فی الروايات فيظن انه يروی عن ابيه كما وقع فی الصحيح عن عامر بن سعد عن سعد وهو ابوه وليس انس شيخ الربيع والده بل ابوه بكری وشيخه انصاری وهو انس بن مالك الصحابی المشهور وليس الربيع المذكور

ترجمہ: مثلاً ابن جریج اس کی دو کنیت ہیں (ایک) ابو الولید اور (دوم) ابو خالد، یا جسکی صفتیں و لقبیں بہت ہوں اور (اس کا) جاننا بھی (ضروری ہے) جسکی کنیت اس کے والد کے نام کیساتھ موافق ہو مثلاً ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق مدنی جو کہ تبع تابعین میں سے ایک ہے اور اس کو جاننے کا فائدہ اس شخص سے غلط کو دفع کرنا ہے جس نے اس کو اس کے والد کیطرف نسبت کیا پس کہا حدثنا ابن اسحٰق۔ پس اس کو تصحیف و غلطی کی طرف نسبت کی گئی اور صحیح حدثنا ابو اسحٰق ہے (جو کہ ابو اسحٰق اسحٰق کا بیٹا ہے اس لئے اس کو ابن اسحٰق کی ساتھ تعبیر کرنا بھی غلط نہیں ہو سکتا پس اگر اس کا باپ کا نام اسحٰق کر کے علم ہو تو ابن اسحٰق کہنے والا کو نسبت الی الغلط کرنے سے سالم رہیگا) یا اس کے عکس ہو (یعنی جس کا نام اس کی باپ کی کنیت کیساتھ موافق ہو، اس کا جاننا بھی ضروری ہے) جیسے اسحٰق بن ابی اسحٰق سبیعی یا اس کی کنیت اس کی زوجہ کی کنیت کے ساتھ موافق ہو مثلاً ابو ایوب انصاری و ام ایوب جو مشہور دو صحابی ہیں (اول صحابی اور ثانی صحابیہ ہے) یا اس کے شیخ کا نام اس کے باپ کے نام کیساتھ موافق ہو مثلاً ربیع ابن انس عن انس، اسی طرح روایتوں میں آتا ہے پس گمان کیا جاتا ہے کہ ربیع اپنے باپ سے روایت کرتا ہے جس طرح (صحیح) بخاری میں عن عامر بن سعد عن سعد واقع ہوا اور وہ (یعنی عامر بن سعد جس سعد سے روایت کرتا ہے وہ) اس کا باپ ہے (ایسا ہی ربیع بن انس اپنے باپ انس سے روایت کرتا ہے) حالانکہ جو انس جو ربیع کے شیخ ہے وہ اس کا باپ نہیں ہے بلکہ انکا باپ بکری (اي منسوب الی بکر بن وائل) ہے اور اس کے شیخ انصاری ہے اور وہ انس بن مالک جو کہ مشہور صحابی (اور رسول اللہ صلعم کا خادم) ہے اور ربیع مذکور آپکے اولاد میں سے نہیں ہے

تشریح: (بقیہ گزشتہ) فلا خلاف فی اسمه انما اختلف فی كنيته فقيل ابو زيد وقيل ابو محمد وقيل ابو خارجة۔ وكذا من اختلف فی اسمه دون كنيته وهو عكس الاول كابی هريرة فانه قد اختلف فی اسمه اختلافاً شديداً ۱۲ عب۔ (تشریح صفحہ ہذا)

[1] او كثرت نعوته والقابه الخ۔ فائدته الامن من جعل الرجل الواحد اثنين وقد وقع ذلك لوهم الجماعة من الحفاظ ثم الالقاب بالمعنی الاعم ينقسم الی ما يجوز ذكرها فی الرواية وغيرها سواء عرف بغيره ام لا وهو ما لا يكرهه صاحبه كابی تراب لقب علی بن ابی طالب رض لقبه النبی صلی الله عليه وسلم والی ما لا يجوز ذكره ان كان معروفاً بغيره ويجوز ان لم يعرف بدونه للضرورة بقدر الحاجة كالاعمش والاعرج ۱۲ شرح الشرح۔

من اولاده ومعرفة من نسب الی غیر ابیه کالمقداد بن الاسود نسب الی الاسود الزہری لانہ تبناه وانما ھو المقداد بن عمرو۔ او نسب الی امه کابن علیة وھو اسماعیل بن ابراھیم بن مقسم احد الثقات وعلیة اسم امه اشتھر بھا وکان لایحب ان یقال له ابن علیة ولھذا کان یقول الشافعي انا اسماعیل الذی یقال له ابن علیة۔ او نسب الی غیر ما یسبق الی الفھم کالحذاء ظاھرہ انه منسوب الی صناعتھا او بیعھا ولیس کذلک وانما کان یجالسھم فنسب الیھم وکسلیمان التیمی لم یکن من بنی التیم ولکن نزل فیھم وکذا من نسب الی جدہ فلا یؤمن التباسه بمن وافق اسمه اسمه واسم ابیه اسم الجد المذکور۔ ومعرفة من اتفق اسمه واسم ابیه وجدہ کالحسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنھم وقد یقع اکثر من ذلک وھو من فروع المسلسل وقد یتفق الاسم واسم الاب مع اسم الجد واسم ابیه فصاعدًا کابی الیمن الکندی ھو زید بن الحسن بن زید بن الحسن بن زید بن الحسن

ترجمہ: (بلکہ وہ انس بحری کے اولاد میں سے ہے) اور (اس کا) جاننا (بھی ضروری ہے) جس کو اس کے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت کی گئی ہو۔ مثلاً مقداد بن اسود، اس کو اسود زہری کیطرف نسبت کی گئی کیونکہ اسود نے اس کو متبنی بنایا (تھا) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مقداد بن عمرو ہے (یعنی اس کے والد کا نام عمرو ہے) یا جس کو اس کی ماں کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ (اس کا جاننا بھی ضروری ہے) جیسے ابن عُلیّہ اور وہ اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم جو کہ یکے از ثقات ہے اور عُلیّہ اس کی ماں کا نام ہے۔ ماں کے نام سے (یعنی ابن عُلیّہ سے) وہ مشہور ہوگیا اور اس کو ابن عُلیّہ کہا جانے کو وہ پسند نہیں کرتا تھا اس لئے امام شافعیؒ (ان سے روایت کرتے وقت) کہتا تھا کہ ہمیں اسماعیل نے خبر دی جسکو ابن عُلیہ کہا جاتا ہے۔ یا جسکو ایسی شئ کی طرف نسبت کی گئی ہو جو جلدی سمجھ میں نہ آتی ہو (اس کا جاننا بھی ضروری ہے) مثلاً حذّاء (حِذاء بالکسر کے معنی جوتا ہے لہٰذا) اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ جوتا بنانے یا اسکو بیچنے کیطرف منسوب ہے حالانکہ ایسا نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ (درحقیقت) وہ ان کے (یعنی جوتا بنانے والوں یا بیچنے والوں کے) ساتھ بیٹھا کرتے تھے، پس اس کو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور جیسا کہ سلیمان تیمی وہ (قبیلہ بنی تیم سے نہ تھے لیکن ان میں فروکش ہوئے اور جسکو اس کے دادا کی طرف نسبت کی گئی (اس کا جاننا بھی ضروری ہے) کیونکہ اس شخص کیساتھ اس کا التباس ہونے سے اطمینان نہ ہوگا جس کا نام اس کے نام کیساتھ اور اس کے باپ کا نام جد مذکور کے نام کیساتھ موافق ہو (مثلاً محمد بن بشر و محمد بن سائب بن بشر اول وہ ثقہ ہے اور ثانی ضعیف ہے کبھی اس کو اسکے دادا کیطرف نسبت کرتے ہوئے محمد بن بشر کہا جاتا ہے تو اس وقت اس کا التباس اول شخص کیساتھ ہو جاتا ہے جو کہ ثقہ ہے لہٰذا اس کو بھی ثقہ گمان کیا جاتا ہے) اور (اس کا) جاننا (بھی ضروری ہے) جس کا نام اور اس کے باپ و دادا کا نام متفق ہوں جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم (و محمد بن محمد بن محمد الغزالی) اور کبھی اتفاق اس سے زائد میں (بھی) ہوتا ہے اور وہ (اسناد) مسلسل کے اقسام میں سے (ایک قسم) ہے اور کبھی (راوی) کا نام اور (اس کے) باپ کا نام (راوی کے) دادا کے نام اور دادا کے باپ کے نام پس اس سے زائد کیساتھ متفق ہوتے ہیں (یعنی راوی اپنے دادا کا اور راوی کا والد اپنے دادا کا ہمنام ہوتا ہے مثلاً ابو الیمن الکندی وہ زید بن حسن بن زید بن حسن بن زید بن حسن ہے ۱۲

تشریح: ۱؎ قولہ الی صناعتھا الخ ای صناعة الحذاء بالکسر وھو النعل والضمیر یرجع الیه باعتبار انه یفھم من الحذاء وانه بالنظر الی معناه وھو

او اتفق اسم الراوی واسم شیخہ وشیخ شیخہ فصاعدًا کعمران عن عمران عن عمران الاول یعرف بالقصیر والثانی ابو رجاء العطاردی والثالث ابن حصین الصحابی رضی اللہ تعالی عنہ کسلیمان عن سلیمان عن سلیمان الاول ابن احمد بن ایوب الطبرانی والثانی ابن احمد الواسطی والثالث ابن عبدالرحمن الدمشقی المعروف بابن بنت شرحبیل۔ وقد یقع ذلک للراوی وشیخہ معًا کابی العلاء الھمذانی العطار مشہور بالروایۃ عن ابی علی الاصبہانی الحداد وکل منہما اسمہ الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد فاتفقا فی ذلک وافترقا فی الکنیۃ والنسبۃ الی البلد والصناعۃ وصنف فیہ ابو موسی المدینی جزءًا حافلًا۔ ومعرفۃ من اتفق اسم شیخہ والراوی عنہ وھو نوع لطیف لم یتعرض لہ ابن الصلاح وفائدتہ رفع اللبس عن من یظن ان فیہ تکرارًا او انقلابًا۔ فمن امثلتہ البخاری روی عن مسلم وروی عنہ مسلم فشیخہ مسلم بن ابراھیم الفرادیسی البصری والراوی عنہ مسلم بن الحجاج القشیری صاحب الصحیح۔

ترجمہ: یا راوی کا نام اور اس کے شیخ و شیخ کے شیخ پس اس سے زائد کے نام متفق ہوں (اس کا جاننا بھی ضروری ہے) مثلاً عمران عن عمران عن عمران، اوّل وہ قصیر سے مشہور ہے اور ثانی ابو رجاء عطاردی ہے اور ثالث (عمران) ابن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اور جیسا کہ سلیمان عن سلیمان عن سلیمان ہے، اوّل ابن احمد بن ایوب طبرانی ہے اور ثانی ابن احمد واسطی ہے اور ثالث ابن عبدالرحمن دمشقی ہے جو کہ ابن بنت شرحبیل سے مشہور ہے اور کبھی یہ (توافق) راوی اور اس کے شیخ کیلئے ایک ساتھ واقع ہوتا ہے (یعنی راوی کا اور اس کے باپ و دادے کا جو نام ہوتا ہے وہی نام اس کے شیخ کا اور شیخ کے باپ دادے کا ہوتا ہے۔ مثلاً ابو العلاء الھمذانی العطار جو کہ ابو علی الاصبہانی الحداد سے روایت کرنے میں مشہور ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کا نام حسن بن احمد بن حسن بن احمد ابن حسن۔ اور دونوں کنیت و نسبت الی البلد والصناعۃ میں تفرقہ ہوئے (کہ اول کی کنیت ابو العلاء اور شہر ھمذان کی طرف منسوب ہے اور وہ عطار یعنی عطر فروش ہے اور ثانی کی کنیت ابو علی اور شہر اصبہان کیطرف منسوب ہے۔ اور وہ حداد یعنی لوہار یا لوہا بیچنے والا ہے) اور ابو موسیٰ مدینی نے اس باب میں ایک بڑی کتاب لکھی ۱۲

اور اس کا جاننا (بھی ضروری ہے) جس کے شیخ اور اس سے روایت کرنیوالا کا نام متفق ہو (یعنی جس کے شیخ و شاگرد دونوں ہمنام ہوں) اور یہ ایک لطیف قسم ہے ابن صلاح نے جس کا تعرض نہیں کیا (وکان صالحًا للتعرض) اور اس (کو جاننے) کا فائدہ اس شخص سے شبہ کا دور کرنا ہے جو گمان کرتا ہے کہ اس (سند) کے اندر تکرار یا انقلاب ہے پس اس کی مثالوں میں سے بخاری ہے کہ اس نے مسلم سے روایت کی اور آپ سے مسلم نے روایت کی ہے (سلسلہ سند ایسا ہے مسلم عن البخاری عن مسلم) پس آپکے شیخ مسلم بن ابراہیم الفرادیسی البصری ہے اور آپ سے روایت کرنیوالا مسلم بن الحجاج القشیری ہے جو کہ صاحب الصحیح ہے۔

ومنهم من تقيد بكتاب مخصوص كرجال البخاری لابی نصر الكلاباذی ورجال مُسلم لابی بكر بن منجويۃ ورجالهما معًا لابی الفضل بن طاهر ورجال ابی داؤد لابی علی الجيّانی وكذا رجال الترمذی ورجال النّسائی لجماعۃ من المغاربۃ ورجال السّتۃ الصحيحين وابی داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ لعبد الغنی المقدسی فی كتاب الكمال ثمّ هذبه المِزّی فی تهذيب الكمال وقد لخصته وزدت عليه اشياء كثيرة وسميته تهذيب التهذيب وجاء مع ما اشتمل عليه من الزيادة قدر ثلث الاصل۔ ومن المهم ايضًا معرفة الاسماء المفردة۔ وقد صنّف الحافظ ابوبكر احمد بن هرون البرديجی فذكر اشياء كثيرة تعقبوا عليه بعضها ومن ذلك قوله صُغدی بن سنان احد الضعفاء وهو بضم الصّاد المهملۃ وقد تبدل سينا مهملۃ وسكون الغين المعجمۃ بعدها دال مهملۃ ثم ياء كياء النسب وهو اسم علم بلفظ النسب وليس هو فردا ففی الجرح والتّعديل لابن ابی حاتم صغدی الكوفی وثقه ابن معين

ترجمہ: اور ان میں سے (بعض ایسے ہیں) جس نے (ذکر اسمار کو) کسی مخصوص کتاب (کے رجال) کے ساتھ مقید کیا (فذکر اسمار رجال ذلک الکتاب) مثلاً رجال بخاری ابونصر کلاباذی کا اور رجال مسلم ابو بکر بن منجویہ کا، اور ایک ساتھ بخاری ومسلم کے رجال ابو الفضل ابن طاہر کا، اور رجال ابی داؤد ابو علی جیّانی کا اور ایسا ہی رجال ترمذی ورجال نسائی ایک جماعت مغاربہ کا، اور رجال (صحاح) ستہ یعنی صحیحین وابو داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ عبد الغنی مَقدسی کا (لکھا ہوا) ہے (اپنی) کتاب (مسمّٰی بہ) الکمال میں پھر الکمال کو مزّی نے (اپنی کتاب مسمّٰی بہ) تہذیب الکمال میں سنوارا (یعنی زوائد کو حذف کرکے اسکو ملخص کیا) اور بے شک میں نے تہذیب الکمال کو ملخص کیا اور اس پر بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا اور اس کا نام تہذیب التہذیب رکھا اور وہ (تہذیب التہذیب) جس زیادت پر مشتمل ہے اس کے باوجود بقدر ثلث اصل آئی ہے (یعنی وہ کتاب زائد بہت سے امور پر مشتمل ہونے کے باوجود بھی الکمال کے ثلث مقدار پر ہوگی) اور اسماء مفردہ (یعنی جن ناموں کے مسمّٰی صرف ایک ایک شخص کے علاوہ دوسرا کوئی ملتے نہیں ان) کو جاننا بھی اہم چیزوں میں سے ہے (مثال لُبَیّ بن لبّا) اور بے شک حافظ ابو بکر احمد بن ہارون بردیجی نے اس بارے میں (ایک کتاب) تصنیف کی ہے پس اس نے بہت ساری چیزوں کو ذکر کیا کہ اس پر بعض اسمار کے بارے میں لوگوں نے تعاقب کیا اور انہیں سے قولہ صُغدی بن سنان احد الضعفاء ہے اور وہ (صغدی) بہ ضم صاد مہملہ وسکون غین معجمہ اس کے بعد دال مہملہ پھر یاء مانند یاء نسبتی کے ہے اور کبھی صاد مہملہ کو سین مہملہ سے بدلا جاتا ہے اور (صُغدی) وہ بلفظ نسبت اسم علم ہے اور وہ (اس نام کے ساتھ) تنہا نہیں ہے پس ابن ابی حاتم کی (کتاب مسمّٰی بہ) الجرح والتعدیل میں ہے کہ ابن مُعین نے صُغدی کوفی کی توثیق کی ہے۔!!

عہ قولہ ابن معین الخ بفتح المیم ومواحد النقادین ۱۲ شرح الشرح۔

وفرق بينه وبين الذی قبله فضعفه وفی تاریخ العقیلی صُغدی بن عبد الله یروی عن قتادة قال العقیلی حدیثه غیر محفوظ انتهی واظنه هو الذی ذکرہ ابن ابی حاتم واما کون العقیلی ذکرہ فی الضعفاء فانما هو للحدیث الذی ذکرہ عنه ولیست الآفة منه بل هی من الراوی عنه عنبسة بن عبد الرحمن والله اعلم ومن ذلك سَنْدَر بالمهملة والنون بوزن جعفر وهو مولی زنباع الجذامی له صحبة وروایة المشهور انه یکنی ابا عبد الله وهو اسم فرد لم یتسم به غیرہ فیما نعلم لکن ذکر ابو موسی فی الذیل علی معرفة الصحابة لابن مندة سندر ابو الاسود روی له حدیثا وتعقب علیه ذلك بانه هو الذی ذکرہ ابن مندة ۔ وقد ذکر الحدیث المذکور محمد بن الربیع الجیزی فی تاریخ الصحابة الذین نزلوا مصر فی ترجمة سندر مولی زنباع وقد حررت ذلك فی کتابی فی الصحابة۔ وکذا معرفة الکنی المجردة والمفردة وکذا[1] معرفة الالقاب ۔

ترجمہ: اور اس کے درمیان اور اس کے پہلے (یعنی صغدی ابن سنان) کے درمیان فرق کیا ہے پس اسکو (یعنی صغدی ابن سنان کو) ضعیف بنایا اور تاریخ عقیلی میں ہے کہ صُغدی عبد اللہ کا بیٹا ہے وہ قتادہ سے روایت کرتا ہے۔ عقیلیؒ نے فرمایا کہ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے انتہیٰ۔ (کلام) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ وہی ہے جسکو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا (یعنی صُغدی کو فی ہی صُغدی بن عبد اللہ ہے) اور بہرحال ہونا یہ کہ عقیلی نے صُغدی بن عبد اللہ کو ضعفا میں ذکر کیا پس جز این نیست کہ یہ اس حدیث کی وجہ سے ہے جسکو عقیلی نے اُن سے ذکر کیا ہے۔ اور آفت (یعنی حدیث میں جو ضعف ہے وہ) صغدی بن عبد اللہ کی جانب سے نہیں بلکہ اُن سے جو راوی عنبسہ بن عبد الرحمٰن ہے اس کی جانب سے ہے (کہ وہ ضعیف ہے) واللہ اعلم۔ اور ان (اسماء مفردہ) میں سے سَنْدر (یعنی) مہملہ و نون کے ساتھ بروزن جَعفَر ہے اور وہ زنباع جذامی کا مولیٰ ہے اس کیلئے صحبت (رسول) اور روایت (عن الرسول علیہ السلام حاصل) ہے اور مشہور یہ کہ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ ایک تنہا نام ہے ہماری دانست میں اس نام کیساتھ اس کے علاوہ کوئی شخص موسوم نہ ہوئے۔ لیکن ابو موسیٰ نے ابن مندہ کی معرفۃ الصحابہ (نامی کتاب) کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ سَنْدر (کی کنیت) ابو الاسود ہے اور ابو موسیٰ نے اس کی ایک حدیث (بھی) روایت کی (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سندر ادر شخص کا نام بھی ہے لیکن) اس پر اعتراض کیا گیا کہ وہی شخص ہے جسکو ابن مندہ نے (معرفۃ الصحابہ میں) ذکر کیا اور ابن مندہ نے جن کا ذکر کیا ہے کہ وہ زنباع جذامی کا مولیٰ ہے) اور محمد بن ربیع جیزی نے ان صحابہ کی تاریخ میں جو مصر میں فروکش ہوئے سندر مولیٰ زنباع کی سوانح عمری میں حدیث مذکور (ای الذی ذکرہ ابو موسیٰ) کو ذکر کیا ہے۔ اور میں نے اسکو اپنی کتاب کے اندر لکھا ہے جو کہ صحابہ کے بارے میں ہے۔ اور ایسا ہی ان کنیتوں کو جاننا (بھی ضروری ہے) جو کہ مجرد و مفردہ ہیں (یعنی جن میں شرکت نہیں جیسے ابو عُبید بن جس کا نام معویہ بن سبرہ ہے) اور ایسا ہی معرفت القاب (بھی ضروری ہے) ۱۲

تشریح: [1] قولہ وکذا معرفۃ الالقاب الخ۔ مثلاً عبد اللہ بن محمد کا لقب ضعیف ہے کیونکہ وہ ضعیف الجسم تھا (باقی آئندہ)

وھی تارۃ یکون بلفظ الاسم وتارۃ بلفظ الکنیۃ وتقع بسبب عاھۃ کالاعمش او حرفۃ وکذا معرفۃ الانساب وھی تارۃ تقع الی القبائل وھو فی المتقدمین[۴] اکثر بالنسبۃ الی المتاخرین وتارۃ الی الاوطان[۱] وھذا فی المتاخرین اکثر بالنسبۃ الی المتقدمین والنسبۃ الی الوطن اعم من ان یکون بلادًا او ضیاعًا او سککا او مجاورۃ وتقع الی الصنائع[۲] کالخیاط والحرف کالبزاز ویقع فیھا[۳] الاتفاق والاشتباہ کالاسماء وقد تقع الانساب القابًا کخالد بن مخلد القطوانی کان کوفیًا

ترجمہ: اور القاب کبھی بلفظ اسم (کسفینۃ) اور کبھی بلفظ کنیت (کابی تراب) ہوتے ہیں اور کبھی بوجہ کسی آفت کے واقع ہوتے ہیں مثلاً اعمش (واعرج واعشی) یا کسی پیشہ کے (کالبزاز والعطار) اور ایسا ہی نسبتوں کو جاننا (بھی ضروری ہے) اور انساب کبھی قبیلوں کیطرف واقع ہوتے ہیں (کہاشمی) اور وہ متقدمین میں بہ نسبت متاخرین کے زیادہ ہے اور کبھی وطنوں کیطرف اور یہ (ای الانتساب الی الاوطان) بہ نسبت متقدمین کے متاخرین میں زیادہ ہے اور نسبت الی الوطن عام ہے کہ وہ باعتبار شہروں یا جائے زراعت یا گلیوں یا پڑوسیت کے ہو، اور (کبھی) نسبت ہنر کیطرف جیسے خیاط اور پیشہ کیطرف جیسے بزاز (یعنی کپڑے بیچنے والا) واقع ہوتی ہے۔ اور اس میں (ای فی الانساب المذکور) اتفاق (خطاً کالقرشی والفرشی) واشتباہ (لفظاً) واقع ہوتا ہے مانند اسماء کے (ای کوقوعھا فی الاسماء کما مر) اور کبھی انساب القاب واقع ہوتے ہیں (یعنی لقب صیغۂ نسبت کیساتھ واقع ہوتا ہے) مثلاً خالد بن مخلد قطوانی وہ کوفی تھا۔

تشریح (بقیہ گذشتہ) کیونکہ وہ ضعیف الجسم تھا۔ اور حسن بن یزید کا لقب قوی ہے بوجہ عبادت وطوال پر اس کی قوت کے۔ اور معاویہ بن عبدالکریم کا لقب ضال ہے کیونکہ وہ طریق مکہ میں گم ہوگیا تھا اور جیسے محمد بن سعد بن ابی وقاص کہ وہ کوتاہ قد ہونے کیوجہ سے اس کو ظل الشیطان سے ملقب کیا جاتا ہے ۱۲ تلخیص الحواشی۔ (صفحہ ہذا)

[۱] قولہ والاوطان الخ جمع وطن وہو محل الانسان من بلدۃ او ضیعۃ او سکۃ. ولا فرق فیمن ینتسب الی محل بین ان یکون اصلیًا منہ او نازلًا فیہ بل ومجاورًا لہ، ولذالک تتعدد النسبۃ بحسب الانتقال ولا حد للاقامۃ المسوغۃ للنسبۃ وان ضبط، ابن المبارک باربع سنین فقد توقف فیہ ابن کثیر ۱۲ شرح الشرح۔

[۲] قولہ وتقع الی الصنائع الخ الصناعۃ بالفتح یہ حرفہ سے اخص ہے کیونکہ صناعت میں خود اس کام کو سنبھالنا اور کرنا ہوتا ہے بخلاف حرفہ کے (کہ اس میں خود کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دوسرے سے کرانے سے بھی کافی ہوتا ہوتا ہے) ۱۲ شرح الشرح۔

[۳] قولہ ویقع فیھا الاتفاق والاشتباہ الخ: ای یقع فی انساب الرواۃ مثل ما یقع فی اسمائہم من الاتفاق فی اللفظ والخط معًا مثل الحنفی نسبۃ الی قبیلۃ وہم بنو حنیفۃ ونسبۃ الی مذہب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان ابن الثابت رح۔ ۱۲

[۴] قولہ وہو فی المتقدمین اکثر الخ: قال المصنف رح لان المتقدمین کانوا یعتنون بحفظ انسابہم ولا یسکنون المدن والقری غالبًا بخلاف المتاخرین نعلہ التلمیذ۔ قولہ القبائل جمع قبیلۃ وہم بنو اب واحد ۱۲ شرح الشرح

ویلقّب بالقطوانی وکان یغضب منہا۔ ومن المہم ایضاً معرفۃ اسباب ذلک الالقاب والنسب التی باطنہا[1] علی خلاف ظاهرها وکذا معرفۃ[2] الموالی من الاعلی والاسفل بالرّق اوبالحلف او بالاسلام لان کل ذلک یطلق علیہ اسم المولیٰ ولا یعرف[3] تمییز ذلک الا بالتنصیص علیہ ومعرفۃ الاخوۃ والاخوات وقد صنّف فیہ القدماء کعلی بن المدینی

ومن المہم ایضاً معرفۃ آداب الشیخ والطالب ویشترکان فی تصحیح النیۃ والتطهیر عن اعراض الدنیا وتحسین الخُلق وینفرد الشیخ[4] بان یُسمع اذا احتیج الیہ۔

ترجمہ: اور اس کو قطوانی کیسا تھ ملقب کیا جاتا ہے اور اس لقب سے وہ غصہ ہوتے تھے، اور اہم چیزوں میں سے ان کے یعنی ان القاب ونسبتوں کے سببوں کو جاننا ہے جن کے باطن ان کے ظاہر کے خلاف ہے اور ایسا ہی اعلیٰ وادنیٰ موالی کی معرفت (بھی ضروری ہے) کہ بوجہ غلامی کے یا بوجہ امدادی معاہدے کے یا (کسی کے ہاتھ پر) اسلام قبول کرنیکے وجہ سے ہے کیونکہ (تینوں وجہیں سے) ان کے ہر ایک پر اسم مولیٰ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ان کی تمیز (یعنی کس وجہ سے مولیٰ کہا گیا) معلوم نہ ہوگی مگر اس پر تصریح کرنے سے (اس کا علم ہوگا) اور بھائیوں اور بہنوں (یعنی کون راوی کس کا بھائی یا کس کی بہن ہے اس) کی معرفت (بھی ضروری ہے) اور بے شک متقدمین مثلاً علی بن مدینی نے اس بارے میں تصنیف کی ہے

اور اہم چیزوں میں سے شیخ وطالب کے آداب کو جاننا ہے اور دونوں (یعنی شیخ وطالب) تصحیح نیت (ای تجریدہا عن الریاء والسمعۃ) اور دنیاوی اسباب سے (نیت کو) پاک کرنے اور اخلاق آراستہ کرنے میں شریک ہیں۔ اور صرف شیخ ان (آداب) کے ساتھ منفرد ہے کہ وہ حدیث سنائے جب اس کی احتیاج ہو۔

تشریح: [1] قولہ التی باطنہا علی خلاف ظاہرہا الخ: مثلاً محمد بن سنان عَوَقی باہلی (عوقی) بفتح العین والواو وبالقاف ہے کہ وہ عوقہ میں فروکش ہوئے جو کہ قبیلہ عبد القیس کا ایک حصّہ ہے پس اس کو عوقہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور جیسے ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری ہے کہ وہ بقول اکثر غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے بلکہ موضع بدر میں فروکش ہوئے پس اس کی طرف نسبت کر کے بدری کہا گیا [2] قولہ معرفۃ الموالی من الاعلیٰ والاسفل الخ مولی میں اعلیٰ واسفل اس لئے کہا گیا کہ آزاد کرنیوالا کو مولیٰ کہا جاتا ہے جو کہ اعلیٰ ہے آزاد کردہ غلام کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے جو کہ اسفل ہے اور یہ جاننا تو ضروری ہے کہ مولیٰ کا اطلاق جس پر کیا گیا آیا وہ آزاد کرنے والا ہے یا آزاد کردہ غلام ہے ۱۲ محمد مجیب الرحمٰن غفرلہ۔ [3] قولہ ولا یعرف تمییز ذلک الخ، اس کو جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ بعض احکام شرعیہ جس میں نسب مشروع ہے اس میں خلل واقع ہونے سے امن حاصل ہوگا مثلاً امامت عظمیٰ وکفاءۃ فی النکاح اور میراث وتقدیم فی الصلوٰۃ وغیرہا ۱۲ کذا فی شرح الشرح۔ [4] قولہ وینفرد الشیخ بان یسمع اذا احتیج الیہ الخ ای الی الشیخ او الی حدیثہ والحاصل ان من آداب الشیخ فانہ متی احتیج الی ما عندہ جلس للاسماع وجوباً ان تعیّن علیہ واستحباباً ان کان ثم مثلہ وہو الصحیح فقد جلس الامام مالک رح للناس وہو ابن نیف وعشرین سنۃ والناس متوفرون وشیوخہ احیاء وکذا جلس الامام الشافعی واخذ عنہ العلم فی سن الحداثۃ بحیث حمل عنہما بعض شیوخہما من اسن منہما واقدم علیہما ۱۲ شرح الشرح۔ [5] قولہ بالرق الخ ای بسبب

[5] الرق الذی نشأ منہ الاعتاق وفیہ ان الرق انما ینسب الی الاسفل والملک الی الاعلیٰ فکان الاولیٰ ان یقول بالاعتاق لیشمل الا...

وان لايحدث ببلد فيه من هو اولى منه بل يرشد اليه ولايترك اسماع احد لنية فاسدة وان يتطهر ويجلس بوقار ولايحدث قائما ولاعجلا ولافى الطريق الا ان يضطر الى ذلك وان يمسك عن التحديث اذا خشى التغير او النسيان لمرض او هرم واذا اتخذ مجلس الاملاء ان يكون له مستمل يقظ وينفرد الطالب بان يوقر الشيخ ولا يضجره ويرشد غيره لما سمعه ولايدع الاستفادة لحياء او تكبر ويكتب ماسمعه تاما ويعتنى بالتقييد والضبط ويذاكر بمحفوظه ليرسخ فى ذهنه۔ ومن المهم معرفة سن التحمل والاداء والاصح اعتبار سن التحمل بالتمييز هذا فى السماع وقد جرت عادة المحدثين باحضارهم الاطفال مجالس الحديث ويكتبون لهم انهم حضروا ولابد لهم فى مثل ذلك من اجازة المسمع۔

ترجمہ: اور وہ ایسے شہر میں حدیث بیان نہ کرے جس میں ایسے شخص موجود ہو جو کہ ان سے اولی و بہتر ہو بلکہ (طالب کو) اس کی جانب ہدایت کر دے اور کسی کو (اس کی) فاسد نیت کیوجہ سے حدیث سنانا ترک نہ کرے اور وہ (حدیث روایت کرتے وقت) طہارت حاصل کرے۔ (ای یغتسل او یتوضأ ویتوسک ویتطیب) اور وقار کیساتھ بیٹھے اور نہ قیام اور نہ عجلت کیحالت میں اور نہ راستہ میں حدیث بیان کرے مگر جبکہ اس کی طرف اضطرار و مجبوری ہو (تو روایت کرسکتا ہے) اور وہ روایت کرنے سے روک جائے جبکہ تغیر (فی لسانہ) یا مرض یا بڑھاپے کیوجہ سے نسیان کا خوف ہو اور (جم غفیر میں) جبکہ (حدیث) لکھوانے کی مجلس قائم کرے تو (مناسب ہے کہ) اس کیلئے کوئی ہوشیار مبلغ ہو (اگر ایک سے کافی نہ ہو تو چند مبلغ تعیین کرے) اور صرف طالب ان (آداب) کیساتھ منفرد ہے کہ وہ شیخ کی تعظیم کرے اور اسکو نہ ستائے جو کچھ سنا ہے اسکو اپنے غیر کو بتا دیوے اور حیا یا نخوت کیوجہ سے (حدیث کا) استفادہ نہ چھوڑے اور جو کچھ سنا ہے اس کو بالاستیعاب لکھ لیوے اور (لکھی ہوئی روایتوں کو) تقیید (بالحرکات) وضبط (بالحروف) کا اہتمام کرے اور (اپنے تکرار درس میں کسی کیساتھ) اپنی یادداشت کا تذکرہ کرے تاکہ اس کے ذہن میں وہ راسخ ہو جائیں۔ اور اہم چیزوں میں سے تحمل (یعنی اخذ حدیث) واداء (یعنی روایت حدیث) کی عمر کو جاننا ہے اور اصح یہ کہ سن تحمل کا اعتبار تمیز کیساتھ ہے (یعنی جبکہ ایسی عمر میں پہنچ جائے کہ خطاب سمجھتا ہے اور صحیح طور پر اس کا جواب دے سکتا ہے تو اس کا سماع حدیث معتبر ہے و قیل اقلہ خمس سنین وقیل بعد الثلثین وقیل بعد العشرین) اور یہ (بات صرف) سماع (حدیث) کے بارے میں ہے (دون الحضور للبرکۃ والاجازۃ بعد الاہلیۃ) اور بیشک مجالس حدیث میں بچوں کو حاضر کرنا محدثین کی عادت جاری ہے اور بچوں کیلئے یہ لکھ دیتے ہیں کہ وہ (مجلس حدیث میں) حاضر ہوئے (مگر اس حضور سے صاحب مجلس سے روایت کرنا درست نہیں بلکہ) اس مثل میں مسمع (یعنی صاحب مجلس) کی جانب سے ان کیلئے اجازت (للروایۃ) ضروری ہے (لان سماعہم اذا لا یعبأ بہ) ١٢

عہ قولہ عجلا الخ بفتح فکسر ای مستعجلا فی تلفظ الحدیث بحیث یمنع السامع فہم بعضہ فان کلامہ علیہ السلام کان فصلا بل کان احیانا یکررہ ثلاثا ١٢ ش عہ قولہ ولایضجرہ الخ ای ضجر اولہ یعنی مجلس دراز کرکے استاد کو ملال و تنگ نہ کرے بلکہ جتنے وقت تک مجلس علم رہنے کے لئے استاد صراحۃً یا کنایۃً یا دلالۃً اشارہ کرے اتنے وقت سے تجاوز نہ کرے کیونکہ یہ ایسا اوقات طالب کیلئے حرمان علم کا سبب بنتا ہے ١٢ شرح الشرح

والاصح فی سن الطلب بنفسہ ان یتأھل لذلک ویصح تحمل الکافر ایضا اذا اداہ بعد اسلامہ وکذا الفاسق من باب الاولی اذا اداہ بعد توبتہ وثبوت عدالتہ واما الاداء فقد تقدم انہ لااختصاص لہ بزمن معین بل یقید بالاحتیاج والتأھل لذلک وھو مختلف باختلاف الاشخاص وقال ابن خلاد اذا بلغ الخمسین ولا ینکر علیہ عند الاربعین وتعقب بمن حدث قبلہا کمالک۔ ومن المھم معرفۃ صفۃ الضبط فی الکتاب وصفۃ کتابۃ الحدیث وھو ان یکتبہ مبینا مفسرا فیشکل المشکل منہ وینقطہ ویکتب الساقط فی الحاشیۃ الیمنی مادام فی السطر بقیۃ والا ففی الیسری۔ وصفۃ عرضہ وھو مقابلتہ مع الشیخ المسمع او مع ثقۃ غیرہ او مع نفسہ شیئا فشیئا۔ وصفۃ سماعہ بان لا یتشاغل بما یخل بہ من نسخ او حدیث او نعاس۔ وصفۃ اسماعہ کذلک وان یکون ذلک من اصلہ الذی سمع فیہ او من فرع قوبل علی اصلہ فان تعذر فلیجبرہ بالاجازۃ لما خالف ان خالف

ترجمہ: اور خود بخود (حدیث) طلب کرنے کی عمر کے بارے میں اصح یہ ہے کہ وہ اس کا اہل بنجائے اور کافر کا تحمل (حدیث) بھی صحیح ہوتا ہے جبکہ وہ اسلام لانے کے بعد اسی حدیث کو ادا کرے۔ اور ایسا ہی فاسق (کا تحمل حدیث) بطریق اولی (صحیح) ہے جبکہ وہ اپنی توبہ و (علانیہ) ثبوت عدالت کے بعد اس کو ادا کرے۔ اور بہرحال ادا پس بے شک گزرچکا ہے کہ کسی معین زمانہ کیساتھ مقید کی جاتی ہے اور قابلیت باختلاف اشخاص مختلف ہے اور ابن خلاد نے فرمایا جبکہ پچاس سال میں پہونچجاہے (تو ادا حدیث کا اہل ہوتا ہے) اور چالیس سال کے وقت (اگر روایت کرلے تو) تو اسپر انکار نہ کیا جائے گا۔ اور (ابن خلاد پر) اعتراض کیا گیا ان لوگوں سے کہ جنہوں نے اس عمر سے پہلے روایت کی ہے جیسے مالک (حالانکہ سب ہی ان کی روایتوں کو قبول کرتے ہیں) اور کتاب میں (حرکات وسکنات) ضبط کرنیکا طریقہ اور کتابت حدیث کا طریقہ معلوم کرنا (بھی) اہم چیزوں میں سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث کو واضح وجلی (خط) پر لکھے اور حدیث کے مشکل لفظ کو حرکات وسکنات دیوے اور اسپر (یا مطلقاً ہر لفظ پر) نقطہ لگائے اور (اگر سہواً کسی سطر سے کوئی لفظ متروک ہو جائے تو) ساقط کو داہنی طرف کے حاشیہ میں لکھدے جبتک سطر میں (ساقط حصہ کے بعد) کچھ باقی ہو (مثلاً ایک آدھ زائد کلمے بعد میں موجود ہو) ورنہ (یعنی اگر سطر ختم ہونیکے بعد کوئی حصہ ساقط ہو تو اس کو) بائیں طرف کے حاشیہ میں لکھدیوے۔ اور مکتوب حدیث کو مقابلہ کرنیکا طریقہ (جاننا بھی اہم چیزوں میں سے ہے) اور وہ طریقہ شیخ مسمع کیساتھ یا خود ہی کیساتھ تھوڑا تھوڑا کرکے حدیث کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور سماع حدیث کا طریقہ (بھی جاننا ضروری ہے) بایں طور کہ (بوقت سماع حدیث) کتابت وکلام اور اونگھ میں سے ایسے کسی امر کیساتھ مشغول نہو جس سے (سماع حدیث میں) خلل ہوتا ہے اور ایسا ہی حدیث سنانے کا طریقہ (جاننا بھی اہم چیزوں میں سے ہے) کہ حدیث سنانا شیخ کا اصل (نسخہ) سے ہو جس میں وہ (اپنے شیخ سے) سنا ہو یا اس نقل سے ہو جسکو اپنا اصل (نسخہ) پر مقابلہ کیا گیا۔ پس اگر مقابلہ شدہ نقل غیر ممکن ہو تو (غیر مقابلہ شدہ ہی کو سنادیوے اور) نقصان طالب کو شیخ اسکی اجازت دیکر انجبار کردے جو مخالف ہوئے اگر مخالف ہو۔

تشریح [۱] قولہ وصفۃ کتابۃ الحدیث الخ: کتابۃ حدیث کے بارے میں صحابہ کرام میں کچھ اختلاف تھا۔ بعض نے جائز کہا اور (باقی آئندہ)

وصفة الرحلة فيه حيث يبتدئ بحديث اهل بلده فيستوعبه ثم يرحل فيحصل في الرحلة ما ليس عنده ويكون اعتناؤه بتكثير المسموع اكثر من اعتنائه بتكثير الشيوخ

وصفة تصنيفه وذلك اما على المسانيد بان يجمع مسند كل صحابي على حدة فان شاء رتبه على سوابقهم وان شاء رتبه على حروف المعجم وهو اسهل تناولا. او تصنيفه على الابواب الفقهية او غيرها بان يجمع في كل باب ما ورد فيه مما يدل على حكمه اثباتا او نفيا والاولى ان يقتصر على ما صح او حسن فان جمع الجميع فليبين علة الضعيف

او تصنيفه على العلل فيذكر المتن وطرقه وبيان اختلاف نقلته. والاحسن ان يرتبها على الابواب ليسهل تناولها. او يجمعه على الاطراف فيذكر طرف الحديث الدال على بقيته

ترجمہ: اور طلب حدیث کے بارے میں سفر کا طریقہ (جاننا بھی ضروری ہے) کہ (سب سے پہلے سماع حدیث کا) ابتدا کرے اپنے شہر کا اہل (یعنی محدثین) کی حدیث سے پس ان سے بالاستیعاب حدیثیں سنیں (یعنی ان کے پاس جتنی حدیثیں ہوں سب حاصل کرنے کے بعد) پھر (دوسرے ممالک کی طرف) سفر کرے پس سفر میں ان حدیثوں کو حاصل کرے جو اس کے پاس نہیں اور زیادہ شیخ بنانے سے (حدیث) مسموع کی زیادت کا زائد اہتمام اس کو ہووے اور حدیث کی تصنیف کا طریقہ (جاننا بھی اہم چیزوں میں سے ہے) اور یہ یا تو بطریق مسانید ہوگی بایں طور کہ (صحابہ کے نام مرتب لکھ کے) ہر ایک صحابی کی مسند (حدیثیں) علاحدہ جمع کرے پس اگر چاہے تو ہر صحابی کو ان کی مسابقت اسلامی پر ترتیب دیوے (یعنی جس کا اسلام مقدم ہو اس کا نام مقدم کیا جائے) اور اگر چاہے تو ان کو حروف معجم پر ترتیب دیوے (یعنی جسکے نام کے اول میں الف ہو اس کا نام سب سے پہلے لکھا جائے مثلاً ابی بن کعب و انس رض۔ پھر با جس نام کے اول میں ہو مثلاً براء بن عازب و بلال الی غیر ذلک) اور یہ ثانی صورت اول صورت سے) بلحاظ استفادہ زیادہ سہل ہے۔ یا تصنیف حدیث ابواب فقہیہ یا بغیر ابواب فقہیہ کے طریقہ پر ہوگی۔ بایں طور کہ ہر باب کے ماتحت ایسی حدیثیں جمع کرے جو کہ اثباتا یا نفیا اس باب کے حکم پر دلالت کرتی ہیں اور اولی یہ ہے کہ صرف ان احادیث پر اقتصار کرے جو کہ صحیح یا حسن ہوں اور اگر (صحیح ضعیف) تمامی کو جمع کرے تو ضعیف حدیث کی بیماری کو بیان کر دے (تاکہ پڑھنے والا دھوکہ میں واقع نہ ہو) یا تصنیف حدیث بطریق علل ہوگی) پس متن حدیث اور اس کی تمام سانید کو ذکر کرے اور رواۃ کے اختلاف (بلحاظ رفع، ارسال و وقف وغیرہ) کے بیان کو (بھی ذکر کرے) اور احسن یہ ہے کہ اس کو بطریق ابواب ترتیب دیوے تاکہ اس کا استفادہ آسان ہو یا حدیث کو بطریق اطراف جمع کرے۔

تشریح: (بقیہ گذشتہ) بعض نے ناجائز لیکن ابھی اس کے جواز پر اجماع ہوگیا ۱۲ عب ۵ قولہ ویکتب الساقط فی الحاشیۃ الیمنی الخ یہ حکم بظاہر دونوں صورتوں کیلئے عام ہے۔ شاید متقدمین کا دستور تھا کہ سطروں کی دونوں جانب برابر وسیع رکھتے تھے۔ اور ہمارے زمانہ کا دستور یہ ہے کہ صفحہ اولی کی داہنی طرف کا حاشیہ بائیں طرف کے حاشیہ سے وسیع رکھتے ہیں۔ اور صفحہ ثانیہ کی بائیں طرف کا حاشیہ داہنی طرف کے حاشیہ سے وسیع رکھتے ہیں لہذا حکم میں تفصیل مناسب ہے کہ صفحہ اولی کی سطروں میں سے کہیں بھی ساقط ہوا اسکو داہنی طرف کے حاشیہ میں لکھ دیوے ۱۲ شرح الشرح۔

(صفحہ ہذا) لہ قولہ فان شاء رتبہم علی سوابقہم الخ ای من سبق من الصحابۃ فی الاسلام فیبدأ اولا بابی بکر ثم علی رض و بلال رض و خدیجۃ رضی اللہ عنہم او لی الفضل فیبدأ بالعشرۃ المبشرۃ ثم باہل بدر ثم باہل الحدیبیۃ ثم بمن اسلم وہاجر بین الحدیبیۃ والفتح۔ ثم بمن اسلم یوم الفتح ثم بمن ہم اصاغر الصحابۃ سنا کابی الطفیل والسائب بن یزید، ثم بالنساء فیبدأ بامہات المومنین ومنہن من عائشۃ رضی اللہ عنہا ۱۲ تحقیق الحواشی

ویجمع اسانیدہٗ امّا مستوعبًا او متقیّدًا بکتب مخصوصۃ۔ ومن المھمّ معرفۃ سبب الحدیث۔ وقد صنّف فیہ بعض الشیوخ للقاضی ابی یعلیٰ ابن القراء الحنبلی وھو ابوحفص عُکبُری۔ وقد ذکر الشیخ تقی الدین بن دقیق العید انّ بعض اھل عصرہٖ شرع فی جمع ذٰلک وکانّہٗ ما رأی تصنیف العُکبُری المذکور وصنّفوا فی غالب ھٰذہ الانواع علیٰ ما اشرنا الیہ غالبًا۔ وھی ای ھٰذہ الانواع المذکورۃ فی ھٰذہ الخاتمۃ نقل محض ظاھرۃ التعریف مستغنیۃ علی التمثیل وحصرھا متعسّر فلیرجع لھا مبسوطاتھا یحصل الوقوف علیٰ حقائقھا۔ واللّٰہ الموفّق والھادی للحق لآ الٰہ الّاھو علیہ توکّلتُ والیہ اُنیب وحسبُنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔ والحمدُ للّٰہ ربّ العالمین وصلّی اللّٰہ علیٰ خیر خلقہٖ نبی الرّحمۃ محمّدٍ وّ اٰلہٖ وصحبہٖ وازواجہٖ وعترتہٖ الیٰ یوم الدّین ۝

ترجمہ: پس حدیث کا ایک حصّہ ذکر کرے۔ جو کہ اس کے باقی حصّہ پر دال ہو اور اس کی تمام اسانید کو یا بالاستیعاب (ای بلا تقیید کتاب دون کتاب) یا مخصوص کتابوں کے ساتھ متقید کر کے جمع کرے (یعنی مخصوص کتابوں میں اس کی جو اسانید ہیں انکو بیان کی جائیں) اور اہم چیزوں میں سے حدیث کا سبب (ورود) کو جاننا ہے اور اس بارے میں قاضی ابو یعلیٰ ابن قراء حنبلی کے بعض شیوخ نے تصنیف کی ہے اور وہ ابوحفص عکبرؔی ہے۔ اور بے شک شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے بعض ہم عصر نے سبب ورود حدیث کو جمع کرنا شروع کیا ہے۔ گویا کہ اُس نے عُکبری مذکور کی تصنیف نہیں دیکھی (اس لئے بعض ہم عصر کے شروع کرنے ہی کو ذکر کیا۔ اور ممکن ہے کہ اس نے دیکھی ہے۔ لیکن مراد یہ ہے کہ عُکبرؔی کی تصنیف سے اس میں زیادت ہے) اور ان اقسام (حدیث) کے اکثر کے متعلق محدثین نے (کتابیں) لکھی ہیں۔ کہ ہم نے ان (کتابوں) کیطرف غالبًا اشارہ کیا ہے۔ اور یہ یعنی ان اقسام جو کہ اس خاتمہ میں مذکور ہوئے نقل محض ہے کہ ان کی تعریف ظاہر ہے اور تمثیل سے وہ مستغنی ہے اور ان کا انحصار مشکل ہے۔ پس چاہیئے کہ ان اقسام و امثلہ کیلئے ان کی کتب مبسوطہ کی مراجعت کی جائیں تاکہ اُن کے حقائق پر واقفیت حاصل ہو۔ اللہ (تحقیق کی) توفیق دینے والا ہے اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنیوالا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے۔ اسی ہی پر توکل کرتا ہوں اور اسی ہی کی طرف لوٹوں گا۔ اور اللہ ہی ہم کو کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا وکیل ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جو کہ سارے عالم کو پالنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کہ تمام مخلوقات سے افضل و نبی رحمت ہے۔ اور آپ کے آل و اصحاب و ازواج و عترت پر قیامت تک رحمت کاملہ نازل فرمائے ۱۲